نام کتاب	قیمت
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -	۶ پائی
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ -	[illegible]
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی	[illegible]
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -	[illegible]
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -	[illegible]
قدوری -	۶/
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -	۱۵/
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ -	۹
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -	[illegible]
شرح مختصر وقایہ کو رمیری از مولانا جلال الدین سمرقندی -	[illegible]
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر پانچ ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -	
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا	
ابی المنصور الحسن بن یوسف -	۱/۹ پائی
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ہے -	[illegible]
کنز الدقائق -	
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -	[illegible]
فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ -	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی -	[illegible]
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات بتفصیل ذیل -	
۱- جلدین اولین عبادات -	[illegible]
۲- جلدین آخرین معاملات -	[illegible]
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدیں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل -	[illegible]
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -	[illegible]
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -	[illegible]
فتاوی عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید -	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف متداول دو مجلد کامل -	[illegible]
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ و ذخیرۃ العقبیٰ از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید -	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی -	[illegible]
شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -	[illegible]
ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -	[illegible]
اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -	[illegible]
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید	[illegible]
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -	۸/
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -	۶
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین	[illegible]
(۱) جلدین اولین عبادات میں -	[illegible]
(۲) جلدین آخرین معاملات میں	[illegible]
شرح الیاسی - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی -	[illegible]

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔	۹/	از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔	۶/	تفسیر مواہب الرحمن۔ پارہ پنجم۔	عہ/
عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعات مولوی تراب علی مرحوم۔	۶ پائی	جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسیٰ رح صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی حاشیہ	۶/	الیضاً۔ پارہ ششم۔	عہ/
قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی متداول۔	۸/	قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	عہ/	الیضاً۔ پارہ ہفتم۔	عہ/
کتب حدیث اُردو		سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل یہ دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع۔	۶/	الیضاً۔ پارہ ہشتم۔	عہ/
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کا چار جلدوں میں حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں کاغذ سفید گندہ۔	عہ/	دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنے معروف۔	۸/	الیضاً۔ پارہ نہم۔	عہ/
الیضاً۔ کاغذ حنائی و سفید معمولی۔	لعہ/	زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔	۸/	الیضاً۔ پارہ دہم۔	عہ/
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید و حنائی۔	۱۲/	عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اُردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ۔	۶/	الیضاً۔ پارہ یازدہم۔	عہ/
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی۔	۶/	**کتب تفسیر اُردو**		الیضاً۔ پارہ دوازدہم۔	عہ/
الیضاً۔ جلد دوم کاغذ سفید و حنائی۔	۶/	مقدمہ تفسیر مواہب الرحمن۔	۸/	الیضاً۔ پارہ سیزدہم۔	عہ/
کتب حدیث فارسی		تفسیر مواہب الرحمن۔ پارہ اول مولفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہ/	الیضاً۔ پارہ چہاردہم۔	عہ/
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ۔ کاغذ سفید و حنائی۔	لعہ/	الیضاً۔ پارہ دوم۔	عہ/	الیضاً۔ پارہ پانزدہم۔	عہ/
کتب حدیث عربی		الیضاً۔ پارہ سوم۔	عہ/	الیضاً۔ پارہ شانزدہم۔	عہ/
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول		الیضاً۔ پارہ چہارم۔	عہ/	الیضاً۔ پارہ ہفدہم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ ہشتدہم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ نوزدہم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بستم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و یکم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و دوم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و سوم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و چہارم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و پنجم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و ششم۔	عہ/
				الیضاً۔ پارہ بست و ہفتم۔	عہ/
				تفسیر سورۂ فاتحہ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔	۲/

نزدیک اُسپر کچھ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اُسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے
کہ یہ قبض علے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اُسنے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور بیع نہین اور دوسری صورت
مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور بیع ہی کذا فی النہر وعلے سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر
تو جو کمتر ہوگا قیمت یا دین مین اُسکا ضمان لازم آویگا صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اُسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی
صاحب دین نے اُسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اُس چیز کی قیمت دین سے
اقل ہے تو اُسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اُسکا ضمان لازم نہین ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وعلے سوم القرض
بالقرض سا و مرہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اُسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس
روپے قرض مانگے خالد نے اُسکے مثلاً ایک تلوار دی کہ اُسکو دس پر رہن رکھدے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا
لازم ہوگا اور اُسمین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین
دوسرے یہ کہ رہن مین عوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلے سوم النکاح لامۃ بقیمتہا نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی
کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اُسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنے اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اُسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور
وہ ہلاک ہوگئی اُسکے پاس تو اُسکی قیمت کا ضمان اُسپر لازم ہے **ویخرج عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ بالثمن**
اور مبیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی
مقدمۂ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ
فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شی کی تقویم ہو یعنے مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر
زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا العیب لا یرتفع کقطع ید مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتھ
کا ٹنا ہم یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی
صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی البحر فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی
لشبہۃ الربوا حدادی تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنے درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا
اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ
عیب اُسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اُسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت
ثانی یعنے درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر
الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے
پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اُسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال **ولا یملکہ المشتری**
خلافاً لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین فالعود علی موضوعہ بالنقض تنویر
تنویر اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک مشتری اُسکا مالک ہوجاتا ہے
تا مبیع سائبہ یعنے غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اُسکا

بائع جیب بھی ہوسکتی ہے
ہاتھ

مالک نہو تو پھر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہو اور نہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا
یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار
کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم
خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے
جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک
خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل
یہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تا عاقد غور اور تامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع قریب
قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے
اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم لا یخرج شیء منہما ای من مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر عن ملکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما
وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ
بائع اور مشتری دونون کے واسطے خیار شرط ہوا اور انہین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو
فقط اُسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا اسم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجائے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت
اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح
وبہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فہم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو
علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عزک فہم مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ اذ شراہا بالخیار وہی زوجتہ
بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی
ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین
داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضہا
فی المدۃ لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر نہوگا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اُسکو حیض آیا خیار کی مدت مین
تو یہ حیض استبراء مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبراء نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع
کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبراء واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر من المحرم فلا یعتق محرم
اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم
ملک کے بخلاف صاحبین کے ق من القربان لمنکوحۃ اشتراہ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط
خیار خرید کی اور مدت خیار مین اُس سے قربت کی تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جب کہ اُسمین نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے
جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو
یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی مانع رد کا مستوجب
قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہوا ہو نہر الفائق

مین درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اُسمین کچھ نقصان نہ
ہوا ہو وصح من الودیعۃ عند بائعہ فیہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر
قبضہ کیا بائع نے اذن سے پھر اُسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے
سے بواسطہ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اُسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو رفع قبض ہوا تو ہلاکی قبر کی
ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اُسکی ودیعت صحیح ہے اُسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمتہ العقد لان الولادۃ
عیب درر و ابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری
کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر و ابن کمال هم
اسیطرح شرح وقایہ مین بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اُسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری
اُسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اُسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ
المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اُسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے
لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے کذا فی
الطحطاوی ک من الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اُسنے کچھ مال کمایا مدت
خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور بصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہے کذا فی
الطحطاوی ت من الفسخ کبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ت اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء
واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہے اُسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین
گیا کیونکہ مشتری اُسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ
ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اُسکا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا هم شرح وقایہ مین بھی
اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر انتہی بائع اسواسطے
شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اُسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے
لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہے اور خیار باطل ہے اسلیئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک
خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م من المأذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما م رمز ہے
ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اُسکو ثمن معاف کردیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہے بنابر استحسان کے اور خیار عبد کا
باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے هم صاحبین کے نزدیک خیار
مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اُسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اُسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو
تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رح کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اُسکا رد کرنا امتناع ہوا تملیک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اسواسطے کہ جب اُسکی کوئی چیز ہبہ کیجاوے تو اُسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علے ذلک مسائل ہنا
ت التعلیق کان ملکہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرۂ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین ازانجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ
ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار ت اشارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ
یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اُسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مستدام ہوئی خواہر زادے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہی جامع الفصولین مین ہی
کہ درصورت ابتدا اسکنی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام
باندھا یعنے درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنے مبیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی اور اگر بائع کا اختیار ہی
تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع واشارہ ہی زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اُنکا حدوث مشتری کی ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اُنکا مالک
مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علٰحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوین مسئلے مین داخل ہی
یعنے کسب مین جسکی رمز کاف ہی ت والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تقصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم اره لاحد
فلیحفظ ر اشارہ ہی عصیر سے یعنے اگر دو مسلمانون نے شیرۂ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت مبیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے
تو مناسب یہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تقصدر مرموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مین نے یہ نہین دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو
باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فخم تقصدر یعنے اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالے
کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اُنکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگون کے نزدیک تو صدر نشین ہو
اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للاخر الاجازۃ لان المفسوخ
لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اُسنے بیع کو نافذ کر دیا تو صحیح ہی باوجود نادانستگی اپنے ساتھی کے بالاتفاق
مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ شدہ چیز کو اجازت لاحق
نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہی کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا
علم ضرور نہین مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہین جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی
اور اُسکے ساتھی کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور
فسخ باطل ہی والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہی کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار
اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اُسکے غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اُس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیجاوے
کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہوجاوے
تو مجکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اُسکی یہ تدبیر ہی کہ اُس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اُسکی طرف سے مخاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہی ہمنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صریح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہی کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً مبیع اگر غلام ہی اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنے منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا درصورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہوجاتی ہی اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہی کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رویۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہوسکتی ہی اسکی حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہی ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہی کہ ارث اسمین جاری ہی جو انتقال پذیر ہی مانند اعیان کے نہ اسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہی کہ خیار تغریر یہ ہی کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی الطحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر الحبث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ انکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لا انہ یرث خیارہ درر فلیحفظ اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی امور مذکورہ مین یہ نہین کہ مورث کے خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہی تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم ہی اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہی تو عند التحقیق موروث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہی صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ و صاحب نقایہ نے تصریح کی ہی کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہی تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ ولو ابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج داخل بشہوۃ القول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہوجاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہی آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہی چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر مین لف ونشر مرتب ہی یعنے اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہی جو بدون ملک کے

حلال نہین مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اُسکو دوا پلانا کمیت کا سچپانا مبیع کو بیچ کے واسطے پیش کرنا مکان کی درستی
شکست ریختہ کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہین اور تمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم اہی بکر ام لا کان اجازۃ
ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے
پھر اُس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اُسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا بلا توقف تو
اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہوگیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب
کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا حاصل جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف
کرنے سے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے
اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور
اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا معراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط
بخلاف خیار رویۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اُس گھر کے جسمین خیار الشرط ہو اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج
بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا اسنے
بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے
خرید کیا اور اسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اُسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر
من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنے بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جب کہ اختیار اُسکے واسطے مشروط ہو
اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنے طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین
ہوسکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یقیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ
عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد
کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کی
مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد
ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے
لازم ہوا پھر اجنبی اُسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے
اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے
واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا
کذا فی البحر طحطاوی نے کہا اُسکی صورت یون ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع
دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر جبکہ نائب اور منیب مین سے ایک نے بیع کو
لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اُسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت
دی اور دوسرے نے بالعکس اُسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اُسوقت تعارض نہ تھا اور

شخص ساتھ کا فعل لغو ہے ولو کانا معاً فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھی زمان احدین پائی گئی
تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہوسکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہین ہوتی واعترض بانہ یجاز لمافی
المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز اذ فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر
اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط مین ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے
پر اور فیمابین خود باعقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کردینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہین مانتے
کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے هم نہر الفائق مین ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب المأذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع
کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما
ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام مین اگر
ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اُس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے هم صورت اسکی یہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجکو اس غلام خاص مین اختیار ہے والا یعین ولا فصل او عین فقط او فصل
فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اُس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط
غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین و تفصیل کے
یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے هم عدم تعیین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ مین نے
دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین سواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے
اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہین اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز مین ثمن مبیع پر برابر
منقسم نہین ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضاً الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اسمین بھی چارون
صورتین حاصل ہوتی ہین هم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر
تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط
لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجئ فی الفضولی ولو کالۃ
فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اُسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے
بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت
کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اُسکی
رضامندی کے زائل نہین ہوسکتی لہذا اُسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور
خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے هم قیمت والی وہ چیز ہے جسکے افراد مین تفاوت ہو چنانچہ
لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ
مکیل اور موزون پھر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو اُنمین خیار التعیین بشرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے
واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی هم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے

ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ انمین سے تو ایک کو پسند کرے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے مین نے ان غلامون سے
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجکو دے قول اصح کی یہ وجہ ہی کہ یہ بیع جائز ہی خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر
مین اسکو رد کیا ہی اس طرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہی تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق اور مناسب
جانے اُسکو خرید کرے اور بائع کو اُسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہی اُسکو اُسکا حال خوب تر معلوم ہی اسکا جواب شارح نے
آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا و یقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بہذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت
کے پاتا ہی اور بائع کا وکیل اُسپر قبضہ کرتا ہی اور بائع اُس چیز کو نہین پہچانتا تو اُسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہی تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار
تعیین کی تا اُسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہی اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی
فیما دون الاربعۃ لانہ فارغ الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید وردی و وسط خیار تعیین صحیح ہی چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے
تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنے خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہی اور دفع حاجت تین مین بخوبی
متصور ہی کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین مین حاصل ہی تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہی تو غیر مشروع ہی ومدتہ کخیار
شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہی یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کردے تو بہتر ہی اور اگر تین دن گذر گئے
بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اُسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اُسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت
کے اُسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا
مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منح الغفار مین ہی کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین عیب لگ گیا تو معیوب مین
بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو
یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الآخر بل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصون نے
ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ
یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اُسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اُسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرویۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رویۃ الآخر ورضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہی امام اور
صاحبین کا خیار الرویۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہین بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے
عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کی عدم رد کی علت ہی یعنے اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر
نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر
ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف اسمین صریحا بائع کا ضرر ہی کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اُسکا مالک تھا اب اُسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترک مین ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری
رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبائعین فرضی احدہما دون الآخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ ورد اخلافا لہما مجمع
چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک
بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب
شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز ا
خذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اُسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنے روٹی پکانا اور لکھنا اُسکا
پیشہ ہے پھر برخلاف اُسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اُسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اُسکو اگر چاہے
تو پورے ثمن سے لے یا اُسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین
کچھ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اُسکے نہ
سے رد بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط
لکھ لیتے ہین اسقدر فعل سے اُسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک وکذا سائر الحرف اختیار
اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ وہ ایسا نہین یعنے غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اُسپر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہان تک کہ اس
وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہوجاے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد لسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب رجع بالتفاوت
فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون
مین اُتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون
تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف
حتے لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے
سیرون کی روٹی پکاتا ہے اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودھار ہے
یا شیردار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد م حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہوسکتا
کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر
دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا
صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف مین غرر نہو یعنے اُسکے وجود مین تردد نہو تو اُسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اُسکا اشتراط
صحیح نہین مگر بمعنی برات وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار
علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنابر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ خیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط
کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ
چنانچہ مدت اور اُسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے م یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایسا
کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان
صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری
بیمینہ وجاز للبائع وطیہا در ہذا انعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اُسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون
کہکر کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اُس لونڈی سے قربت

کرنا جائز ہی کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھم جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا
واجب ہی اور ہر مبیع کا یہی حکم ہی لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہ حکم ہوا تو اُسکے غیر مین بطریق اولی یہی حکم ہی اسواسطے کہ فروج مین زیادہ ترحتیاط
لازم ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہی امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی
لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہی اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہی اور اُسکے گواہ نہین تو وہ چیز اسکو حلال
ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اعاریتا اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہی واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری
لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ وکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اُسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اُسکو
پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی
اور کتابت اصل ہی تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہی ھم صفات عارضہ مین عدم اصل ہی اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہی چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ
عارضہ سے ہین لہذا اُسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہی کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہی ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن فنسی ذلک
فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مران الاوصاف لایقابلہا شئی من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا
بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے مبیع کے
قبل قبضۂ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہمہ اُسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا ھم باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اُسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو یا اختیار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شئی من ذلک لاخیار
للمشتری گھر بیچا ان چیزون کے ساتھ جو اُسمین داخل ہین منجملہ دھنیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اُسمین یہ چیزین کچھ نہ نکلین تو
مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہی عرصے سے اور اشیائے مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور مراد عدم
اختیار سے یہ ہی کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اُسکو
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لاتثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بالعصفر فاذا
ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اُسکی پختہ اینٹ کی ہی سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اُسکے سب درخت پھلتے ہین سو
اُنمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اُسپر کسم کا رنگ ہی اور اُسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھم اسواسطے کہ صفات
مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہین اور اختلاف غرض بجائے اختلاف جنس ہی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا
فاذا ہو بغل جاز وخیر وبعکسہ جاز لاخیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابطۃ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہی لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہی
اور اُسکو اختیار ہی لینے نہ لینے مین اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہی بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہی جو مشروط سے بہتر ہی کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ھم قاعدہ یہ ہی کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری
کو اختیار ہی اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہی سو وہ باکرہ ہو یا غلام
عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا البیع لایبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے
بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہی بیان اُسکا یون ہی کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہو یا ایسی شرط ہی

عقد مقتضی ہے بلا شرط تو اُسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اُسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب عقد کے موکد ہے اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اُسکا جواز ثابت ہے چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع مین اُسکا جواز وارد نہین لیکن اُسکا رواج ہے چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو دوخت کر دے یا پرانا پھٹا کپڑا خرید کرنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہین لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے اور مختارات النوازل مین ہے کہ مشروط مفسدہ معاوضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بے عیبی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا تمامت مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا بیع کا اگر اُسمین عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک

شرط علی انها مغنیة ان للبتری لا یفسد وان للرغبة فسد بدائع بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہے تو بیع فاسد نہین اور اگر رغبت کے واسطے ہے تو فاسد ہے کذا فی البدائع ہم سرود از بسکہ شرعاً حرام ہے لہذا اگر اُسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہے ولو شرط حبلها ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلها عیب فذکرہ للبراءة منه حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اُسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو براءت کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اُس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اُنکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرطا انها ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط الاوصاف ان کل وصف لا غرر فیه فاشتراطه جائز لا ما فیه غرر الا ان یرغب فیه اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہے تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہے نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اُسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیة فی فصل الشروط المفسدة متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اُس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اُسمین سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اُسکو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معائنہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہین پھیرنے کا فروع اسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہے تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرؤیة

یہ باب ہے خیار الرؤیة کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافة المسبب الی السبب وما قیل من اضافة الشیٔ الی شرطه غیر ظاہر لما سیجیٔ ان لا الرد قبل الرؤیة اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کی طرف اور وہ جو بعضون نے کہا کہ منجملہ اضافت شئ کے ہے اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے

ثبوت اختیار کی نہ شرط و ثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لانہا
معاوضۃ فلیس فی دیون و نقود و عقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرویۃ فتح خیار الرویۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنے وہ صلح جو شی معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور اُن عقود مین جو فسخ کرنے
سے فسخ نہین ہوتے خیار الرویۃ مین نہین کذا فی الفتح ھم فتح القدیر مین ہی کہ جب دیون مین خیار الرویۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ
مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اُسمین خیار ہی اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ بچہ اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو
صح الشراء والبیع لما لم یرہ یا صحیح ہی مول لینا اور بیچنا اُس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہین دیکھا ھم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی
والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک لم یجز اجماعا فتح و بحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا
مبیع کی طرف یا اُسکے مکان کی طرف شرط ہی جواز کی اور اگر مبیع یا اُسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور
اخی زادہ کے حاشیے مین قول اصح یہ ہی کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہی ھم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہ ہون تو بیع جائز ہی بلا اشارہ اور یہی اصح ہی
او منتقی مین ہی کہ اگر گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہی اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہی کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ انکی طرف
نہ کیا تو جائز ہی انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہین کہ بیع جائز ہی اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا
اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق مین بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی
شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بالاجماع کلام ہی واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا راٰہ اور مشتری کو جائز ہی کہ مبیع کو پھیر دے جب اُسکو دیکھے
ھم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا
تو اُسکو اختیار ہی جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا
اور حدیث مین رویت سے علم بالمقصود مراد ہی بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رویت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے
معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اُسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اُسکو اختیار ہی سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر کپڑا
کو دیکھکر خرید کیا پھر اُسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسی طرح اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جب کوئی مبیع کا حال
اُس سے بیان کرے تو اُسکے حق مین بیان شخص غیر بجاے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ
بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اُٹھالایا مشتری کے گھر تو اُسکو نہ پھیرے جبکہ اُسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہی کہ
جبکہ مبیع کو پہونچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق
قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اُسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہی رویت کے ساتھ بنص حدیث
مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ھم رضا سے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اُسمین تصرف کرے
تو اختیار اُسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے
بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہی فسخ اُسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی
نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا و ثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص مالم یوجد مسقط
اور خیار الرویۃ مطلقا ثابت ہی بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہی یہی قول اصح ہی کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھم اور غیر اصح یہ قول ہی کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رویت کے بعد وھو مبطل خیار الشرط مطلقا ومفید الرضی بعد الرؤیۃ لا قبلہا قدرا اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہی جو خیار الشرط کا مبطل ہی مطلقا یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہی رضامندی کا بعد رؤیت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ھم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرؤیۃ درر من خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہی وتشترط الفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہی تا دھوکھا نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تردد سے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکھا نہ کھاوے ولا خیار للبائع مالم یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول صحیح مین ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اوسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اسکو فسخ بیع مین اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وکفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود کوجہ صبرۃ ورقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منھ دیکھنا ھم یعنے تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے کیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہی یعنے جیسے اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجائے کل کے ہی ہان اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو یہان بعض کا دیکھنا کافی نہین اسواسطے کہ اسکی افرادین تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جبتک سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق مین ہی لونڈی غلام کی ہتیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہین شرنبلالیہ مین ہی کہ بنی آدم مین اگر جمیع اعضا دیکھے سواے چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہی کذا فی الطحطاوی ووجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہی قول صحیح مین یعنی چہرہ اور پٹھا دونون کا دیکھنا ضرور ہی ھم سواری کی قید سے بکری گا نے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا ورؤیۃ ظاہر ثوب مطوی وقال زفر لابد من نشرہ کلہ وھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا اس کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے مین ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لابد من رؤیۃ داخل البیوت وھو الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرۃ وہذا اختلاف زمان لا برہان ومثلہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھریون کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہی اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ بنابر اختلاف زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہی باغ کا گنجان درخت ہون یا متفرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہی اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہونے مین بخلاف ہمارے دیار کے کہ انھین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہین تو اب ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہی دیار مصر اور شام اور عراق مین تو معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہی نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات مین بھی خارج سے دیکھنا کافی نہین کذا فی النہر وکفی جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہی یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہی اسواسطے

اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہوجاتی ہی تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو خیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا دبال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے
کے معلوم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی و نظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریۃ اور جو گوسفند یا لود دودھ و بچہ لینے کے واسطے ہو تو اُسکے
تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہی کذا فی الظہیریۃ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گائے اور اونٹنی شیردار کے تھن کا دیکھنا کافی ہی اسواسطے
وہی مقصود ہی کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہی لا خارج دار و صحنہا علی المفتی بہ
کما مرا ورویۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اُسکے صحن کا دیکھنا موجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکھنا تیل کا شیشے
مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رویۃ وکیل قبض اور کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو
میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین و وکیل شراء اور کافی ہی دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل
ہو کر فلانی چیز خرید کر لا ورویۃ رسول المشتری وبیانہ فی الدرر کافی نہین رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اُسکا دُرر مین ہی اور صورت رسالت یہ ہی
کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہونچا دے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط
خیار ہی جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ ہو
کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہی عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اُسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر
کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم ازانجملہ اُسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقًا
نہین اور نہ لائق قضا و امانت عظمیٰ یعنے بادشاہی اور اُسکی آنکھ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اُسکی امامت نماز مین مکروہ ہی مگر اسوقت مکروہ
نہین جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اُسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہین اور اُسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے نہین دیکھا او وصف مبیع
بجاے اُسکی رویت کے ہی کذا فی الاشباہ و سقط خیارہ بجس مبیع و شمہ و ذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے
اور اُسکے سونگھنے اور چکھنے سے اُس چیز مین جو معلوم ہوجاتی ہی اس سے یعنے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے و وصف عقار و شجر و عبد و کذا کل ما لا یعرف بجس
و شم و ذوق عد رویۃ اور ساقط ہوتا ہی خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے
سے معلوم نہین ہوتی اُسمین ذکر وصف بجاے رویت مسقط خیار ہی ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہی اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف
بمنزلہ رویت ہو او نظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہی اُسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے
لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اُسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہوگیا تو اُسکا اختیار
بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت للمذکورات کشم الاعمی وکذا رویۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا منہ
قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات لا انہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل
علی الرضی من قول او فعل او تعیب او یہلک بعضہ عندہ ولو قبل الرویۃ یہ سب کچھ اُسوقت ہی جب کہ اشیاے مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے
کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اُسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اُسکے خرید کرلے کے یعنے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے
ڈھیر یا چہرۂ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اُسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے اختیار ثابت
ہی یہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہین جیسا کہ بعضون نے اُسکو غلط سمجھا ہی تو اُسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے
وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رویت ہو

اور بصورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیر نے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہی مثلاً
دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا
بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو
خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہی کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ
ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار عیب
کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی النہر ہم طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہی جو
شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہی جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا
ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون
کپڑے خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہی اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین
یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہی ولو اشتری ما رآہ حال کونہ قاصد الشراء عند رؤیتہ فلو رآہ لا لقصد شراء ثم شراہ قیل لہ الخیار
ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم
بعدم الرضی در فلا خیار لہ اذا تغیر فیخیر اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہی
تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے
کہا کہ اسکو اختیار ہی کذا فی الظہیریۃ اور اسکی وجہ ظاہر ہی اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہی
مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نجانے کہ اسکو مین دیکھ
چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ہم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہی اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے
یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہی اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی
کہ قوت دلیل ہو جب اعتماد تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہی اور صورت عدم علم کی یہ ہی کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی
خرید کی اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہی جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپیٹا
نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا رای اثوابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار کذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما
یکون الاردی بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور
اسی طرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہی اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب
عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر منجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہوگا قسم کے ساتھ جب کہ
بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اسوقت ہی کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے
سے اور ظہیریہ مین ہی کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہی ہم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

ظاہر القلیل ہے یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہی لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا مشتری کا قول معتبر
ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور جانورون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہی چارہ
وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینه لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ
لانه ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اگر دونون اصل رویت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہی رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی
وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات لو فیه خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین
بیع قطعی بلا خیار مین یا اُس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہی تو مشتری کا قول معتبر ہی ھم یعنے بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری
کا قول معتبر ہوا و مبیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیه خیار
عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہی تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق یہ ہی کہ مشتری فسخ
بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنی جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنی خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب
مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی
واشتری عدلا من متاع ولم یره وباع اولبس منه ثوبا بعد القبض او وہب وسلم رده بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض
یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبله فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامها وخیار العیب یمنعه قبل القبض لا بعده خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین
اور ایک کپڑا اُسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرادیا تو اُسکو پھیر سکتا ہی خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے
قاعدہ اسکا یہ ہی کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہی اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ
تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہی قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطه عن الثانی لا کخیار شرط وصححه قاضی خان وغیره
اور کیا عود کرتا ہی خیار الرؤیۃ بعد اُسکے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار شرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان
وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اُسپر موہوب لہ کا قبضہ کرادیا پھر اسکی طرف اُس چیز نے عود کیا بسبب
فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اُسکو بائع اول کی طرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہی اور جب چیز ساقط ہوگئی تو اسکا عود بلا سبب
قوی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یره لیس للبائع مطالبته بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے
طلب نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلهما الخیار مجتبے اور اگر عاقدین نے باہم خرید فروخت کی عین کی بعوض عین کے
مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہی کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اُس عوض کا جو اُسکو حاصل ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن البحر شری جاریۃ بعبد والف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انه لا خیار فی الدین خرید کیا
لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر
حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اختیار ثابت نہین دین مین یعنی زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر
بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر له یستحق الثوب المقر به فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیۃ ارادہ کیا زمین
کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اُسکی یہ ہی کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اُسی کپڑے کو زمین کے
ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اُس کپڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے

اور وہ جائز نہین مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیۃ ط حم طحطاوی نے کہا یہان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ اگر مشتری دونون مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اُسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اُسکے اقرار کرنے سے شری شیئین وباحدہما عیبا ان قبضہما رد المعیب والا لا اما مرخرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہی اگر دونون پر قبضہ کرچکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا ام مذکور یہ ہوچکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرنے کے جائز ہی بسبب تمام ہوجانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین ہو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہی جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل نہو و شرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا من وجد بمشریہ ما ینقص الثمن ولو الیسیر جوہرہ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن اور وہ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اُسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین حم تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اُسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہوجاوے دستکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ کا ہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اُسکے لوگ معتبر ہین اور صنعتون مین اُسکے اہل کا اعتبار ہی انتہی اور یہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ اُنکی تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتری کو رد مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہی اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا ہان اگر مبیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اُسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اُسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہی اول یہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھونا النادر صورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط براءت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سواگر زائل ہوگیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہوجاوے یا تپ زائل ہوجائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی وما لم یتعین لمساکہ کحلالین فاحرما او احدہما در صورت عیب اُسوقت تک اختیار ہی جب تک امساک مبیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہی بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ آلاف لم یرد بعیب بخلاف خیار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا فوجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اُسکی تین ہزار ہین تو رد بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرویۃ کے کہ اُسمین رد بیع کرسکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اُس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خرید کیا اور اُسمین عیب پایا اور کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہین وہذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ لینے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی اُن چھ مسئلون سے جنمین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکر فی شرحہ للملتقی معزیا للقنیۃ انہ قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ کا ہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ہم چنانچہ

غلام کو بیچ کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مین نے
ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا
بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور اقرار مین کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری
الی البائع فی البلدة ولم یختف عنده فانه لیس بعیب چنانچہ غلام مین بھاگنا عیب ہی مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر مین بائع کے پاس گیا
اور اسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہین یعنی اگر دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور
والاحسن انه عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہی یا نہین اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی ھم اسمین تین قول ہین ایک قول کو
تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جانورون کا
بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبة البائع بالثمن قبل عوده من الاباق ابن ملک۔ قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام
کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقة الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی اولیسیر کالفلس والفلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے مولی سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ھم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے
یا کھانے سے زیادہ چراوے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہی ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعه بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام
نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب اسکے منقطع ہونے کے دونون چوریون سے ملاکر ھم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہی
کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب نصف
ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذه رجع بثلثة ارباع ثمنه عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین
ربع اسکے ثمن کے پھیر لے یعنے پون قیمت کذا فی العینی وکلها تختلف صغرا ای مع التمییز وقدروه بخمس سنین او یاکل ویلبس وحده وتمامه فی الجوهرة فلو لم یاکل ویلبس
وحده لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانها فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانة عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی
اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور
پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہی اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا
بیان اسکا جوہرہ مین ہی سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحال
بان ثبت اباقه عند بائعه ثم مشتریه کلاهما فی صغره او کبره له الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے
پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے ھم جب طفلی یا جوانی مین
دونون کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقلی اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا
فقط مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونه عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین سو واسطے کہ
وہ نیا عیب ہی ھم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت مین تو اب مشتری اسکو اس عیب سے پھیر نہین سکتا کیونکہ
طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوائے اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز
نہین مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعه ثم حم عند مشتریه ان من نوعه له رده والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے
پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اسکو پھیرنا جائز ہی اور اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ھم خانیہ مین مذکور ہی کہ نوع حمی سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی وبقی لو وجدہ

یبول ثم تعیب حتی رجع بالنقصان ثم بلغ ہل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر

پیشاب کرتا پایا پھر اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیر لے

مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب قواعد مذہب یہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون

ہو اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور جنون یعنی دیوانہ ہونا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح

ھم یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اُس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہی اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی

کذا فی الطحطاوی وبہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت

ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اُسکا نام عقل ہی اور اُسکے کان دل ہی اور اُسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر وہو لا یختلف

بہا لاتحاد سببہ بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اُسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیوب کہ مذکور

ہو چکے یعنے اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح العینی ھم جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون

ہوا طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ فوق

یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اُسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی

اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولا بد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا در والا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ

فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد مبیع بلا معاودت

جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ھم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اُس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی

کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر مین

کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی ھم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان

قاضی اور مفتی مخیر ہین الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص والعمی

والعور والحول والصمم والخرس والقروح والادر انثی عیوب اور کوڑھ اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان

عیوب ہین وکذا الادر وہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ھم

بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا العنۃ والخصاء عیبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرہ

اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اُسکو تندرست نر پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا

تو مشترو ولسے عمدہ پایا والبخر من الفم والذفر من الابط وکذا من الانف بزازیۃ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصۃ

اور بخر یعنے گندہ دہنی اور ذفر یعنے گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین

اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ ھم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنے لونڈی کی خرید سے

ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ اشیا اُسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو

یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیہ بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اس طرح پر کہ میان کے

پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی **او یکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین** یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو بطرح
کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہی غلام مین بھی **واللواطۃ بہا عیب مطلقا** اور لواطت لونڈی مین عیب ہی مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت
لیکر اسواسطے کہ مانع ہم بستری ہی کذا فی البحر **وبہ ان مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیہ** اور لواطت غلام مین عیب ہی اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی دلیل ہی
اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ م اُبنہ اُس علت کا نام ہی جسمین ایسی چل ہو سرین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہی یہان تک جانورون
مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت اُبنہ کی دلیل نہین بلکہ حرص مال کی علامت ہی اور یہ مراد نہین
کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہین شرعا اسواسطے کہ شرعا قبیح اور معیوب تر ہی زنا سے **وفیہا شری حمارا تعلوہ الحمر ان طوعا فعیب والا لا** وقنیہ مین ہی کہ خریدا گیا گدھا جسپر
گدھے چڑھتے ہین اگر برضامندی اُسکی یہ فعل ہوتا ہی تو عیب ہی کہ مرض کی دلیل ہی اور نہین تو عیب نہین **والتخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد لا ان قل بزازیہ** اور
زنخا اور جھلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ **والکفر باقسامہ وکذا الرفض**
والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لا نصا عیب ہی لونڈی غلام مین اگرچہ
مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج م حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہین وہ رافضی جو شیخین کو
برا کہے اسواسطے کہ وہ کافر مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی **وعدم الحیض لبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع**
قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہی اور عدم
حیض معلوم ہوتا ہی لونڈی کے کہنے سے جبکہ اُسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہی کذا فی الملتقی **ولا تسمع**
فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی او مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر مین ابو یوسف کے نزدیک م اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور
امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہی نہ صغیرہ اور آئسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین
ہی کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے **والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد** اور استحاضہ اور قدیم
کھانسی عیب ہی نہ عادت کی کھانسی م بحر الرائق مین ہی کہ مرض کی کھانسی عیب ہی قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی **والدین الذی یطالب فی الحال لا المؤجل**
بعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اُس دین کا ہونا عیب ہی جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اُسکی آزادی پر
معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اُسکو مسکین نے ذخیرے سے نقل کیا ہی م دین مؤجل بعتق وہ ہی جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولی
لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان ولائہ ومیراثہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہی اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہی م
وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہی کہ ارباب دیون مولی اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی **والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج**
کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثولول بمثلثۃ کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایۃ اور بال اور نزول آب
آنکھ مین اور اسی طرح ہر مرض آنکھ مین عیب ہی کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسا ثؤلول بثاے مثلثہ بروزن زنبور
چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اُسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے مین کثرت
کی قید لگائی ہی یعنے مسون کی کثرت عیب ہی نہ قلت **وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا** اور اسی طرح داغ عیب ہی اگر آگ سے بسبب بیماری کے
داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین **وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد** اور ایک انگلی کا کٹنا
ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہی **والحسر** [illegible]

بسیارہ فقط لان یعمل بالیسین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائین ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے جیسا کہ
فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہین بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرب خمر جہرا وقمار ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ
اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اُنکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختان لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر
بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہون ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہین اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے
صغیر ہو یا کبیر اُسکا عدم ختان عیب نہین اور قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق مین عیب تھا اب ہمارے زمانے مین عیب
نہین کذا فی الطحطاوی وعدم نہق حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور
کم کھانا جانورون کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ مین ہے کہ ترک نماز غلام مین موجب رد
نہین وفیہا لو ظہر ان الدار مشؤمۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد
بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے مین خواہش نہین کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ
برانا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اُسکے سوا عیب بہت ہین حق تعالی ہمکو اُنسے بچاوے آمین

حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش واما قبلہ فلہ اخذہ او ردہ بکل الثمن مطلقا
پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب
قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اُسکو لے معہ نقصان کو کم کرکے یا اُسکو
پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ او ردہ سے فقط اور اُسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ
معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنے قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہین یا
نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اُسکی پانچ صورتین ہین بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے
فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اُسکو چھوڑدے اور چاہے لے بحصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر
عیب مشتری سے ہوا تو اُسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہین کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور
اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اُسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اُسکو ترک
کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اُسکو عیب
قدیم کے سبب سے پھیر نہین سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل
سے ہو تو بحکم شرع جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ حال معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب
ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اُسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچون صورتون
مین جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنے کرلیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اُسمین پھیر دینا ممکن نہین لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا
بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یون کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ
فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اُسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہین
ہم نہر الفائق مین قاضی خان کی شرح سے صریح ہے کہ دو صورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

وہ اختیار کا منکر ہو انتہی تو بائع کا قول اُسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی **ولا یرد جبرا ما له حمل ومؤنة**
الی بلد العقد بجبر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اُسمین پھیر دینا جائز ہی باوجود
باربرداری کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بمنزلہ عیب حادث کے ہی کذا فی النہر **رجع بنقصانه الا فیما استثنی وعنه بالواشتراه تولیة او خاطه لطفله**
زیلعی او رضی به البائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لے مگر اُن مسائل مین رجوع
نہین جنکا استثنا ہوگیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہوچکے بزازیہ سے اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اُسکو اپنے طفل صغیر
کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہوگیا کذا فی الجوہرہ ثم رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے
پھر عیب کے ساتھ کیجاے یعنی عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے
کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کردیا تو ثمن کا دسوان حصہ پھیر لے یعنی ایک درم اور اگر
ثمن دوسو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ
بعد اسکے متن مین موجود ہی وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہی کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اُسمین ایک قدیم
موجود تھا تو اُسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضاے تولیت یہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور
خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اُسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کرسکتا اسواسطے
کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کرکے کذا فی الطحطاوی **وله الرد برضی البائع** اور اُسکو پھیر دینا جائز ہی بائع کی رضامندی سے ثم یعنے اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور
مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع
اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اُسکے ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر در صورت رضاے
بائع مشتری مختار ہی پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی **الا لمانع عیب او زیادة کان اشتری ثوبا فقطعه فاطلع علی عیب قدیم رجع**
ہی **بنقصانه لتعذر الرد بالقطع** بشرط رضاے بائع پھیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا بسبب زیادت مانع کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پھر اُسکو قطع کیا پھر مشتری اُسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے
ثم یہ مثال ہی عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی **فان قبله البائع** کذلک **له ذلک لانه اسقط حقه** پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا
کپڑا قبول کرلیا تو اُسکو جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق ساقط کردیا **ولو اشتری بعیرا فنحره فوجد معاه فاسدا لا یرجع لافساد مالیته** اور اگر اونٹ خرید کیا
پھر اُسکو حلال کیا اور اُسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنے حلال کرنے سے مالیت فاسد
ہوگئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہوگیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اُسمین افساد مالیت نہین لہذا اُسمین رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع **لو باع**
المشتری الثوب کله او بعضه او وهبه بعد القطع لجواز رده مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقوله چنانچہ رجوع نہین کرسکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا
کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے بیچ کے کاٹ کر نہ سیکر چنانچہ اُسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا
فلو قطع المشتری وخاطه او صبغه بای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع
بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزیادة لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی به درر وابن کمال پھر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا
اور سیا یا اُسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیرے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہوجانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہی بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہوجاوین تو حاکم اسپر حکم نہ کرے کذا فی الدرر ابن کمال ہم زیادتی مبیع مین امتناع رد اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہوسکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو بہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہی سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی

کما یرجع لو باعہ ای المبیع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اُسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو مبیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اس طرح ہی کہ مبیع کو لباس یا رکوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہی بیع پر تو بیع کو امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا لہذا رجوع نقصان مین اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی **او مات العبد** المراد ہلاک المبیع عند المشتری **او اعتقہ** او دبرہ او استولدہا او وقف **قبل علمہ** بعیبہ یا غلام مر گیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اُسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اُسکے عیب پر دریافت ہونے سے پہلے **او کان المبیع طعاما فاکلہ او بعضہ**

او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اُسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیرے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہی کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کھانا کھایا ہی اُسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط ہی کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور یہی قول ہی امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک وصحح وقلت نقل ما فی الاختیار والقہستانی ترجیح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتنون مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اُسکے حصے کے موافق کم ثمن کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب مین آویگا مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہوجا ہم قیاس یعنے رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہی یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہی نہ استحسان کذا فی الحلبی **ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ**

طفلہ او امراتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی العیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فتقیید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشئی لامتناع الرد بفعلہ اھ اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اُسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مسائل مین قبل رویت کو ذکر کیا ہی اور اُسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہی یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اولے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا

تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھ بھی رجوع نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اُسکے فعل سے حم عینی کے کلام مین تناقص ہی شرح کنز مین بعد یت مذکور ہی اور
شرح مجمع مین قبل رویت حلبی نے کہا روایت مجمع یہی حق ہی والاان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی بیع اور موت و اعتاق
اور تدبیر مین کچھ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع البائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہی کہ جہان کہین بائع کو
مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہی کذا فی الاختیار حم بحر الرائق
مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ جب ارد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہی اور جب
رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا گم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا
اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل اقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے
قول پر ہی اکل طعام مین اور ثابت رکھا ہی اُسکو قہستانی نے حم ذکر فتوی عنقریب مذکور ہوچکا تو مکرر ہو گیا شری نحو بیض او بطیخ کجوز و قثاء فکسرہ
فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علف الدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ
یا ککڑی کھیرا پھر اُسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہی اگرچہ جانورون کا چارہ ہوسکے تو اُسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہی اگر اُسمین سے بعد عیب
دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اُسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع
نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اُسکا عیب جان گیا قبل اُسکے توڑنے کے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی
وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو
کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ
عندہما نہر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر حم نہایہ مین ہی
کہ صاحبین کا قول اصح ہی قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی ہوتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین
صحیح ہی اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب
عندہما وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اُسکو مشتری نے کھایا پھر اُسکے بائع نے اُسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو
پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہی حم یعنے ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہوگیا ہو پھر قدر تفاوت کو
بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی وباع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب رد علی بائعہ لو رد علیہ بقضاء لانہ فسخ لم یحدث بہ
عیب آخر عندہ فانہ یرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اُسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے
تو زید اُسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہوا سواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہی اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا
عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیر لیگا حم مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر
مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اُسکے پاس پیدا ہوا اور اُسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اُسکے بائع سے
یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہی کذا فی الطحطاوی عن المجسمر وہذا لو بعد
قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط درر اور یہ یعنے رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اُسوقت ہی جب کہ مشتری
ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہی

غیر الرضی مین مانند رد خیار الرویۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی مبیع کا
اُسکے بائع پر مطلقاً جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو تشبیہ ہی رد مطلق مین اور راضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اُسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی
کذا فی الطحطاوی ولہذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنے جواز رد اُسوقت ہی جب کہ مشتری اول نے اُسکو بیچا ہو عیب پر
مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہوا سواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہی رضامندی
کی وہذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلہ الرد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہی بسبب نہ تعین
ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہی کذا فی شرح المجمع مع بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جاوے
اسواسطے کہ اُسمین رد بیع فسخ ہی بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جبکہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری
ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اُسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو رد برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ
اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اُسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل
نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہی اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر اور قول غیر صحیح یہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو
چنانچہ زائد انگلی تو اُسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح **ادعی عیباً موجباً**
للفسخ او حط الثمن **بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرہن** المشتری لاثبات العیب **او یحلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن**
ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اُس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر
بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اُسکا قسم کھا دے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون **وان ادعی غیبۃ شہودہ دفع**
الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ثم اگر مشتری
اُسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا **ولو قال احضرہم** الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اُسکو
مہلت دے **ولو قال لا بینۃ لی** فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافاً لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا
تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح **ولزم العیب بنکولہ** ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ
انکار قسم حجت ہی ماسواے حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقاً ونحوہ مما یشترط فیہ وجود العیب عندہما کبول وسرقۃ وجنون **لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ**
للحال حتی یبرہن المشتری انہ قد ابق **عندہ فان برہن حلف بالله ما ابق** بالتحریر الی آخرہ او ما سرق وما جن قط وفی الکبیر بالله ما ابق مذ
بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغراً وکبراً مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہی جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب
عاقدین کے پاس مشروط ہی چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اُسکے بائع سے جب وہ اُس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ
مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر گواہی سے ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اُسکے بائع سے یون قسم لیگا
کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے
برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے گریختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گریختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہی کما مر سابقاً اھ اور اگر بائع نے قیام عیب
فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اُسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود
عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اُسنے گواہون سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کا باق وعلم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی
چنانچہ بھاگنا اور اُسکا حکم معلوم ہوچکا ہم یون معلوم ہوچکا کہ گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہین اور
اُسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اُسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گر بختگی کے مانند وہ عیب ہی جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمایش کے چنانچہ بول
بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وصمم واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہی
چنانچہ یک چشمی اور لنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہ دعوی نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا ہم اسی طرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے
وقت یا اُسنے ابراء عیب کا دعوے کیا سو اگر اُسکا دعوے ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا والا مشتری سے قسم
لیجائیگی پھر اُسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل والاثبات عند البائع
قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے
ثابت کرنے کے واسطے اُسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہی ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اُسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم تحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی تنگی
تو ایک عورت کا قول کافی ہی پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہی
پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ الرجال
والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو
قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوے کیا کہ وہ خنثی ہی تو اُسمین بائع سے قسم لیجائے یعنے جب اُسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت
تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ لبعض بیع من غیر مالک
کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہی چاہے باقی مین بیع قائم رکھے
چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے
قیمی اور مثلی مراد ہی کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجئی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو مشتری مختار قیمی مین
نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہی نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنے اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی مین مختار ہی چاہے اُسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شی واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو
بھی اُسکو باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اُسمین بعض
مستحق غیر ہو تو اُسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اُسمین اختیار پھیرنے کا نہین کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدہما
دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اُسکا حکم وہ ہی جو ما قبل
قبض کا حکم ہی یعنے اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی وہو ای خیار العیب بعد رویۃ العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی
غریب بحر اور وہ یعنے خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہی یعنے فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہی سو غریب ہی
یعنے قول ضعیف ہی کذا فی البحر ہم حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہی یعنی اب

سلہ مترجم کہتا ہے کہ [illegible] ۱۲

اسکو پھیرنے کا اختیار نہین کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد مالم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے
جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی تا وقتیکہ مبطل خیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح
وفی الخلاصة لولم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیرے و اللبس والرکوب والمداواة له وبه یعنی رضی بالعیب الذی یداویه فقط مالم ینقصه برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی
ہی عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج مین صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہی فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نہ کردیا ہو
کذا فی البرجندی ہم یعنے اگر مبیع غلام ہی اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہی کیونکہ یہ دلیل ہی اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام مین دو بیماریان ہین اور ایک
بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہوگیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ مین درد تھا
اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہوگیا یا آنکھ مین اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس اسمین دوسرا نقصان پیدا ہوگیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہو
رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہی ومنه العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہ زیوفا فعرضها
علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیه ام لا او عرضه علی المقومین لیقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہی مبیع کا بیچنے کے واسطے سوا
دراہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تا کہ وہ دیکھے کہ
اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہی یا نہین یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہین ہم اور منجملہ دلائل
رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہی بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہی کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہی نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال البائع
اتبیعه قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکه بزازیه اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہی اسنے کہا ہان تو بیع لازم ہوگئی اب
خیار العیب سے نہین پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہی اور نہین کہنا بائع کی ملک
ثابت رکھنا ہی کذا فی البزازیه یعنے یہ چیز میری مملوک نہین اسواسطے کہ مین اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہی لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او للشراء
العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بدله منه ای الرکوب لعجز او صعوبة رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے
چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہی بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنے
مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہی کہ بدون سوار ہونے کے نہین ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی
کی نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہی وہل ہو قید للاخیرین او للثلثة استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم
الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہی یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہی اور اسی پر مصنف نے
اعتماد کیا ہی اپنی شرح مین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور اسکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بدله
قید ہی اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہی انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثه اور اگر شارح بجای اول
ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہی اور دوسرے مین تفصیل ہی کذا فی الطحطاوی ولو قال
البائع رکبها لحاجتک وقال المشتری لا بل لاردها فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے
کہا نہین بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہی کذا فی البحر وفی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی

کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اُسپر بوجھ لادا تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اُسکو پھیر سکتا ہی ھم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر
نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہوجانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ پھیر سکتا ہی بقیاس اُسکے چارہ لادنے کے انتہیٰ
تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی **اختلفا بعد التقابض فی** عدد المبیع او احدہما مستعد ولیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض
فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفة او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد
مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہوجاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ
وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اسکی صفت مین یا تعیین مین ھم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت کہ دو غلام
خرید کیے بائع نے مشتری سے کہا کہ تیرے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رویة
فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو
پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیة کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اسکو پھیرے
خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ھم اختلاف
طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہی تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہو چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی
واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقة واحدة خرید کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین بصفقة واحدة خرید کین کہ اُنمین سے فقط ایک
چیز سے انتفاع مقصود ہی ھم شارح نے تصحیح کردی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا
مذکور نہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی ھم فقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض
اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونون کو
لے یا دونون کو پھیرے ھم یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے
اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین **ولو قبضہما** رد المعیب بحصتہ سالما وحدہ **لجواز التفریق بعد التمام** اور اگر دونون
چیزون پر قبضہ کرلیا تو فقط عیبدار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہوجانے صفقہ کے اسواسطے
کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر **کما لو قبض کیلیا** او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما بالآخر بحیث لا یعمل
بدونہ ووجد ببعضہ عیبا فان لہ ردکلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد وقیل فی الاولین انہ کالثیابیة وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون
اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا
ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اُسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے یا عیبدار کو بھی
رکھے اُسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاے مذکورہ شی واحد کے مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایة اور یہی صحیح
تر ہی کذا فی البرہان **اشتری جاریة** فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوة ثم وجد بہا عیبا **لم یردہا مطلقا** ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی
ماؤہا وہو جزؤہا خرید کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اُسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب پایا تو اُسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ
وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اُسکی منی نکالی اور منی اسکا جزو بدن ہی
ھم یعنے اگر اب پھیر دے تو ایسا ہی کہ گویا اُسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ خروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی میں ہے ولو الواطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا بحر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہو اگر وہ ثیبہ ہے
تو اسکو پھیر دیگا اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر **ورجع بالنقصان** لامتناع الرد یعنے اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے
بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا لم یردہا بل یرجع باربعین وربما النقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ
لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردہا لعدم المشروط اور منظومۂ محبیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے
بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر
ثیبہ ہو بسبب نہونے مشروط کے ھم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی
اور ملتقط کی روایت اسپر محمول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا
البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع **ولیعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث** لعود الممنوع بزوال المانع درر فیرد المبیع مع
النقصان علی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے
تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے
ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر ھم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنے جبکہ
پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اُسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی **وظہر عیب بمشتری** البائع الغائب واثبتہ
عند القاضی **فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتری** الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی
الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اُس چیز میں جو خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے
پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اُسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے
کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ھم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت
کی تصحیح ہے اور کتاب القضا میں عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر
حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اُسکے واسطے کوئی
رائے نہیں باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا **قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع** کقتل او ردۃ والمقطوع
او امسکہ ورجع بنصف ثمنہ مجمع **واخذ ثمنہا** ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اُس سبب سے جو واقع ہوا تھا
بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنے مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو
رکھ لے اور اُسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ھم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس
اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اُسکا پھیر لینا قبول کرے تو پون
ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لا
کالعیب خلافا لہما اور اگر اُسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے
رجوع کریں یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اُنکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے
نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ھم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیرے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی **وصح البیع بشرط البراءة من کل عیب وان لم یسم** خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا تصح عنده وتصح عندنا لعدم افضائه الی المنازعة **ویدخل فیه الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرده بعیب** اور صحیح ہی بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اُنکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے نزدیک صحیح ہی اسواسطے کہ عدم تعین برأت مین منازعت کو نہین پہونچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہین سکتا اور برأت عیب کی یہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہی کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برارت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اُسکا واقف ہو یا نہو اُسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد ومالک بالموجود کقوله من کل عیب به اور محمد اور امام مالک نے برارت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہی تو اُسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت مین مشتری پھیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہی ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہی کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اُسمین ترک ہے کذا فی الحلبی **ابراه من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن** واعتمده المصنف تبعا للاختیار والجوہرة لانه المعروف فی العادة **وما سواه فی العرف مرض** بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوائے بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہی اسواسطے کہ لغت مین ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح **ولو ابراه من کل غائلة فهی السرقة والاباق والزنا** اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہر چند لغت مین غائلہ بمعنی شر اور بدی ہی لیکن یہ تخصیص عرفی اسواسطے ہی کہ مدار احکام عرف پر ہی **اشتری عبدا فقال لمن ساومه ایاه اشتره فلا عیب به فلم یتفق بینهما البیع فوجد مشتریه به عیبا فله رده علی بائعه بشرط** ولا یمنعه من الرد علیه اقراره السابق بعدم العیب لانه مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام مین عیب پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اُسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اُسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم یعنے آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اُسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ موٹے کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہی اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی **ولو عینه** ای العیب **فقال لا عور به او لا شلل لا یرده** لاحاطة العلم به الا ان لا یحدث مثله کلا اصبع به زائدة فوجدها فله رده للتیقن بکذبه اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اُسنے نہ خرید کیا اور پھر یہی عیب اُسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام

مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اُسکی زائد اُنگلی نہیں پھر مشتری نے زائد اُنگلی اُسمین پائی تو اُسکو
اس صورت مین پھیر دینا جائز ہی باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہو جانے اُسکے جھوٹ کے **قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشتره منی فاشتراه**
وباع من آخر فوجده المشتری الثانی آبقا لایرده بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن انہ ابق عنده لان اقرار البائع
الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہی تو اُسکو مجھسے خرید کرلے سو اُسنے اُسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اُسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اُسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تا وقتیکہ گواہون سے ثابت نکرے
کہ وہ اُسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہی اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے
اقرار کا مصدق نہین ہو سکتا کذا فی الطحطاوی **واشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا** لانہ استخدام
خریدکی شیر دار لونڈی سو اُسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اُسمین عیب پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہی
ہم یعنے اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہی بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شروح مجمع وحررناہ فیما
علقناہ علی المنار بخلاف اُس بکری کے جو کم شیر تھی سو اُسکے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوہا تا اُنمین دودھ جمع ہو رہے اور مشتری
گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہی تو اس بکری کو نہ پھیرے اُسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار
کذا فی شروح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہی منار کی شرح مین بحالو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضے استحسانا
لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من الخادم
بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہی اور مبسوط مین ہی کہ استخدام بعد دریافت
ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہی تنگی نہین اور
استخدام آزمایش کے واسطے بھی ہوتا ہی کہ مملوک لائق کار ہی یا نہین اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہی
مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری مین ہی کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے
خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر **قال المشتری لیس بہ ای بالمبیع**
اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد اُنگلی یا مانند
اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بدون
قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہی کیونکہ اُنگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہی
جو بائع کے پاس موجود تھا **باع عبدا وقال للمشتری بریت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجده ابقا فلہ الرد ولو قال**
الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون
راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اُسکو
مشتری نے بھگوڑا پایا تو اُسکو پھیرنے کا اختیار ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین اُسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوائے اسکے بھاگنے کے
تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہین کی اور نہ اُسکو موصوف بگریختگی کیا تو اُسکا
قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اُسکی طرف نسبت کیا تو اُسنے خبر کردی کہ وہ بھگوڑا ہی تو مشتری

راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذافی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین وفیہا لو بری من کل حق لہ قبلہ دخل فیہ
لا الدرک اور خانیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اُسکے براءت کی تو اس قول مین براءت عیب داخل ہوگی نہ درک یعنی اگر مشتری
نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑ دیا تو اُسمین عیب داخل ہی نہ درک یعنے اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہی اور اگر مبیع مستحق غیر ثابت ہو دوسرے کا مال ہوجانا
تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنے اگر یہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہین جو اُسکی
براءت سے ساقط ہوتا کذافی الطحطاوی مشتر العبد او الامۃ قال اعتق البائع العبد او دبرہ او استولد الامۃ او ہو حر الاصل وانکر البائع حلف
بعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہی
اور بائع نے اُسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنے درصورت عدم شہادت
قاضی قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا موجب اُسکے
قول کے یعنے عتق اور مانند اُسکے اسواسطے کہ مشتری اُسکا اقرار کرچکا ہی یعنے عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہوجایگی
مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہی نہ ثمن پھیر سکتا ہی رجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع ازالتہ عن ملکہ
الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وہو ملک فلان او صدقہ فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کانہ وہبہ
اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اُس غلام یا لونڈی مین معلوم ہوا اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ
ہی اپنی ملک سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی یہ رجوع نقصان اس صورت مین درست نہوتا اگر مشتری نے
غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہوتا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان
شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے بھی اُسکی تصدیق کی اور اُس غلام کو لے لیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کرسکتا بسبب ازالہ اُسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے
گویا مشتری نے اُسکو ہبہ کردیا وجد المشتری بالغنیمۃ محرزۃ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فتقیید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیہما لان الامین
لاینتصب خصما عیب کو پایا غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین آکر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اُسکے امین سے
کذافی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ ہونے کی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور اُسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت
نہین ہوسکتا امین سے عام مراد ہی تا دلیل مدعا کے موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہی بیت المال کا کذافی الطحطاوی بل ینصب لہ الامام
خصما فیردہ علی المنصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ ولا اقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اُسکے واسطے ایک
شخص کو مدعا علیہ بناکر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنے انکار قسم اور حالانکہ
نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہین ہم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذافی الفتح فاذا رد علیہ العیب بعد ثبوتہ یباع ویدفع الثمن
الیہ ویرد النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اُسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوے اور
ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اُسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہی کذافی الدرر یعنے امام اُسکو بیچ ڈالے
اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اُسمین سے ثمن پورا کردے اور اگر خمس مین سے ہو تو اُسمین سے دے اور اسیطرح اگر ثمن
ثانی ثمن اول سے زیادہ ہی تو زیادتی کو بھی وہین رکھے جہان کی مبیع ہو کذافی الفتح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان
یدفع البائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اُسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند

دراہم مشتری کو دے اور مشتری اُسکو نہ پھیرے تو جائز ہی اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ھم بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب ساقط ہوتا
وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہوجانے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برات ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس
وھو ان یعطیہ ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ لا یصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور بالعکس اُسکے وہ یہ ہی کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری چند
دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہین سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہی ھم سوداگرون کی اصطلاح مین
اُسکو ہمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہی کیونکہ رشوت ہی ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہی کہ رشوت اور ہدیہ مین یہ فرق ہی کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے
کو کچھ دے بشرط اُسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم بریٔ او ظہر ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع بما
ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور صغری مین ہی کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل
ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اُسمین کچھ عیب نہین تو بائع کو جائز ہی کہ جو دیا ہی اُسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیہ
رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا یساوہ لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل بیع کے
عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اُسمین موجود ہی قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اُسکی ثمن معین سے برابر نہو تو
موکل کو بیع لازم نہین چاہیے تو پھیر دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چھپانا عیب
کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہی مگر دو صورتون مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمہ ودفع الثمن مغشوشا جاز
ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہی کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنے دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہی اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ھم اشباہ مین
جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یون ہی کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہی اگر اسیر آزاد ہوا اور اگر غلام ہو تو جائز نہین
انتہی اور اسی کے موافق قاضی خان مین یون ہی کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو اُنکو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار
کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز نہین انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہی نہ مشتری غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے
اشباہ کی عبارت مین دھوکا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہی کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے
حاکم کے ظلم مین جائز ہین کذا فی الاشباہ ھم جبایات بباء موحدہ نہ بنون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہین اور وہ جمع ہین جبایت کی جبایت وہ ہی جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہی کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہی سب لوگون کے
حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ھم سب کے حق مین فسخ ہی یعنے بائع اور مشتری کے حق مین فسخ ہی اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہی نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد
بیع مشتری کے مملوک ہین تو اُنکو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک
صورت یہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیری گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ھم صورت اُسکی ذخیرہ مین یون ہی کہ غلام بیچا ایک مرد نے
ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط
یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اُسکو باطل کریگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع
شارح کی عبارت مین فرع ہی بنابر غالب کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ المشتری بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت
یہ ہی کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اُسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہین قبل اُسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ھم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہی کیونکہ مبیع اُسکے پاس ہی اور

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہی وفی البزازیۃ شری عبداً فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان
العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ والحریۃ او الجنون والعمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد
اُسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت
عہدہ امام کے نزدیک باطل ہی اور ابو یوسف نے اُسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد چوری یا
آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اُسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہی وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا
لغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان نقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خرید کیے پھل انگور کے اور
ممکن نہین اُنکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہی اور پھل کم ہو گئے
ہون بھڑون کے کھا جانے سے تو اُسکو فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جسقدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نرہے بھڑونکے کھا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہی کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہی تاکہ اُسکی منفعت ہو اور
حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہی
اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اُسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد
ہونا اُسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی تعدد اسباب کے سبب سے
کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازاً عرفیاً فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعاً فاسد سے مراد ممنوع ہی باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو
بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب مین بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہی اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف
فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اُنکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل
بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی
مکروہ لغت مین ضد محبوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت
کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللاً فی رکن البیع فہو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے
سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا ہم شرح بدیع مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو بطور
کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اُسکے ہونے کے
مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اُسکے ثمن مین خلل
واقع ہوا اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اُسمین ایسی شرط ہو جو مقتضاے عقد کے مخالف ہی تو اس طرح کی بیع فاسد ہی
نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور اُسکے محل مین وہ مبطل ہی تو فقہا کے مقتضا کے
کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بناے بیع اُنھین دونون چیزون پر ہی اور اصل شی اُسی کا نام ہی
جسپر اُس شی کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہی جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ
کے تابع ہی اور چنانچہ شرط مخالف مقتضاے عقد ہی کذا فی الطحطاوی لبطل بیع ما لیس بمال المال ما یمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل

والمنع در فرج التراب ونحوہ باطل ہی بیع اُس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اُسمین دینا اور
بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اُسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اُسکے چنانچہ قاذورات خالصہ نکل گئے
عم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہی چنانچہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہی اور
مٹی سے خالص مٹی مراد ہی تو اگر مٹی و قاذورات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اُسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح خرج بیع کبد و طحال غیر
مال کی بیع باطل ہی چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل اُنکی خون ہی لیکن جاری
نہین والمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوائے مچھلی اور ٹڈی کے
کہ اُنکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اس مردار جانور مین جو خود بخود مرگیا یا کسی نے اُسکو گلا داب کے یا کسی اور سبب سے
سوائے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والمبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور
حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہی اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہی مال کا دوسرے مال سے سو پایا نہ گیا حر سے خرید کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اُسپر
باء جارہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہی کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنے مین نے گھر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین
ثمن ہی نہ مبیع خلاصہ یہ ہی کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہی خواہ یہ چیزین مبیع قرار دی جاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم
کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہی تو اس موضع کی
بیع باطل ہی کیونکہ وہ معدوم ہی ہم حق تعلی کی مثال یہ ہی کہ ایک گھر دو منزلہ ہی نیچے کا مکان ایک شخص کا ہی اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون
درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہی اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہی اور اسواسطے کہ وہ
متعلق ہوا ہی اور ہوا مال نہین کیونکہ مال وہ ہی جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ
غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد و یاسمین وورق فرصاد وجوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشایخنا رح عملا بالاستحسان وہذا اذا نبت
ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم اُسکی بیع ہی جسکی جڑ نظر سے غائب ہو
چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہی چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہین اور توت کے پتون کی بیع امام مالک رح نے
اس بیع کو جائز کہا ہی لوگون کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشایخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہی قیاس چھوڑ استحسان
پر عمل کرکے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہی جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اُسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہی اور
مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین رح کے نزدیک کافی ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الآباء
من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہی مضامین جمع ہی مضمونہ کی یعنے وہ منی جو نرون کے پٹھون مین ہی یعنے جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اُسکی پشت سے
جدا نہین ہوا باطل ہی معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہی ملاقیح جمع ہی ملقوحہ کی ملقوحہ وہ
بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہی والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج الدابۃ او ادمی اور باطل ہی بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہی حبل الحبلہ
سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ ہم حبل الحبلہ اُس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہی زمانہ جاہلیت مین دستور تھا کہ گابھن اُونٹنی کے بچے کے بچے کو
خرید کرتے تھے یعنے مشتری یون کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اُسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو
باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن مین ابن عمر رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور موطا مین

بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہے اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع امۃ تبین انہ
ذکر الضمیر لتذکیر الخبر عبد وعکسہ بخلاف البہائم اور اُس لونڈی کی بیع باطل ہے جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنے اس غلام
کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانوروں کے مصنف ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثے من بنی آدم
جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین
دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع
صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے
کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے مین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خریدا اور وہ بکری
نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمداً ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کرنے وقت
نام خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اُسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہے جو متروک التسمیۃ کے ساتھ ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیۃ کا حرام
ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے ہم متروک التسمیۃ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اگر ذابح اُسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے تو اگر
کوئی کہے جبکہ متروک التسمیۃ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اُسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اسکا جواب
دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب
وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیۃ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہے اسواسطے
کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہے تو بیع اُسکی صحیح ہے بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیۃ ہم یعنے
ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اُس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اُسمین ہل چلایا یا اُسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ
فسخ ہوگیا یا اُسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ ای حکم ما لیس
بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر
اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہے یعنے جو چیز کہ مال نہین ہے چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو اُنکی بیع باطل ہے یعنے باعتبار انجام کار باطل ہے
اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین اُنکی بیع باعتبار ابتدا کے تو اُنکو بیچنا خود اُنکی ذات سے صحیح ہے اور اس
مملوک کی بیع صحیح ہے جو اُنکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہین اور ام ولد
اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار
کے اُنکی بھی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہے کہ اُسکو اُسکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال
متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہے تو اگر اُنکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل
ہوجاوین کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع
ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء اورد عینی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ اُنکی بیع باطل
موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضا ہے مکاتب ہے قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضاء ہے
ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہے کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہے

حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نددیا ہوا ور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ دوسرے قاضی نے اُسکو جاری کردیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول مین مختلف فیہ تھا عمر فاروق اُسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہوگیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلاف کا فصول استروشنی مین ہی کہ قضاے بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہ ہی کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہی کہ قضاے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہی اگر وہ جاری کردے تو نافذ ہی والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہی کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولد ہولاء کہم فی بیع معتق البعض بحر اور سراج مین ہی کہ ام ولد اور مکاتب و مدبر کی اولاد اُنکے مانند ہی عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہی بطلان بیع مین **وبطل بیع مال غیر متقوم** ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہی بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعًا جائز نہین کذا صحح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہی کہ تقوم دو قسم ہی تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز چنانچہ شکار اور گھاس مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان اوہی کذا فی الطحطاوی **وخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا** بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند ذمی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلہ دابنے اور مانند اُسکے چنانچہ مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہی کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور **وہذا ان بیعت بالثمن** ای بالدین کدراہم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت کعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر اُنکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہی یعنے قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہین ہوتے اور اگر اُنکی بیع ہوئی بعوض عین یعنے متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہی اور اسباب مین فاسد ہی تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اُسکی قیمت دیکر کذا صحح ابن کمال **وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا** قید بہ لتکون کالحر **وان سمی ثمن کل** ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہی بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جو ملایا گیا اُس مردار کے ساتھ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہوجاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک و مبنی الخلاف ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لا بد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما فظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناے خلاف یہ ہی کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہی اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہی کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہی **بخلاف بیع قن ضم الی مدبر** ونحوہ **او قن غیرہ وملک ضم الی وقف** غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف الغامر بالمعجمۃ الخراب فکمدبر اشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اُسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سواے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملکر بکے گی تو اُسکی بیع باطل ہی جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہی بخلاف ویران مسجد کے کہ اُسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہی جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہی چنانچہ یہ تصریح اشباہ مین ہی منجملہ اُس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہی **و** لو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ المولی ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہی قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتوی ہی کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اُسکے ساتھ

ملک کی بیع فاسد ہی نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہی اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہی فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہی
بیع بقدر اُسکے حصے کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام
اور وقف فی الجملہ مال ہین ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح عینی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا
نہ کرلیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی ھ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر قریہ بیچا اور اُسمین کے مساجد اور مقابر کو استثنا نہ کرلیا تو قول اصح یہ ہی کہ ملک
مین بیع صحیح ہی اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنابر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہی اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہی وہ
مشروط کے برابر ہی کما بطل بیع صبی لایعقل ومجنون شیئًا جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ھ غیر عاقل کی قید اسواسطے
لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہی اور اُسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کشرا
وبعرد اکتفی فی البحر بمجرد خلطہ تراب اور باطل ہی بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہی
جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہی اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہی مجرد اُسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ھ طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط
گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور
خلط سے انتفاع جائز ہی نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی
بیع باطل ہی بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اُسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہی فسبیع مالیس فی ملکہ
لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم اور باطل ہی بیع اُس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ
لگا ہی ھ معقود علیہ کی شرط یہ ہی کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اُسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اُسکے پاس
نہین تو وہ نہ اُسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہی اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی اُسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمرا اور زرع قبل از ظہور اور
بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اُسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہی اسواسطے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اُسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ھ اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ
مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اُس سے بیع کیا کرون پھر اُسکو
بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لاتبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اُسکو جو تیرے پاس نہین ہی کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وھو المال اور باطل ہی وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہی بسبب نہونے رکن کے یعنے مال ھ اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور
ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی
اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنے مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر بیع اُسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان رہنے کی تصحیح کی ہی بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی ھ حموی مین ہی کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہی اور قنیہ مین
وجہ صحت یہ مذکور ہی کہ مشتری نے اُسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان
دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہ ہی کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل
وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہی کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہی اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو

بہ نقصان صریح باطل ہی اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور اسی کی ترجیح ہی بعضون کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہی کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبض
مبیع مملوک نہین اور فاسد مین مملوک ہی وفی التنف بیع المضطر وشراءہ فاسد اور تنف مین ہی کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہی م صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص
کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار حاجتمند ہی اور بائع اشیاے مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خریدکرنا نہایت
ثمن کو کم کرکے کذا فی الفتح ابوداود مین علی مرتضی سے روایت ہی کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے
کذا فی التیسیر **و فسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن** اور فاسد ہی وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے
یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے خرید کیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہی اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ
بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بقدر اسکی قیمت کے فاسد ہی م یعنے بلاتعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہی **و فسد بیع عرض** ہو المتاع القیمی ابن کمال **بخمر وعکسہ**
فینعقد فی العرض لا الخمر لما مر اور فاسد ہی بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین بعہ مرت
چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہی متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین **و فسد بیعہ ای العرض**
بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری للعرض العرض لما مر انہم مال فی الجملۃ اور فاسد ہی بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور
مکاتب و مدبر سے یہانتک کہ اگر متعاقدین تقابض بدلین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین
بخلاف شراب یا سور یا مردار کے **و فسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک** صدر الشریعۃ اور فاسد ہی بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ مین
نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور موزون سے ہو تو بیع باطل ہی کذا فی شرح الوقایہ م صدر الشریعۃ نے
شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو سزاوار یہ ہی کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہی اسواسطے کہ وہ مال غیر
متقوم ہی اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہی اور احراز یہان حاصل نہین **او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم** یا مچھلی شکار ہوئی
پھر ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنی حوض وغیرہ مین کہ اسمین سے گرفتار نہین ہوتی مگر جال کے حیلے سے تو بیع فاسد ہی بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے **وان**
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑی جائے بدون حیلہ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہی اور مشتری کو خیار الرویۃ ہی **الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ**
فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہی بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند
کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہی اور موجب ہی ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہی بحر الرائق مین ہی کہ جب مچھلی حوض مین گئی
آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور کے ہی یعنی درصورت تسلیم صحیح ہی والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقا بیع صحیح نہین بسبب
عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہی جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولم یجز اجارۃ**
برکۃ لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہین اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر **و بیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ**
من یدہ اما قبل صیدہ فباطل اصلا لعدم الملک اور فاسد ہی بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل
انکے شکار کرنے کے تو باطل ہی بسبب عدم ملک کے م یعنی اگر چڑیا کو پکڑکے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہی اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی
بیع فاسد ہی اور اگر ہنوز اسکو نہین پکڑا تو بیع باطل ہی اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہی مچھلی کے مانند کذا فی البحر **فان**
کان یطیر و یرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑجاتی ہی اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ پالو کبوتر تو اسکی بیع اڑنے کی حالت مین
صحیح ہی اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین م وجہ صحت یہ ہی کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہی

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہین چنانچہ تجویز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہین پھر درصورت عروض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہی اسی طرح یہان
درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق مین کہا اسمین نظر ہی اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہی تسلیم پر بعد بیع کے
ولہذا بندۂ گریختہ کی بیع جائز نہین انتہا مین کہا ہی کہ جواز بیع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہین اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی
طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا عدم بعد عقد کے لازم نہین اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہوجاویگی بخلاف بندۂ گریختہ
کے کہ عادت مین اُسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہی بیع حمل یعنی پیٹ کے
بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہی ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے باتباع صاحب دُرر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان
اور حموی مین اُسکو باطل کہا ہی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہی اُسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہی تا وضع رواہ احمد الترمذی
وابن ماجہ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہی کذا فی الطحطاوی والامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہی بیع لونڈی کی سوا اسکے
حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہی ولبن فی ضرع وجزم
البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہی دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہی ہم فساد بیع کے چند وجوہ ہین ۱ معلوم نہین کہ تھن مین
دودھ ہی یا ریح ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت مین غالبًا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہی کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے
مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اُسکی مقدور نہین ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی
صدف للغرر اور فاسد ہی بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرۂ نیستی کے یعنے اُسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی
ومالک اور فاسد ہی بیع اُون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اُسکو جائز کہا ہی فساد بیع کا یہ سبب ہی کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہی تو مبیع غیر مبیع
سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج مین ہی کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کردیا مشتری کو بعد عقد
کے تو بیع منقلب ہوکر صحیح نہوجاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو
جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اُسکی بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اشیاے مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صحوا بیع
الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخون کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہی
فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہی اس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہی کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہی کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی
تو بائع اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہی خلاصہ سوال یہ ہی کہ گندنا بیچنا جائز ہی اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہی حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ
گندنے کی بیع جائز ہی اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہی بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنے تعامل اور رواج کی کچھ حاجت نہین
کیونکہ وہ دونون درخت اوپر سے بڑھتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہی کہ توت کی بیع اُسوقت صحیح ہی
جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا
اور قنیہ مین ہی بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہی اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسلیے کہ
قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہی وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہی بیع اس شہتیر
اور کڑی معین کی جو چھت مین منصوب ہی اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا صرح ابن کمال ہم معین شہتیر اور
کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اُسکی تسلیم مین لزوم ضرر ہی بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر

دوسری جہالت ہے ابن کمال نے عدم انقلاب بصحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہے واللہ اعلم (کذا فی الطحطاوی) و ذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اُس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہے چنانچہ عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اُس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کرسی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اُسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اُسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع اور قلع تاکہ شہتیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کردیا و ضربۃ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی قانص بقاف ونون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے مین نکلے تو یہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اُسکے احتمال ہے کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہے بیع غواص کے ایکبا غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ و صاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوچکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر و نہر والکمال و ابن کمال قال المصنف وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ ما لیس فی ملکہ کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین بھی اُنکا پیرو ہوگیا اس مختصر مین اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اُسکی بیع باطل ہے سوائے سلم کے فالمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع و مثلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنہی و شبہۃ الربا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اُسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اُسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی النہایۃ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنے اختلاف جنس مین شبہہ بیاج کا نہین ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ بیع التمر بالمثلثۃ علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہے حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ کی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور فاسد ہے بیع الملامستہ یعنی بیع مین ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم مغرب مین ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جبکہ تونے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے مین تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جبکہ مین تجکو چھوؤن اور ہاتھ لگاؤن تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تأمل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہوجاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح ہے کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیری طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تأمل و بلا خیار فسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع پر ہم القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اُسپر

بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رویت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی من بیوع الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی لوجود القمار وکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور بیع
ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ بیع
فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر ہم ان بیوع مین وجود قمار ہی بواسطہ معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے
کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگاوے تو مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین
بواسطہ عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے
مروی ہو کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین جابر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ و محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی
الفتح محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن و تخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین
بجہالۃ المبیع اور فاسد ہی بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ
دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کس پر قبضہ
کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہی فلو قبضہما و ہلکا معاً ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح بحر
اگر مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع
فاسد معتبر ہی بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمہ ہی کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہی اور دوسرا
کپڑا امانت ہی اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہی کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے
کہ ایک مین مشتری مختار ہی پھر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کے نصف نصف ثمن کا تاوان اُسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین
کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اُس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا
پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہی یعنے درصورت تعذر رد مالک اُسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم
یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء جاز لما مر اور تعیین مضمون مین ضامن یعنی مشتری کا قول معتبر ہی یعنی جبکہ اُسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام
ہلاک ہوا نہ فلانا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنی فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہی جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور
اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہی چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعی ای الکلاء و اجارتہا ای اما بطلان
بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہی بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ اُسکا بطلان اُسکی بیع کا
تو بسبب عدم ملکیت کے ہی بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ہم ابوداؤد مین حدیث مذکور بایں
لفظ ہی کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہی کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہو کہ غیر کے کنوئین و حوض اور تالاب و نہر سے ہر شخص کو
پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہی اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہو کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہی یعنی مالک
غیر مالک اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہی کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہی لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک جائز نہین
اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہی کہ پانی کو برتنون مین نہ رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ
رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہی کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اُنکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہی جب گھاس خود رو ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی سینچ کر گھاس جمائی ہو تو اُسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اُسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً
للقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئ
مباح کے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئ مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولیٰ
جائز نہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقیہ وتربیتہ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو
اور اگر اُسکو پانی دیکر اور پرورش کر کے جمایا ہو تو اُسکا وہ مالک ہے اور اُسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال
وبیع القصیل والرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ اولیرسل دابتہ فیاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے
ہے کہ اُسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اُسمین چھوڑے کہ اُسکو کھالے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اُسکو قائم رکھے تو جائز نہین
ہم قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اُسکو بوتے ہین فارسی مین اُسکو سپست کہتے ہین وحیلتہ ان یستاجر الارض
لضرب فسطاطہ اولا لیقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری لکفیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ سے
اپنے خیمہ کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے ٹھہلانے
کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی
وبیع دود القز ای الابریسم وبیضہ ای بذرہ وہو بذر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنے اسکے بیج کی جسکو عربی
بذر الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے
ساتھ اُسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن ملک وخلاصہ وغیرہا اور یہ یعنے ریشم کے کیڑے اور اُسکے انڈے اور
شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اُسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصۃ وغیرہم
نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی الشرح
الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث
بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت
اور ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کالحیات والضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل
ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجئ فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون کے سواے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ اُنکی بیع
بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اُن حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ اُنکی بیع جائز نہین سواے مچھلی کے اور اس جانور کے جسکی کھال اور
ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اُسکا
بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وہو بینہما انصافا فاما اثلاثا فلو دفع
بذر القز او بقرۃ او دجاجا لآخر بالعلف مناصفۃ والخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا ومسئلہ دفع
البیض کما لا یخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنے پرورش بھی دونون
سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھون آدھ ہو یا تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گاے یا مرغیان دوسرے
شخص کو دین نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گاے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک پر جارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذافی العینی ملخصاً اور اُسکے مانند ہی انڈون کا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہ پوشیدہ نہین ہم ذاوے عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہی کہ ایسا اجارہ فاسد ہی اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہی کہ انڈون کا مالک آدھے انڈے اور مرغیون کا مالک آدھی مرغیان اس شخص کے ہاتھ بیچ کرے پھر ثمن سے ابراء کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا کذافی الطحطاوی والآبق ولو لطفل الیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح عینی وما فی الاشباہ تحریف نہر اور فاسد ہی بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر یا اُس یتیم سے جو اُسکی گود مین ہو بیع کی ہو اور اگر اُسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہی اور جو اشباہ مین ہی وہ تحریف ہی کذافی النہر ہم نہر الفائق مین مذکور ہی کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہین ہبہ درست ہی اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے بالعکس مذکور ہی اور دوسرے نسخے مین اسکے موافق ہی اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہی اور صاحب بحر نسخۂ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسی کے موافق ہی کذافی الطحطاوی والنہر الا ممن یزعم انہ ای الآبق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہی مگر اُس شخص سے بیچنا فاسد نہین جسکو یہ گمان ہی کہ وہ یعنی غلام گریختہ اُسکے پاس موجود ہی تو اب اُسکی بیع جائز ہی بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تھا پھر جب مشتری نے اُسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وہل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا مشتری اُسکا قابض ٹھہریگا یا نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر اُسنے اُسپر قبضہ کیا ہو اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض ٹھہریگا یعنے اسواسطے کہ غصب کا قبضہ ہی اور وہ بجائے قبض عن البیع ہی کیونکہ وہ قبض ضمان ہی قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہی کہ مین اُسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہی تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہی قبض امانت سے کذافی العنایہ ہم اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا ولو ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرہ اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہی مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہی بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے کذافی الذخیرہ ہم یہ قول عطف ہی الا ممن یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ تم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وہو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایہ وغیرہا وبہ کان یفتی البلخی وغیرہ بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اُسکو مشتری کے قبضے مین کردیا تو بیع تمام ہوجائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اُسی کی ترجیح دی ہی ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہی کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہین ہوتی اُسکے باطل ہونے کے قول پر یعنے جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہی تو تسلیم سے بھی صحیح نہین ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی اور اُسی کو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہی اور بلخی وغیرہ اسی کا فتوی دیتا تھا کذافی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر مین ہی کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہی بثائے مثلثہ وجیم کذافی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بناءبر قول اظہر کے اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہی اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہی اور حالانکہ دودھ مین حیات نہین تو اسمین ملک کا حلول نہین وشعر الخنزیر لنجاستہ عینہ فانہ یبطل بیعہ ابن کمال وان جاز الانتفاع بہ لضرورۃ الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورۃ وکرہ البیع فلا یطیب ثمنہ ویفسد الماء بسقوطہ الصحیح خلافا لمحمد قبل ہذا فی المنتوف اما المجزوز فطاہر عنایہ اور سور کے بال کی بیع باطل ہی اُسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صرح ابن کمال اگرچہ اُس سے فائدہ لینا جائز ہی موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے یہان تک

کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اُسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہی اور بائع کو اُسکی بیع مکروہ ہی تو حلال اور پاک نہیں ثمن اُسکا اور بال اُسکا پانی کو
بقول صحیح فاسد یعنے نجس کر دیتا ہی بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہی اُکھاڑے ہوے بال میں اور تراشا ہوا بال طاہر ہی کذا فی العنایۃ سؤر کا بال سرے پر
سخت ہوتا ہی اُنگلی کے مقدار اور بعد اُسکے نرم ہوتا ہی تاگے میں گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں موچی اُس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسے
اب سوزن سے سیتے ہیں وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ذلک فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ
کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مکروہ ہی موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہی اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو
قہستانی نے ذکر کیا ہی اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماے سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اُسکی کچھ حاجت نہیں
یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر اکلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ درصورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اُسکے
سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اُس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصلہ ہنا
اعتمادا علی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہی بیع جانور مردار کی کھال کی اُسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی اُسکی
ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہی اور مصنف یعنے صاحب دُر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا
ذانی محشی دُر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اُسکی بیع
جائز ہی مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت
علیکم المیتۃ وہذا جزءہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اُسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہی سواے اُسکے کھانے
کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تمپر حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزو ہی مردہ کی وفی المجمع
ونجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع میں ہی کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اُس سے فائدہ لینا سواے
کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سواے مسجد کے ودک عبارت ہی چربی اور ہڈیوں کے گودے سے
کذا فی الطحطاوی وما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہی جسمیں زندگی
حلول نہیں کرتی چنانچہ اُسکا پٹھا اور اون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ
انمیں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہی اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے لیے جائز ہی
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ
باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربوا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اُسکا خرید کرنا اس سے
جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے
فاسد ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہیں اگرچہ اُس چیز کا نرخ ارزان
ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو
یہ فائدہ ہوا درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہی کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہی
قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا
تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا یجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور

خرید کرنا اُسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اُسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اُسکا خرید کرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سواے اُسکے غلام اور مکاتب کے والابد

لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد او رسو وہی

عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہی خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے

کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہنا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء

بقاء وامتناع مرابحۃ وزکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ مسئلون مین از انجملہ یہ مقام ہی اور اداے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چار مسائل مذکورہ پر زیادہ کئے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاے تلف شدہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف نے صحیح بیان کیا ہی اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کر کے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اُسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور اداے دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اُسنے اداے دین مین پہلوتہی کی پھر اُسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر اداے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی اداے دین نہین کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اُسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اُسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہی تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اُتنی ہی بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتداے مضاربت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اُتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقاے مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اُسکو ایک دینار سے مول لیا تو اُسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہی اور زکوۃ کی یہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاے متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہی چاہے دراہم سے اُسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہی کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا

ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیاے مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض

ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے تو اُس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اُسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اُسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اُسکی علت یہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع مین بیع ہی

نہ ثمن وصح البیع فیما انضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیٔ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہا ولا یشیع الفساد لانہ طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہی بیع اُس چیز مین جو ملائی گئی اُسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اُسکو دوسری چیز یعنے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اُسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اُسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضے العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہی بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اُسکے ظرف کے ساتھ اور اُس سے کم کرڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضاے عقد کم کرڈالنا ہی برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اُسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کرڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہی جیسا یون بھی بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہی اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہی اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے تو اُسمین مشتری کا نفع ہی یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہی تو بیع صحیح ہی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا مقدار بیع معلوم ہوجاوے غیر بیع سے تو ثمن مخصوص ہوجاوے بیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اُسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہی یا منکر ہم طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہی بمعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ گاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذوات مختلف ہوتی ہی لہذا مترجم نے اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اُسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اُسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض ہی اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہی تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور صحیح ہی بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہی کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ شعر ولیس لہم قال الامام تقاسم ؛ بدرب فی لم ینفذ کذا البیع یذکر ؛ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہی کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اُسکی بیع بھی مذکور ہی یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معایاۃ تہادر تضاہ فی الغاز الاشباہ شعر ومالک الارض لیس یملک بیعہا ؛ لغیر شریک ثم لو منہ لینظر ؛ اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکت مین یہ بیت ہی اور اشباہ کی پہیلیون مین اوسکو پسند کیا ہی کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سواے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اُسمین تامل ہی یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہی اور مشایخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہی حدا اسے بین لہ طول وعرض او لا وہبۃ بیع طریق کی صحیح ہی خواہ اُسکے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اُسکا ہبہ بھی صحیح ہی واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمے اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ٹھہرایا جاوے

هم بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اُس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمے دارد ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہند مین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وہبتہ بجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اُسکا بسبب اُسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان مسیل مین پھیلتا ہی اُسکی مقدار معلوم نہین هم مسیل سے یا رقبۂ مسیل مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبۂ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اُسکی بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبۂ طریق معلوم ہی اگرچہ اُسکی حدود مذکور نہون تو اُسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسئیل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکے بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور زمین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اُسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اُسکی بیع جائز ہی چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اُسکے حدود مذکور ہون تو بھی اُسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الحلبی وصح بیع حق مرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اُسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی هم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اُسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اُس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیۃ وشرح الوہبانیہ اور هم اُسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اُسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اُسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اُسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا المبیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا النیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اُس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے هم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطرهم وفطر اليهود وصومهم فالتقا بذكر احدهما سراج اور نصاریٰ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ نہ رکھنے اور رکھنے کی مدت تک بیع صحیح نہین مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیون کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم يدر المتعاقدان نیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اسوقت صحیح نہین جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہین بخلاف فطر النصارى بعد ما شرعوا في صومهم للعلم به وهو خمسون يوما بخلاف نصاریٰ کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن ہین هم درر مین تمرتاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن کی اور قہستانی مین سنتیس دن مسطور ہین ولا الى قدوم الحاج والحصاد للزرع والدياس للحب والقطاف للعنب لانها تتقدم وتتاخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنے کھلیان باڑنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها اى عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الدين اما تاجيل المبيع او الثمن العين فمفسد ولو الى معلوم شمنى اليها صح التاجيل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو اس طرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی هم ثمن دین کی اس طرح تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح كما لو كفل الى هذه الاوقات لان الجهالة اليسيرة متحملة في الدين والكفالة لا الفاحشة چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کم جہالت دین اور ضمانت مین متحمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتري الاجل في الصور المذكورة قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتى لو تفرقا قبل الاسقاط تاكد الفساد ولا ينقلب جائزا اتفاقا ابن كمال وابن ملك لجهالة فاحشة كهبوب ريح ومجيء مطر فلا ينقلب جائزا وان ابطل الاجل عيني یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے اشکلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہوجاوین قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہوجائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کردے کذا فی العینی او امر المسلم ببيع خمر او خنزير او شرائهما اى وكل المسلم ذميا او امر المحرم غيره اى غير المحرم ببيع صيده يعنى صح ذلك عند الامام مع اشد كراهة كما صح مامر لان العاقد يتصرف باهليته و انتقال الملك الى الآمر حكمي وقالا لا يصح وهو الاظهر شرنبلالية عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت مین اور غیر محرم وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہے بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہین یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالية عن البرہان هم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بيع بشرط عطف على الى بعد اور صحیح نہین یعنے فاسد ہے وہ بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف ہے الى نیروز پر بلکہ

مسطور علیہ البیع الی النیروز ہو نہ لفظ نیروز کما لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنے الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او فیہ نفع لمبیع ہو من اہل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجی مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اُسکے مناسب ہی اور اُسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اُسمین فائدہ ہی اُس مبیع کا جو اہل ہی استحقاق منفعت کا اس طرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد سے واجب نہین اُسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی مضرت ہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اُسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اُسکے کہانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ اما لو جرے العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اُسکا رواج نہ جاری ہو اور شرع مین اُسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا ور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنے تسمہ لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اُسکی قباسی دے یہ مثال ہی اُس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اُسمین فائدہ ہی مشتری کا ہم اور از انجملہ یہ شرط ہی کہ باغ کی بیع مین بائع اُسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنا دے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اُسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اُسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہر الما مران الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام در یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہی اُس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اُسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ والا لا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اُسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بنا دے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق عتق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہی جسمین نفع ہو اس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا ہم اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسند آتا ہی کہ دست بدست نہ پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فیصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع والمشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہی اُس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہو جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہین اور اُسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اُسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اُسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے کہ شرط
ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو
مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے
او لا یقتضیہ لکن یلایمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا
شرط کرنا کذا صرح ابن ملک اھ یعنے بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو
ثمن کا ضامن کر دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بہ تسمیہ تو اگر مسمے اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ
دونون اُسکی تعیین مین مجلس عقد کے اندر راضی ہوجا دین اور قبل تفرق مشتری اُسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین بیع کو
باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری
العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ عینی علے ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب استحسانا
للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اُسپر دوال لگاوے اور اُسی کے مانند کھیلین
جڑنا ہی کھڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا النعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے
کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یائے تحتانیہ یعنے وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہے صرم بفتح صاد معرب ہے
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علے وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان حدوقتہ کخیار الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق
وبحر من مسائل شتے یہ یعنے شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اُسوقت ہے جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب
صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اُسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کے
مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ
بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اُسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے
اس طرح کہ مشتری اُسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے کہ ابن کمال نے اذن
ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضائے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے
ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجائے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اُسکا
حکم پہلے مذکور ہو چکا ھم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اُسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اُسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتوی ہے وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما
افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اُسوقت مین یعنی جبکہ بیع باطل
بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے
دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اُسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی نے جواب دیا ہے اس طرح کہ جب
فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا

ہم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افرادسے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی وہ ہم سے کہ بیع باطل ہو باوجودیکہ دونوں عوض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے ملک کو فائدہ دیگا اسکا ایسا نہیں کذا فی الطحاوی) ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ہم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضا سے بائع مثنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے تو ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی بلکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ہم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو بیچ کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا اوفی ثلث فی بیع الہازل او فی شرا الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ لہ کذالک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنے مال سے لپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح یعنے اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ہم بحر الرائق مین یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارت منقول ہے باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد لنفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنے باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تاوقتیکہ اسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین نلاوے اسواسطے کہ قبض دونوں صورتون مین باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ اور جو بیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہے مشتری اس قبض سے اسکا مالک نہوگا ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق مین ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا اشباہ اور جبکہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوا ان پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ہم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہے فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے وفی الجوہرۃ وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا فہی سادسۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہے کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی یعنے اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا فبقیمتہ یعنے ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل اگر مبیع مثلی ہے یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیگر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے

کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور اُسکے رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہی نہ قیمت
کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکار الزیادۃ اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہی بواسطہ انکار زیادت یعنی مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہی اور معتبر
قول منکر ہی ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعًا عنہ ابن ملک اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا
قبل قبض مبیع کے اور بیع فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ھ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعًا عنہ مفعول لہ ہوتا اعدامًا کے مانند کذا فی الطحطاوی
او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعدامًا للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہی جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے
ہاتھ مین ہی یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہی اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہی تو اُسکا دور کرنا واجب ہی کذا فی البحر ھ اور اگر مبیع مین کچھ تصرف مانند
بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعًا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ
اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہی لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعًا واجب ہی وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا اصر
احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرًا علیہما حقًا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو
اُسکو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہی حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہی اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہی نہ عکس اُسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبری المشتری من ضمانہ قنیہ اور جس مبیع فاسد کو
پھیر دے مشتری اُسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اُسکے بائع کے ہاتھ
مین تو یہ باہم ترک بیع ہی اور مشتری اُسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہ متارکہ بیع ہی لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل
ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا
قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ وصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو
مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اُسکی طرف سے نہ پہونچے تو وصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ھ اگر مشتری نے
مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور اُسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ
پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسایل شروع کیے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہی فان
باع المشتری الفاسد بیعًا صحیحًا باتًا فلو فاسدًا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضًا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع فاسد کو
بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اُسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اُسکے
بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنے مصنف کے اس قول مین وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر الاکراہ فاو بنقض
کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اُس بیع کا بدون اکراہ کے ہی اور اگر فساد اُسکا زبردستی کی جہت سے ہی تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز
ہونگے او وہبہ وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ردہا مع عقرہا اتفاقًا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروا
دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اُسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگئی ہو تو اُسکو پھیر دے اُسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج

بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل یعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضًا اقتضاء ملک المامور ما لا یملکہ الامر
آزاد کیا غلام کو بعد اُسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے

بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو
آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے
قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہی کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہین وما فی الخانیۃ علی خلاف ہذا فما روایۃ
او غلط من الکاتب کما بسطہ الطحاوی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہی یا دوسری روایت ہی یا اغلاط کاتب سے ہی چنانچہ طحاوی نے اسکو شرح بیان
کیا ہی ہم خانیہ مین ہی کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد
کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن
ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو
مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہین سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے
اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہی ہم جامع الفصولین مین یون ہی کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تاوقتیکہ
عمارت بنادے انتہی نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہی اور یہ بہتر ہی تغلیط سے (غلط قرار دینے سے) اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہی کذا فی
الطحاوی اور رہنہ او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا
فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ
یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے
اس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہی کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہی اور فساد مرتفع ہوجاتا ہی مگر
چند مسائل مین اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہی ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی
پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہی مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہی اور اسی طرح اگر نکاح کردیا انتہی چونکہ کلام
متن کا تصرف مشتری مین ہی تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہی اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود
شارح کے آیندہ قول مین موجود ہی کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ و نکاح
کے چنانچہ تدبیر موجب ہی نفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہی عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہی اور نکاح
مین اخراج عن الملک نہین وہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیہ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہی اسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار ہی
کہ ہان باطل ہوجاتا ہی کذا فی الولوالجیہ ہم بیان گفتگو اسمین ہی کہ مشتری بعد قبض نکاح کردے چنانچہ یہی موضوع ہی جمیع مسائل سابقہ مین اور
کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہی تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن عاد
حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت
سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر اداے
قیمت کا حکم نکیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین
ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا
خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اسی کا فتوی ہی وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

فلیس المشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کاجارۃ ورہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اُسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اُسکا ثمن منقود
پھیر دے ثمن منقود سے ثمن مقبوض مراد ہی تا غیر نقدین کو بھی شامل رہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے
چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہین مانند اجارہ فاسدہ ورہن فاسد اور
عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہی م شرح زیلعی مین ہی کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر
قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہین بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح
اگر اجارہ فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارۂ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہین بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہی رہن فاسد کا
بدین سابق انتہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہی کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے
لینے کے واسطے جائز ہی اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہی جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہی بلکہ یون کہنا تھا بخلاف عقدہا
الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصًا اور اسی طرح نہر الفائق مین ہی **فان مات** احدہما او الموجر او المستقرض او الراہن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری
ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن
فاسد کا راہن مرجاے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اُسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاے اور مستاجر اور
مقرض اور مرتہن زیادہ تر حقدار ہین باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہی یہان تک کہ اپنا
مال لیوے م بعد الفسخ کا لفظ علی المتوہم ہی اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہی بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہی کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع
ہی تا استیفاے ثمن کیونکہ اُسکی تقدیم ہی بائع کی حیات مین اسی طرح اُسکی تقدیم ہو گی اُسکی تجہیز پر اُسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسد لیا
اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اُسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہی
تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شئ مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہی باقی غریمون سے کذا فی الطحطاوی **فیاخذ**
المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعین الدراہم فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم (قرضخواہ ۱۲)
ثمن کے موجود ہون اور اُنکے مانند اور دراہم لے گا اگر وہ موجود نہون بنا بر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول تعین کا اصح ہی م یہان
سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہی تو اس سے یہ لازم آتا ہی کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے
مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہی تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہو گا اور
حالانکہ بائع کو ربح حلال ہی نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تصرف کرکے دیا **وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن** لا علی الروایۃ
الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین لایضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہی کہ بائع کو جو حلال ہوا ہی
فائدہ جو اُسکو ثمن مین حاصل ہوا ہی وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہی قول اصح کے مبنی نہین بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبتنی ہی اسواسطے کہ عقد ثانی
مین ثمن غیر متعین ہی کیونکہ وہ بیع فاسد نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہی م خلاصہ جواب
یہ ہی کہ بائع کے واسطے نفع اسلئے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہی ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہی اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام اعظم رح
سے یون مروی ہی کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض
مین امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اُسکو نفع حلال ہی انتہی اسواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا

کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہو تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اُسکا شی فی ذمہ پر واجب ہوا
تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہی اُس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور
امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جبکہ عرض یا نقد
مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہی یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی
جب تک بیع مقائضہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہی کذا فی الطحطاوی (لا یطیب للمشتری مار بح فی بیع یتعین بالتعین)

بان باعہ بازید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح پر کہ مبیع
مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اُسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول
مین منحصر ہی اور اگر مبیع بیچکر اُسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین (کما طاب ربح

مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی ذلک فقضی ای اوفاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شئ کان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا

والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین) چنانچہ حلال ہی نفع اُس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکی
تصدیق کی پھر اُسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اُسکے تصادق طرفین سے اُسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہی
کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہی بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع
اُسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوے کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہی نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک نے
دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو اُنکو ادا کر اُسنے ادا کیے پھر دونون نفی مال پر متفق ہوے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اُسکو
حاصل ہوا تو یہ فائدہ اُسکو حلال ہی اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہی پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر
جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوے مستحق سے مراد یہان دین ہی اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ مین کذا فی

الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہی چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین
عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہی و قال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر
مدعی مذکور عمداً دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہی ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار
مین تصریح کی ہی کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اُسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اُسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہی نہ ابو یوسف
کے نزدیک تو اُسوقت مین اُسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہی یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہی پھر معلوم ہوا کہ
مدعا علیہ کے وکیل نے اُسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہی اُسکو غور کرے انتہی وفیہ الحرام ینتقل

فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب

للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہو
اور حربی کا مال بدون اُسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اُسکا مالک ہوگا اور اُسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اُسکی ملک مین
خبث ہی دغا کے سبب سے تو وہ مال اُسکو حلال نہوگا اور نہ اُسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اُسکے عقد کے فساد کے سبب سے
اور جسنے اس سے خرید کیا اُسکو حلال ہی بسبب اُسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی

خریداری حرام ہی مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اُسکی قیمت ادا کرے یا مالک اُسکو معاف کردے تو اب اُسکو مول لینا درست ہی کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ حرمت متعدد ہوتی ہی اُسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین نہین یعنی اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہی سوا وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اُسکے حق وہ مال حلال ہی وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وحققتہ ثمۃ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو باین قید مقید کیا ہی کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اُسکے مقام مین ہم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بسر قہر یا غصب یا رشوت لیا ہی تو اُسپر واجب ہی کہ اُنکو یا اُنکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہی مجتبی مین ہی کہ مورث مر گیا اور کسب اُسکا حرام ہی تو میراث حلال ہی پھر لکھنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقاً حرام ہی انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہی اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی **بتصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا** شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ **لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ** مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اُسمین جسکو فاسد خرید کیا تو اُسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع ہو گیا شارح کہتا ہی یہ شروع ہی اُن مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہو جاتا ہی افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اُسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختون کو اُکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہی کمال الدین نے یعنی کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہی امتناع فسخ مین کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہی ممنوع ہی اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہی تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہی اور گاہے نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہی یعنی دفع کیا ہی نہر الفائق مین بواسطہ حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہی اُس سے دوام مقصود ہوتا ہی بخلاف اجارہ کے کیونکہ اُسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہی انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اُسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہی کہ اُسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہی تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہی ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہی اور اُس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہی بنظر مرد کی منی کے فلو متصلۃ کولد او متولدۃ کسمن فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا سوے منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرہ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ ہو جیسے گھی تو اُسکو فسخ کا اختیار ہی اور اُسکا تاوان دے اُسکے استہلاک سے سوا منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہی کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہو نہ باقی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہی کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ مین مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہو گی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہی یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا موخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر **وکرہ** تحریما مع الصحۃ **البیع عند الاذان الاول** الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس بہ لتعلیل النہی بالاخلال

بالسعی فاذا انتہی اور مکروہ تحریمی ہی صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی
حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی ہم قرآن مجید مین
منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ
حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایہ والنہایہ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنی اسواسطے کہ نص
کذا فی الطحطاوی وقد خص منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اُسی سے بیع اُسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی
عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ اُنپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ
لیروجہ اور مکروہ ہی لاڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہی اُسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی
تعریف کرے جو اُسمین نہین تاکہ اُسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہی یعنے حرمت
لاڑیے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لا تناجشوا یعنے لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہی بیع کو
بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے
کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت
مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین
والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کا ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ
مین ابو ہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور بیع کرے اپنے بھائی
کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن
اُسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج
کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہی وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المہر
والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد
متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے
کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ مین ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ
دو شخص مول چکا دین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آجاوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ جائز ہی لیکن
مکروہ ہی کیونکہ اُسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہو چکا ہو بعد تفصیل ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو
تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انس رض سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے
فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اُسنے کہا کیون نہین ایک کملی ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی کہ مین پانی پیتا ہون فرمایا
کہ اُنکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے اُنکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین اُنکو بعوض ایک درہم کے
خرید کرتا ہون رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دو درم کو لیتا ہون
سو حضرت نے دونون چیزین اُسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے کو کلہاڑی

پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسمین اپنے دست مبارک سے بینٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیان لا یا کر اور بیچا کر اور مین تجکو
پندرہ دن نہ دیکھون اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اُسکو دس درم حاصل ہوے سو اُسنے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے مُنھ مین ہی قیامت کے دن کذا فی الطحاوی ھم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہندمین مشہور ہی
اصل ہی **و تلقی الجلب** بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہی اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہی ھم تلقی جلب کی صورت
اسبیجابی نے یون ذکر کی ہی کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلے مین جا کر ملا اور اُنسے سب غلہ خرید لیا
اور شہر مین آکر اُسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشاکش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب مکروہ ہی اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہوتا
تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کر لے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو
یہ خرید جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی **وہذا اذا کان یضر باہل البلدۃ او یلبس السعر علی**
الواردین لعدم علمہم بہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اُسوقت ہی جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب اُنکی لاعلمی
کے تو یہ مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکھا دینے کے دوسری صورت مین **اما اذا انتفیا فلا یکرہ** اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون
تو تلقی جلب مکروہ نہین **و کرہ بیع الحاضر للبادی** اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال لالی کر کے بیچے صحیح مسلم وغیرہ مین
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے
آدمیون کو بعضون سے **و ہذا فی حالۃ قحط و عوز و الا لا لانعدام الضرر** اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچدینا بطریق دلالی
کے مکروہ نہین بسبب منعدم ہونے ضرر کے ھم یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اُس سے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا
تو اسواسطے مکروہ ہی کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہی بخلاف فراخ سالی کے **قیل الحاضر المالک و البادی المشتری و الاصح کما فی المجتبی انہما السمسار و البائع لموافقتہ آخر**
الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض و لذا عدی باللام لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی مین ہی یہ
کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے رواہ مسلم اور اسی واسطے
بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے ھم یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی سنن ابو داؤد مین **لا یکرہ بیع من یزید لما مر** ویسمی بیع الدلالۃ مکروہ نہین بیع
من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اُسکو
نیلام بولتے ہین اُسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہی کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ دیتا ہی **و لا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع**
للعنۃ علیہ الصلوۃ و السلام من فرق بین والدۃ و ولدہ و اخ و اخیہ رواہ ابن ماجۃ و غیرہ عینی و عن الثانی فسادہ مطلقا و بہ قال زفر و الائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ و ذی
رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فافہم اور جدائی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اُسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب
نسب کے ہی نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اُسکو بوجھے شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع مین بسبب
لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اُسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اُسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اُسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ھم نفی مین مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو
محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہی جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنے
قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا **الا اذا کان التفریق باعتاق و توابعہ و لو علی مال و بیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالشرائع**

او متعدد دولد الآخر لطفله او مکاتبه فلا باس به او تعدد محارمه فله بیع ماسوے واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بهما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق او
اُسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اُس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے
کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہین یا مالک متعدد ہون اور اگر دوسرا غلام اُسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچھ مضائقہ
نہین یا غلام کے محارم چند ہون تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہی سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہی کذا فی الفتح ھ اگر صغیر کی دادی
عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہی نہ دادی کی کیونکہ وہ مان کے برابر ہی او بحق مستحق کخروجه مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا
مستحق نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہین اور ایک غلام اُسمین دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہین وکدفع احدهما بالجناية وبيعه بالدين
او باتلاف مال الغير ورده بعيب لان النظر في دفع الضرر عن الغير لا في الضرر بالغير اور چنانچہ دینا دو مین سے ایک غلام کو بسبب اُسکے ارتکاب جنایت کے اور
بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہی اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اُسکے محرم مین منع ہی تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہی صغیر سے نہ غیر کے ضرر مین ھ یعنی منظور شرع یہ ہی کہ صغیر سے ضرر
دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اُسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہین کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقًا تفریق منع ہو تو درصورت جنایت غلام مالک
پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت مین قرضخواہون کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت مین بعیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبيرين
والزوجين فلا باس به خلافا لاحمد فالمستثنى احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین برخلاف امام احمد بن حنبل
کے مذہب کے تو مستثنے گیارہ ہین ھ یعنے صغیر اور اُسکے محرم نسبی مین تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہین مگر گیارہ صورتون مین جائز ہی ١ اعتاق ٢
توابع اعتاق ٣ اُسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ہو جب کہ ٤ مالک غلام کا کافر ہو ٥ جبکہ مالک متعدد ہون ٦ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص
ہون ٧ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ٨ دینا غلام کو غلام کی جنایت مین ٩ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین مین ١٠ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر مین ١١
پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق مین بارھوین صورت یہ زیادہ کی ہی جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اُسکی مان اُسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق ببيع
وغيره من اسباب الملك كصدقة ووصية يكره بشراء الا من حربي ابن ملك وبقسمة في الميراث والغنائم جوهرة اور جیسے تفریق مکروہ ہی بیع سے
اور اُسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہی مگر حربی سے خرید مکروہ نہین کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم
مین قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہی کذا فی الجوہرہ ھ ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمین ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچتا ہی تو واجب
یہ ہی کہ دونون غلامون کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونون بھائی اُنکا ثمن قسمت کر لین اور اسیطرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہی کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری
کے ہی کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہی بعد ذکر بیوع مکروہہ کے واعلم ان فسخ المكروه واجب على كل واحد منهما ايضا بحر وغيره لدفع الاثم مجمع
اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہی یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہی ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہی کذا فی البحر وغیرہ بسبب
دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفيه صح شراء كافر مسلما ومصحفا مع الاجبار على اخراجهما عن ملكه وسيجئ في المتفرقات والله اعلم اور مجمع مین یہ بھی روایت ہی
کہ ہم صحیح کہتے ہین شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات مین آویگا واللہ تعالے اعلم یعنی اگر کافر مسلمان غلام
یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہی باطل یا فاسد نہین لیکن کافر جبر کیا جایگا کہ اُنکو اپنی ملک مین نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن حمید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم
بالصواب

فصل في الفضولي

یہ فصل ہی بیع فضولی کے احکام مین ھ فضولی نسبت ہی فضول کی طرف جو جمع ہی فضل بمعنی زیادت کے چنانچہ نہاری اور عربی مناسبة ظاهرة
مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہی کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شئی پر موقوف ہی یعنی فاسد مین قبض پر اور موقوف مین اجازت پر کذا فی الحلبی ذکرہ فی النہر

بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہی اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہی م وجہ اُسکی یہ ہی
کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہی کہ یہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہ ہی
کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہی کہ مبیع غیر کا حق ہی وہو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وہ یعنی فضولی
لغت مین اُسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہی کہ تو فضولی ہی تو اُسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے
کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہی اور فاعل کو مفید ہی تو اُسکو فضولی کہنا ظاہر الغی وجوب پر دلالت کرتا ہی اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوگی اسواسطے کہ اس
کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحًا من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی
وہ ہی جو اپنے غیر کے حق مین تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہی تو اُسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور
بغیر اذن شرعی فصل ہی جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق
واعتاق ولہ مجیز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفًا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج
یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور حالانکہ اُسکا مجیز ہی یعنے اُس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہی جو قادر ہی اُسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے
کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر م یعنی اگر مثلًا زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اُسکی
زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ

العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلًا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ
وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل مالم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین بحالت عقد مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل
اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلًا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی
اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اُسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ
بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے صغیر بسبب عدم بلوغ
کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی
تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہی م ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ
غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اسکو فضولی قرار دیا ووقف بیع مال الغیر ان الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا
لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی
چنانچہ زواہر الجواہر مین ہی حاوی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے توقف بیع اس صورت مین ہی اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر
بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہی یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہی تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار
فیہ لمالکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر لمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اُسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہی یا اُسکو بیچا اپنی ذات سے یعنے
خود خرید کیا یا اُسمین اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اُس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع
مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہی م ابو سعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا
پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ

بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہی سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہی لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اُسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے
دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہی اور ظاہر ایہی حکم ہی دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ
قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود مساوی صفات تعین
متعین نہین کذا فی الطحطاوی فالحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہی کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون مین
باطل ہی ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہی قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری
صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنی فضولی پر
نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی
تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اُسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہی نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اُس سے
لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع
بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا یہ یعنے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اُسوقت ہی جبکہ اُسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی
ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اُسکے ہاتھ بیچا تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی
کذا فی البزازیہ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہی کذا فی البحر والاشباہ
عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہی کہ فضولی غاصب ہی بیع کا م حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہی طحطاوی نے کہا
بہتر یہ ہی کہ مصنف کے قول یعنی للمالک کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولے طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے
واسطے باطل ہی اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا لے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور
ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر
للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر
مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علے الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہی کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین
باطل ہی جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اُسمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اُس
شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہی بسبب اسکے منافی
ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہی نہ باطل اور اُسکی تصریح ہی کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو
اس بیع کی اجازت درست ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اُسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف
ہی واما الثانیۃ ففی النہر وشتی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق
مین یون ہی اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر جیسا کہ ہمارے اُستاد نے فرمایا ہی یہ ہی کہ بیع فضولی
کی درصورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن
المصنف وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہی اور مین نے
اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوتی

٥ ای اول وجہ بطلان البیع ہذا ۱۲

یعنے باطل ہی انتہی طحطاوی نے کہا الی ہہنا یعنی انتہی ہی وو قف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور
صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہی مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہی و فی العمادیۃ وغیرہا لا ینعقد
اقرارہما بہذہ لا عقودہ و تحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہا مین ہی کہ غلام کے اقرار منعقد نہین ہوتے اور نہ اُسکے عقود اور اُسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر مین ہم نا بر ا
عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہی اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہی اور وہ موقوف ہی وغیر منعقد اور جواب سکا یون ممکن ہی کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہی و وقف
بیع مالہ من فاسد العقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بائع کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہی ہم غیر رشید وہ ہی
جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو و بیع المرہون و المستاجر و الارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن و مستاجر و مزارع اور جو چیز گروی ہی اور غیر کے اجارے مین ہی اور
جو زمین غیر کے پاس بٹائی مین ہی اُسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہی ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہین نہ فسخ بیع کے لیکن
کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہی نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی و وقف بیع شئی برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل
اور موقوف ہی بیع شئی کی اُسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت اُسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع مین علامت مذکورہ کو دریافت کرلیا تو بیع نافذ ہی اور نہین
تو باطل ہی ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہی اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ مین اُسکے بالعکس ہی قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد لہ عرضیۃ
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح علیہ فیحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا مین کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی جسکو صحت عارض
ہوسکتی ہی یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہین یہی قول صحیح ہی تو بنابر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہی اور بنابر قول
ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہی مباشرت حرام نہین وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے
اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع مین ہم درر مین ہی کہ ایک شئی زید نے بکر کے ہاتھ بیچی پھر اسکو
عمرو کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہین یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردین تو بھی ثانی منعقد نہو گی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہو گی اگر قبضہ بیع سے
ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ مین نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہی جسکا ذکر ہوچکا اسلیئے
کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہی اُسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین
والبیع بما باع فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا بطل اور
بیع موقوف ہی بعوض اُس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اُسکو جانتا ہی اور مشتری نہین جانتا اور بیع اُس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہین
یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری نے مجلس عقد مین ثمن کو دریافت کرلیا تو تینون صورتون مین بیع صحیح ہی نہین تو باطل ہم
وبیع الشئی بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل وافی اور موقوف ہی بیع شئی کی اُسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد مین تو صحیح ہی نہین تو باطل ہی
کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہی وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہی یعنی اگر مجلس مین اختیار کریگا تو صحیح والا غیر صحیح ووقف
بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہی بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنی بشرطیکہ
غاصب نے اُسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہوچکا ووقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب ایضا اور
بھی موقوف ہی بیع مالک کی شئی مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے
خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہی والا نہین وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم مین ضرر ہی بائع کا اُسکی تسلیم
فی المجلس پر موقوف ہی ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے

باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہو و بیع الورثة الترکة المستغرقة علے اجازة الغرما اور جیسا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہے
و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل
یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے واوصلہا فی النہر الی نیف وثلثین او نہر الفائق
مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین ازانجملہ مصنف اور شارح نے تیس قسمین ذکر کی ہین
وحکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازة من المالک اذا کان البائع والمشتری والمبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازتہ کالبیع حکما اور حکم یعنے اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جبکہ
بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہوگئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز شمار ہوگئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے
برابر ہے ہم تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہوگیا بخلاف کپڑا
رنگین کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی
الطحطاوی وکذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی وعلیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ وغیر العرض ملک للمجیز
امانة فی ید الفضولی ملتقی۔ اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری
ٹھہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اسکی واجب
ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ مین امانت ہے کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیام صاحب المتاع
ایضا فلا یجوز اجازة وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اسکے وارث کی یو اسطے باطل ہوجانے اجازت
کے اسکی موت سے وحکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازة عمادیة اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور
اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ وہل للمشتری الرجوع علے الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازة الاصح نعم ان لم یعلم انہ فضولی وقت
الاداء لا ان علم قنیہ واعتمدہ ابن الشحنة واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن ملک بانہ امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے
اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہوجائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری اداے ثمن کے وقت یہ نجانتا ہو
کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہین اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح
اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقولہ اسأت نہر لیس باجازة اصبت او احسنت او وفقت علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی
سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت
اور اصبت اجازت نہین کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی وہبة الثمن من المشتری والتصدق علیہ اجازة اذا المبیع قائما عمادیہ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقولہ لا اجیز رد لہ ای للبیع الموقوف
فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے
اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد
اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے وافاد کلامہ جواز الاجازة بالفعل وبالقول وان للمالک الاجازة والفسخ وللمشتری الفسخ لا الاجازة وکذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ معبر محض

بزازیہ اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اُسکا فسخ کردینا جائز ہی اور مشتری کو فسخ جائز ہی
نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع مین فسخ کرنا جائز ہی نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہی کذا فی البزازیہ م جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا
تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اُسمین فضولی کو فسخ کا اختیار ہی تا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے
بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اُسکی طرف راجع ہونگے یعنے مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اسمین اُسکا ضرر ہی تو اُسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے
ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالكين خير المشتری فی حصتہ والزمہ محمد بہا اور مجمع مین ہی کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو
مشتری مختار ہی اُسکے حصہ لینے مین اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہی بلا اختیار **سمع ان فضوليا باع ملكه فاجاز ولم يعلم مقدار الثمن فلما علم**
رد البيع فالمعتبر اجازته لصيرورته بالاجازة كالوكيل حتى لصح حطه من الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سُنا کہ فضولی نے اُسکا مال بیچ ڈالا سو اُسنے بیع کو جائز رکھا
اور حالانکہ اُسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پھر جب اُسکو علم ہوا مقدار کا تو اُسنے بیع کو رد کیا تو اُسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے فضولی کی اجازت
سے مانند وکیل کے تا اینکہ اُسکا کم کردینا ثمن سے صحیح ہی مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے
جائز ہی مطلقا خواہ مالک کو اُسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح **اشترى من غاصب عبدا فاعتقه المشتری او باعه فاجاز المالك** بيع الغاصب
او ادی الغاصب الضمان الى المالك على الاصح ہدایہ **او ادی المشتری الضمان اليه** على الصحيح زیلعی **نفذ الاول** وهو العتق **لا الثانی** وهو البيع لان
الاعتاق انما يفتقر للملك وقت نفاذه لا وقت ثبوته خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اُسکو آزاد کردیا یا اُسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی
یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا
نہ ثانی یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہی ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت م یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر
کے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فيما لا يملك عتق نافذ فی الحال مراد ہی بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی
ثبوت کے وقت قيد بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ينفذ باداء الضمان لثبوت الملك به زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا آزاد
کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اُسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی م یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہی نہ غصب سے کیونکہ غصب
ملک کا سبب نہین تو عتق اُسوقت واقع ہوا جب کہ پہلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اُسمین ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی
ولو قطعت يده مثلا عند مشتریہ **فاجيز البيع فارشه** ای القطع **له** وكذا **كل ما يحدث من المبيع كالكسب والولد والعقر ولو قبل الاجازة**
يكون للمشتری لان الملك تم له من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام بیع کا اُسکے مشتری کے پاس پھر اُسکی بیع کی اجازت ہوئی
تو قطع کی دیت مشتری کی ہی اور اسی طرح جو چیز پیدا ہو بیع سے چنانچہ اُسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے
مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اُسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے
چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اُسکے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہی نہ غصب سے **وتصدق بما زاد على نصف الثمن** وجوبا لعدم دخوله فی ضمانه فتح اور
جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اُسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب نہ داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اُسکے ضمان مین
كذا فی الفتح م ایک ہاتھ کی دیت غلام مین نصف قیمت ہی اور مشتری کے ضمان مین اُسقدر داخل ہی جو مقابلہ ثمن کے ہی تو نصف ثمن سے جسقدر دیت
زیادہ ہوگی اُسمین شبہہ ہی عدم ملک کا لہذا اُسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح **باع عبد غيره بغير امره** قيد اتفاقی
فبرهن المشتری مثلا **على اقرار البائع** الفضولی **او على اقرار رب العبد انه لم يامره بالبيع** للعبد **واراد المشتری رد المبيع** رد حجته

ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری سنے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہی یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہی م وجہ تناقض یہ ہی کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہی اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امر او برہن علی اقرار المشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اُسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ جو شخص سعی کرے اُس چیز کے توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہی تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہی مگر دو مسئلون مین مقبول م ایک مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے غلام کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اُسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اُسپر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا اور اُسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیر لے اور اُسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التہمۃ فاذا توافقا بطل فی حقہما الا فی حق المالک للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان یامرہ فیطالب البائع بالثمن لانہ وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہی نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی اُنکے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہی سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیرہ بغیر امرہ وقبضہا المشتری نہر واما ادخالہا فی بناء المشتری فقید اتفاقی در اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارتین چنانچہ کنز مین واقع ہی سو قید اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہی ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت اقرار بائع اُسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہی یعنے مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہی کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہی اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برہن المالک اخذہا لانہ نور دعواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے باعہ فضولی وآجرہ آخر او زوجہ اور ہنہ فاجیزا معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکۃ لا زوجۃ فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دو لوگون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتریون کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا کذا فی النہر سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیۃ من آخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فصل اقالہ کی اخیر سے

باب الاقالہ

یہ باب ہی اقالہ کے احکام مین م مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہی کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہی **ہی لغۃ** الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت مین رفع ہی اقال اجوف یائی سے م بعضون نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہی اور ہمزہ سلب کا ہی شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہی نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر گر قول سے مشتق ہوتا تو قُلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہی کہ اسکا مصدر ثلاثی یائی آتا ہی نہ وادی مجموع اللغت مین کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہی کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے اسکو **ق ی ل** کے مادے مین مذکور کیا ہی نہ **ق و ل** مین وشرعا **رفع البیع** اور شرع مین اقالہ عبارت ہی رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہی تو یون تعبیر کیا ہی کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہی **و تصح بلفظین ماضیین** وہذا رکنہا **او احدہما مستقبل** کاقلنی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہی دو ماضی لفظون سے اور یہ اقالہ کا رکن ہی یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا استقبال چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا م یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہ ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہی اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہی اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصۂ جواب یہ ہی کہ اقالہ اسمین درحکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وہو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہی منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہی **وتصح ایضا بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت** اقالہ صحیح ہوتا ہی ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوے یعنی مین نے تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مین نے اٹھا ڈالا م مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہی **و بالتعاطی** ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح وبزازیہ اور اقالہ صحیح ہی تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہی کذا فی البزازیہ م یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہی وفی السراجیہ لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ مین ہی کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مدفوع ضروری ہی دونون جانب سے م یہ قول مقابل ہی قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہی **و تتوقف علی قبول الآخر فی المجلس** ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک ولان من شرائطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہی طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کرلیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک سواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہی م فی الفور سے مراد یہ ہی کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہی جو قنیہ مین مذکور ہی کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب نہ متحد ہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہی متعاقدین کی یا انکے وارثون یا وصی کی المحل القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہی باقی رہنا اُس محل کا جو قابل فسخ ہی بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہی تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین م زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہی چنانچہ رنگ درخت

ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ متارکہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا
تو بالاجماع بیع ہے دوم بلفظ بیع اقالہ کی یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو تو نے خرید کیا **وثمرتہ فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع**
الشفعة ثم تقایلا قضی لہ بہا لکونہ بیعا جدیدا کذا کان الشفیع ثالثہما اور اُسکا ثمرہ یعنی حق ثالث مین اقالہ کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول
یہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کر دیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اُسکو دلایا جاویگا بسبب اُسکے ہونے کے بیع جدید
تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا **والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمہ بعد ہا لانہ بیع فی حقہ** اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین
کر سکتا بسبب اُس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اُسکے حق مین ہے یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین
اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اُسکو پھیر دے بائع اول کو تو اُسکو یہ جائز نہین اسواسطے کہ یہ اُسکے حق مین بیع ہے
گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح **والثالث لیس للواہب الرجوع اذا باع الموہوب لہ الموہوب من آخر ثم تقایلا لانہ کالمشتری**
من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ
موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے **والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤہ منہ بالاقل** اور موضع رابع
یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اُس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خریدی اور قبضہ کیا
اور ہنوز ثمن نہین دیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری
مذکور سے اُسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی **والخامس اذا اشتری**
بعروض التجارة عبدا للخدمة بعد ما حال علیہا الحول ووجد بہ عیبا فردہ بغیر قضاء واسترد العروض فہلکت فی یدہ لم تسقط الزکوة
فالفقیر ثالثہما اذ الرد بعیب بلا قضاء اقالة اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر
اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری نے اُسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہو گئین مالک کے ہاتھ مین تو اُنکی زکوة ساقط نہوگی پس یہان
فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اُنکی خرید
استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع
واقع نہوگی اور اجناس ہلاک ہو گئین تو زکوة واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس
کا مستہلک ٹھہرا لہذا زکوة واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق مین تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحطاوی **ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء**
لانہ حق اللہ تعالی فانہ ثالثہما صدر الشریعہ اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا
متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعہ ہم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو
وطی اُسکی جائز نہوگی مگر بعد استبراء کے **والاقالة بعد الاجارة والرہن فالمرتہن ثالثہما نہر فہی التسعة** اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن
تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے تو ہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجھسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مین نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع کے
مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کا اجازت مرتہن یا فک رہن پر موقوف
ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اُسنے جائز رکھا تو نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی
والاقالة یمنع صحتہا ہلاک المبیع ولو حکما کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہین بلکہ حکمی ہو چنانچہ بھاگ جانا غلام کا ہے اور اگر ہلاکی بیع کی

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ھ چونکہ اصل بیع مین مبیع ہی
نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہی نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض بیع کا ہلاک ہوجانا مانع اقالہ کا نہین بقدر
باقی کے جزکو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ھ ازانجملہ یہ ہی کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اسکے حصہ کے اقالہ صحیح ہی چنانچہ
شامی اسکو قنیہ سے مذکور کریگا ولیس منہ مالو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر
دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہین واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ
وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین
مقایضہ اور اسیطرح سلم مین ہلاک ہوجاوے تو اقالہ صحیح ہی باقی بدل مین اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہی اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہی اگر وہ مثلی ہو
اور اگر دونون بدل ہلاک ہوگئے تو اقالہ باطل ہی مگر صرف مین باطل نہین ھ مقایضہ عبارت ہی بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا
استثنا منقطع ہی تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیۃ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر
غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہووے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہی کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا
بشجرہ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شئ للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بہ بقطع
الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا
اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور تمام ثمن اسکو لازم ہی اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے
کچھ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہی تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ وفیہا اشتری
ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہی کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی زمین مین اسکے حصے کے برابر
ھ یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراک الزرع اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین اسواسطے کہ
عقد خوید پر وارد ہی نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہی کہ دونون نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا
کہ مشتری نے لونڈی بیچی ہوئی سے وطی کی ہی تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین ہی کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہی ہر طرح
یعنے خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت مین کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا
البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا
اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا اسواسطے کہ سلم مین مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہوگیا اور جو ساقط
ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہی جیسا قبل اقالہ کے
تھا تو اسمین تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ھ یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اسمین تصرف جائز نہین جیسے رب السلم کو
(جس نے سلم کیا ۱۲) (مالک مال ۱۲)
بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف وحکم راس المال
کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہی مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر قسم
نہین ھ اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کھائینگے یعنے در صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا
قبل قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف مین جائز نہین ھ اور اگر متفرق ہوے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہین اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہی قولہ الا فی الصرف استثنا منقطع ہی کیونکہ کلام راس المال مین ہی و فیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اشباہ مین ہی کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہی اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین مدعی فساد کا قول معتبر ہی جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے م اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہی کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہی اور بائع مدعی صحت ہی اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہی کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجودیکہ یہان صحت اور فساد مین اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بالعکس تحالفا ان لم یکن فناء المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہووے یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہین م جبکہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہی مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی ودرایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ مین نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اسکا پھل کھایا ایک سال پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین م نزل بضم نون و زاء معجمہ اگرچہ معنی روزی و مہمانی کے ہی لیکن یہان پھل انگور کا مراد ہی

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہی مرابحۃ اور تولیہ کے احکام مین لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا م یعنی ابتک اُن بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ تھا اب اُن بیوع کا بیان شروع ہو جنمین جانب ثمن ملحوظ ہی چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہی نہ ثمن نہر الفائق مین ہی کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہی کہ ناواقف محتاج ہی تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تو اسکے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہو گی اور بروایت صحیح ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اُونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اُونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ و وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب اُنکے ظاہر ہونے کے م مساومہ وہ بیع ہی جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اُسمین ثمن اول کی طرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہی کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگرون مین کمتر ہی کیونکہ تجارت سے غرض استرباح ہی المرابحۃ مصدر ہی رائج کا م عرب بولتے ہین باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہی اُس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہی منجملہ اسباب و متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جبکہ اُسکا ثمن یا قیمت اُتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مضمومہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہی کذا فی المبسوط م خلاصہ یہ ہی کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اُسپر دال ہی بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہی سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اسمین مرابحہ یون ہی کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہی تو اُسمین مرابحہ یون ہی کہ اُس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے

کہاکہ عروض کی قیمت سے دراہم کو مرابحہ کر لیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ زیلعی میں بدائع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطور بیع مرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم **والتولیۃ** مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا **وشرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی القیمۃ وعبر عنہا بہ لانہ الغالب** اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہوجاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے

وشرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی جیسا کہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہان اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید مین تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کردیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر مختصرا **وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا** مشارا الیہ کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچے گا تو جائز نہوگا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہوجاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اسکا معلوم نہو لہذا بیع جائز نہوئی

ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب **والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار** اور ملاوے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیون نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریون کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت اور انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور بمبون اور نہرون کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور [illegible] کرنے کی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر **واجرۃ السمسار والدلال** علی مکان الساعۃ وصاحبہا **المشروط فی العقد** علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید کو یقین کیا ہے درر مین اور بحر الرائق مین اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال مین کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہے بائع اور مشتری مین لیکن عرف فقہا مین دونون مین فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق مین ہے کہ عدم ضم اجرت دلال بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشباہ مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع مین زیادہ ہوجاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اسکی قیمت مین زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگرون کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار

اپنے عرف مین راس المال کے ساتھ ملاتے ہون اُسکو ملانا چاہیے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ چیز اتنے کو پڑی اور یون نہ کہے
کہ مین نے اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہ جھوٹ ہے ہم مثلاً ایک کپڑا چار روپے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اُسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اُسکے بیچنے کے وقت یون کہے کہ یہ قمیص
یا یہ قبا مجکو پانچ روپیہ کو پڑی اور یون نہ کہے کہ مین نے پانچ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اُس صورت مین ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ
بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوہ اوباع برقمہ لو صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جبکہ شی
موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہراوے یا مبیع کو اُسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہے اُس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر
دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے مین اسپر اتنا نفع لیکر
بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بنا دیگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر فیما یظہر
علله فی المبسوط بعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہا ہے سو ہے اسی واسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہے ہم بعضے علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی حال آنکہ یہ غلط ہے بلکہ
تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کرنے کا تو ملاوے والا نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے
راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا النفقۃ لنفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سوداگر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت
مین سفر تجارت کے اندر اُسکو بھی اس بیع مین حساب نکرے ولا اجر عمل عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اجرت اُس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ
اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل منت کردیا اُسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ کانہ
للعرف والا فلا فرق یظہر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اُجرت مخزن کے کہ اُسکو راس المال کے ساتھ ملاوے
چنانچہ فقہا نے اُسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہین تو کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین تامل کر
وما یوخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے
اُس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ مین ظلم سے مگر اُسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج مین اُسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم ضم مین چنانچہ معلوم کریگا تو
عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اُسکو مقتضی ہے کہ
درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ
المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اُسکے اقرار سے یا گواہون سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اُسکو پھیرے
اُسکے پورے ثمن سے یا اُسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اُس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اُسکو لینے نہ لینے مین
اختیار ہوگا زیلعی الفائق مین ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اُسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درم کو مثلاً خرید کی ہو اُسکو دس درم کی بتاوے وله الحط قدر الخیانۃ
فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کرڈالنا تولیہ مین تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے تحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو
تولیہ ثابت نہو ہم پہلے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الرد
لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہوجاوے یا اُسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اُسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی
چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اُسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اُسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث آخر رجع
بالنقصان اور ہم اول ذکر کرچکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پھر دوسرا عیب اُسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرلے ہم مولی اسم مفعول ہے تولیہ سے رجوع

بالنقصان اسواسطے جائز نہین کہ رجوع سے بیع ثانی کتر ہوگی بیع اول سے اور مالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی وشراہ ثانیا بجنس الثمن الاول لک
بعد بیعہ بربح فان رابح طرح بالربح قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کی جنس سے بعد اُسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اُسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کر دے
اُسقدر کو جو نفع لے چکا ہے قبل اسکے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اُسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا
تو اب اگر دوسری بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا پھر اُسپر جتنا چاہے نفع لے اور قید
ہمجنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہو اور ثمن ثانی دس درہم ہون تو اُسکو دس درہم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے
ہوئی تو اسطرح کرنا متصور نہین مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہین کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یرابح خلافا لہما وہو ارفق وقولہ
اوثق بحر اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح پر کہ دس درہم سے خرید کرکے بیس درہم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اُسکو مشتری سے خرید کرے بعوض دس درہم کے تو اب
دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اُسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک دونون صورتون مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر بہتر ہے
اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کر دے اسطرح پر کہ مین نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر
پھر اتنے کو خرید کیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے
محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی بر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابح ای جاز ان یبیع مرابحۃ لغیر سید شری من مکاتبہ
او ماذونہ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ہذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون لعکسہ نفیا للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی
بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اُس مولی کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اُسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون
کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنے ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنے
استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولی کا اُس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون مین
بطریق اولی یہی حکم ہوگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اُسکے مولی نے اُس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولی
دس درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اُسکے غلام مذکور نے اُس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق
امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک غیر مین تصرف کو مفید ہے مگر اُسمین عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہین تو
گویا مولی نے اپنے ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر وکذا
کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بین ذلک رابح علی شراہ نفسہ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اُس شخص کا جسکی گواہی اُسکے حق مین مقبول نہین
چنانچہ اُسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کر دے کہ مین نے اسکو اپنے غلام یا مولی سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر
نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال اور اس حکم مین احد الزوجین اور احد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہین اور یہ مذہب ہے امام کا خلافا للصاحبین کذا فی
الطحطاوی ولو کان مضارب بالنصف عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف
لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیٔ فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہے جسکے پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر اُنھین درمون سے اُسنے کپڑا
خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہے صاحب مال
کی اور اسیطرح اسکے بالعکس مین حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہے رابح مرابحۃ
بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما اما بیان نفس العیب فواجب فتعیب باعندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ او بصنع المبیع ووطی الثیب ولم ینقصہا الوطی

ف/ع
لیعنی جن دو شخصون مین
بکثرت معاوضہ ... شرکت
ہو ...

کقرض فار وحرق نار للثوب المشتري وقال ابو یوسف وزفر والثلثۃ لابد من بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف فرابحہ لنفع لیکر
بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اُسکے بیان کرنے کے کہ اُسنے بیچ کو با سلامت خریدا کیا تھا سو اُسمین عیب لگ گیا اُسکے پاس لحوق عیب ناگی سے
بسبب آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو جیسا کچھ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خرید سے کپڑے کو
شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ
عیب ناگی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضروری ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسی کو
اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ مین ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اُسکو
بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی ویرابح بببیان
التعییب ولو بفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے
فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اُسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب
لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسرہ بنشرہ وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کر کے جیسا کچھ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب
ہوجانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہی جبکہ جماع سے اُسمین نقصان
نہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہوجاتے ہین تو اُنکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ
بکارت کا موجب ہی لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا
اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوئی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتري اُدھار خرید کیا ہزار درم
سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے
فان اتلف المبیع بتعیب او تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہوجانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اُسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند
تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہوجانے کے آفت آسمانی سے
اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اُدھار خرید نے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل مابین الحال والمؤجل بحر
مصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف یعنی اگر ثمن حال مثلاً ایک ہزار
ہو اور ثمن مؤجل ہین تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتري
بکم قام علیہ فسد البیع بجہالۃ الثمن وکذا الحکم فی المرابحۃ خیر المشتري بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ لا الابطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اُسکو بطور تولیہ بیچا بعوض
اُسقدر کے جتنا اُسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جس سے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اُسپر پڑا تو بیع مذکور
فاسد ہی بسبب نہ معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر
مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو مالا
یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم

وقال ان غره اى غر المشترى البائع او بالعكس او غره الدلال فله الرد والا لا وبه افتى صدر الاسلام وغيره ثم قال وتصرفه فى بعض المبيع قبل علمه بالغبن
غير مانع منه فيرد مثل ما اتلفه ويرجع بكل الثمن على الصواب انتهى ملخصا جان اس بات کو کہ رد بیع نہین ظاہر الروایۃ مین غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش
وہ ہو جو قیمت ٹھہرانے والون کی قیمت مقرر کرنے مین داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضون نے فتوی دیا ہو مطلقاً خواہ اُسکو دھوکھا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر
صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا اور غبن فاحش مین یہ پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگون پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کے اکثر روایات ہین
اور اسی کا فتوی ہی پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکھا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکھا دیا یا اُسکو دلال نے دھوکھا دیا تو اسکو رد بیع
کا اختیار ہی اور نہین تو نہین یعنی اگر اُسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا تو رد بیع مین اختیار نہین اور اسی قول کا فتوی دیا ہی صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور
تصرف کرنا مشتری بعض مبیع مین قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہین تو مشتری اُسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے
انتہی قول القنیہ ملخصا مع جسقدر تصرف کیا اُسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ مین مصرح ہی لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اُسکا قول مردود
ہو جو قائل ہی کہ رد باقی جائز ہی اُسکے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی بقی لو کان قیمیا لم اره باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اُسمین غبن فاحش ہو
مین نے اس مسئلہ کو صریح نہین دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ مین کہتا ہون قول اخیر پر یعنی اگر غبن فاحش
فریب دینے سے ہی تو رد جائز ہی ورنہ نہین یقین کیا ہی امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا مین اور اسی کی تصحیح کی ہی زیلعی وغیرہ نے ثم صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے
اصحاب کہتے ہین کہ مغبون رد نہ کرے ولیکن یہ حکم اُس مغبون مین ہی جسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا اور اگر اُسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار
ہی انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلث منہا
ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ مین خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہی کہ غرور یعنی دھوکھا پڑنا موجب رجوع نہین مگر تین صورت مین از انجملہ ایک یہ صورت
ہی جو متن مین مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہی اگر اُسکا دھوکھا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا
رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ غرور اُس عقد مین ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونون تلف ہون پھر مستحق غیر نکلین
تو دافع سے بھر لے جسقدر اُسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہی بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے
منتفع ہوتا ہی ودیعت کی صورت یہ ہی کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ مین اسکا مالک ہون پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ مین پھر وہ
غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہی کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہی کہ زید سے بقدر ضمان بھر لے کیونکہ اُسنے اسکو دھوکھا دیا اس بات مین کہ ودیعت میری ملک ہی اور صورت
اجارہ یہ ہی کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہی پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اُس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر
لینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی ومع لا یرجع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہین فریب دینے سے عاریت اور ہبہ مین کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ مین اپنی ذات کے واسطے ہی یعنی
جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونون شخص معیر اور واہب سے رجوع نہین کر سکتے
کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی او ابنی فقد اذنت لہ
ثم ظہر حرا او ابن الغیر رجعوا علیہ بالمغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہی کہ غرور معاوضہ کے ضمن مین ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید فروخت کرو مقرر مین نے اُسکو تجارت کا اذن دیا ہی پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہی یا وہ غیر کا بیٹا ہی نہ زید کا تو اہل بازار زید سے بھر لین بسبب غرور کے بشرطیکہ
باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اُسکے آزاد ہونے کے بعد بھر لین وہذا ان اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور یہ یعنی دھوکھا دینے والے سے بھر لینا اُسوقت ہی کہ جب
اُسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہی اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری او استولد ثم

استحقا رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور عقد معاوضہ کی یہ صورت ہی کہ اگر مشتری نے گھر مین عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع نے عمارت اور ولد کی قیمت بھر لے مم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُسوقت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کردے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہین کیا مگر انکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اُس قیمت کو بھر لے والله اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب استحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرنے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکھ لے مم یعنی اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہین والا مشتری اُسی سے بھر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ در المختار کے نسخ یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ذکر ہی اشترنی فانا عبد ارتہنی او بعضی نسخون مین یون ہی بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اُس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ہوتا ہی نہ رہن رکھنے مین والله اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امراۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وسیجی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہی جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کردیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد کی قیمت مخبر سے بھر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا التصریحہم بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہی ردبیع فریب دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اُسکا وارث اُسکو پھیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہی فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے اُستاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار الشرط مین درر سے نقل کر

لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض ولدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ولیصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہی ذکر کیا ہی وہ جو اُسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہوا اُسکی طرف کہ ردبیع غرور سے موروث ہوتا ہی خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہی اور اُسکی تائید کی ہی اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہی کہ وارث ردبیع کرتا ہی بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہی بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر مم وجہ تائید یہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہی کہ خیار الغرر موروث ہوتا ہی یعنی وارث مغرور ٹھہرا مورث کے دھوکھا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان تنتفی الغرور فتدبر اور ہمنے مقدم ذکر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب اُسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہی غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہی بیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کالمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل اس بات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اُسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اُسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین مم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہ ہی کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر

نادر کا کچھ اعتبار نہیں نخ الغفار میں ہے کہ مصنف نے تعبیر بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضاے بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل کے
ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کلتابتہ واجارۃ ودبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجئ جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت
غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف
عتقہ وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے
اور اُسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدیق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اُسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور
یہی اصح ہے م یعنے اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں کیا تو اُسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح
ہے خلافا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور بجاے قبضہ مشتری
ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہو گا تاملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک مبیع قبل
قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک
بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز ومالا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے
ہلاکی عوض سے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اُسمین تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہو ہلاکی عوض
سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع
انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوہرہ قلت
وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور مبیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اور بائع نے اُسکو قبول
کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق
مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ
میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کر لے م یعنی بیع منقول کی
قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اُسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اُسمین دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خوف
انفساخ عقد در صورت ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے واشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لاکلہ
اکل حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اُسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اُسکو ناپ نہ لے اور البتہ علما نے
اُسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اُسکی کہ اُسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو شرح
بیان کیا ہے حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اُسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی
نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اُسمین دو صاع جاری
ہوویں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن
بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح اللہ اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن
والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور مکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حال آنکہ زیادتی بائع کا حق ہے م یعنی جب

مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید
زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہے تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کرلینا واجب
ہوا تا غیر کے مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اُتنا ثمن کم کردے اسی فتح القدیر مین کہا کہ معدود
عددی متقارب مراد ہے چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون او معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور
شمار کے چنانچہ ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اُسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اُسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر
لجواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور
مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے
کہ موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہوگیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ م خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات
مین دو صورت مین مشتری کو دوسرے بار وزن کرلینا شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اُنکی مقدار مقرری مین غالباً تفاوت نہین ہوتا اور
دوسرے بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کردیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع
بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح وکفایۃ کرتا ہے
بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اُسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا
اجنبی مرد کے سامنے پھر اُسنے مکیل کو خرید کیا پھر اُسکو بشرط کیل بیچا قبل اُسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اُسکو کیل کرلیا ہو بواسطہ عدم کیل
مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اُسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہوگئی کیل وعدد سے
اور تسلیم ثابت ہوچکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اُسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون صحیح نہین ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف
فیہ قبل کیلہ ووزنہ بجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اُسمین تصرف قبل اُسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل
قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن تتمات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل تتمات بطریق اولی جائز ہوگا
لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فهو فی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری
الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع قبل از پیمایش گز اگرچہ اسکو بشرط پیمایش خرید کیا ہو
مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کے مانند ہوگیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار مذکور ہوگیا کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل
مذروع مشتری کا ہوچکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہوجاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اُس موزون کو مستثنے کیا ہے جسکو
تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہوگیا م مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال
کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اُسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا
کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو عینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک
قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اُسکی طرف اشارہ ہوسکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن
دین ہو تو اسمین تصرف اُسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اس طرح کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک دین جائز نہین غیر
مدیون کی کذا صحح ابن ملک سوی التعیین بالتعیین کمکیل او لا کعقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر بر جاز اخذ بدلہا شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہو جاتا ہے جیسے کیلے

کمیں تا متعین ہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہوں سے بیچا تو درم اور گیہوں کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہی ھم عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجاے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر و اجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا عینی سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہر قرض میں قبل اُسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ ہر کہ تمام اثمان اور دیون میں قبل اُنکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہی کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ اُنمیں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے اُسکی شرط کے ھم یعنی شرط صحت صرف او سلم قبض ثمن ہی تو قبل اُسکے تصرف اُسمین جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظ ابن ملک او من اجنبی او صحیح ہی زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اُسکے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد میں ہو یا بعد اُسکے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اُسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو ھم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہی تو مشتری پر واجب ہی نہ اجنبی پر اگر اُسکے بلا امر ہی تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اُسپر لازم ہی ورنہ باطل ہی اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے پھیرے ورنہ نہیں تو نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلب خلاصۃ زیادتی ثمن کی صحیح ہی اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اُسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ ھم صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہی وفیہا لو ندم بعد ما زاد اجبر اور خلاصہ میں ہو کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچھتاوے تو اُسپر جبر کیا جاوے یعنی حاکم زبردلاوے وکان المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہی بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو بیچا پھر اُسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ھم مبیع کو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف ایدی مثل اختلاف سلعہ کے برابر ہی اور اگر مبیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کرتا تو بطریق اولی جائز ہی کذا فی الطحطاوی وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہی یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در حالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اُسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اُسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اُسکو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہی بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ھم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت ہلاک حکمی میں داخل ہیں کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن او صحیح ہی کم کر دینا ثمن کا یعنی بائع کیجانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہی بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدا عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہی تمام ثمن کا کم کر دینا ھم وجہ بطلان یہ ہی کہ اسمیں اصل عقد کی تبدیل ہی کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرا دینا یا ہبہ ہی یا بیع بلا ثمن ہی تو فاسد ہی کذا فی الزیلعی واثرہ الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہی تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف میں لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہی نہ زیادتی کا ھم یعنی اگر اول دس کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کر دیے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم پر کرے اور درصورت کم کر دینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیرلے اور بائع کو حبس مبیع میں تا قبض زیادتی اختیار ہی اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد عقد ہی اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اُسکا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت میں اُسکے حق کا ابطال ہی اور حالانکہ بائع اور مشتری اُسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم زیلعی وقبل المشتری او مبیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہی بائع کیجانب سے

اور بائع کو اُسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اُسکو قبول کرے ھم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہی
اُسکو تو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اُسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب مزید حاجت ہی لہذا جائز نہین **و یلتحق ایضاً**
بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض
کے تو اُسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ھم مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئی قبل قبض کے تو مشتری کو
دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہوجائیگا **ولذا الو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل التسلیم انفسخ العقد بقدرہ قنیۃ** اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن مین اسباب زیادہ کردیا
پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن مین ایک کتاب
زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو بیع کی ایک تہائی مین بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہی
طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہی تو اُسکا مقتضی یہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضمان دے واللہ تعالی اعلم **ولا یشترط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن**
کما مر اور شرط نہین یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہین تو زیادہ کرنا صحیح ہی بعد اُسکے ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اُسمین قیام
مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا **فصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فرجع بما دفع فی براءۃ**
الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہی کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور اسقاط عین کا
صحیح نہین بخلاف دین کے کہ اُسکا اسقاط صحیح ہی تو پھیرلے جو اُسنے دیا تھا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ھم محیط مین ہی کہ متعین گیہون پیمانہ بھر
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہین اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنی متعین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط
عین صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہی اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین
صحیح ہی انتہی براءت اسقاط کی مثال یہ ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفاء کی مثال یہ کہ مین نے تجکو بری الذمہ
کیا بطریق براءت استیفاء اور قبض کے کذا فی الطحطاوی **ولو اطلقہا فقولان** اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفاء کے تو اُسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور
عدم رجوع مین اختلاف ہی **واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو بہبۃ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ماذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر** اور وہ ابراء جو ثمن کی طرف
مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابراء بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیرلے جو اُسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی
دینے کے وقت کذا فی البحر ھم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء مین تفصیل ہی کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفاء اور
قبض کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو مفتی پر
تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفاء مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی کذا فی
الطحطاوی **وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق** نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہی **وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط**
من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کردے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کردے
تو صحیح ہی بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا **والاستحقاق للبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد**
و یتعلق بالزیادۃ ایضاً فلو ردہ بنحو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اُس سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہی تو
اگر عیب وغیرہ سے مبیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیرلے یعنی ثمن اور زیادت ھم جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہی تاقبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے
تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرلے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ لے تو اُس زیادتی کے ساتھ لے جسکو بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ودرم تا

کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم دین وہ ہی جو کسی پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن السمرقندی
نہر الفائق میں ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہی خواہ ثمن بیع ہو یا سوا اسکے اسواسطے کہ صاحب دین کو معاف کر دینا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ بطریق اولی جائز ہوگی بشرط قبول
مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ میں ہی اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا یا اسکو چھوڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر
مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل نہوگا انتہی ما فی النہر الا فی سبع علی ما فی مدانیات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالۃ
وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض مگر سات صورتوں میں تاجیل دین لازم نہیں چنانچہ اشباہ کی مدانیات میں ہی صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں
یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور اس دین میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں ہم بحر الرائق میں ہی کہ
اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہی کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا اور دائن نے اسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق
میں ہی کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہی چنانچہ ظاہر بحر الرائق اسپر ناطق ہی کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہی فلا یلزم
تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ و صلہ ہی ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہی اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ وصی و صبی و ولی اور مکاتب اور
عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھہرا تو اسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اگر اسنے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہی اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہی کیونکہ اسمین
رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علماء حنفیہ قائل ہوے کہ تاجیل
قرض صحیح غیر لازم ہی کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض مہینہ بھر کے وعدے پر دیا ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہی الا فی اربع اذا کان مجحودا تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں
میں لازم ہی جبکہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت ہم صورت اسکی یہ ہی کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار نہ کرونگا تا وقتیکہ تو اسکی کچھ مدت نہ مقرر کر دے یا اصل
مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہی تو اب مدت لازم ہوگی کہ اسکا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہی جبکہ اسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے
رو برو یہ کہا تو مقر فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک
او احال علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے
اس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہی اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہی تاجیل کا ہم حوالہ کی دونوں صورتیں ملکر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابعہ یعنی وصیت میں دو صورتیں ہیں والرابع الوصیۃ
اوصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظرا للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح فیلزم ہم چوتھی صورت لزوم تاجیل قرض کی
وصیت ہی یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اسکے ثلث مال سے اور آسانی کیجائیگی سال کی
مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہی سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصیت صحیح ہی اور مدت لازم ہی والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف
وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک واقرہ المصنف اذ تعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل او خلاصہ یہ ہی کہ تاجیل دین کی تین طرح ہی بدل صرف
اور سلم میں تو تاجیل باطل ہی اور تاجیل صحیح غیر لازم ہی قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہی سوائے دیون مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں
ثابت رکھا ہی لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہی کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہی ہم قول صاحب نہر کا سابق میں مفصلاً مذکور ہو چکا قلت من حیل تاجیل القرض
کفالۃ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر ونہر فہی خامسۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں منجملہ تدابیر تاجیل قرض کی ضمانت ہی قرض کی مدت ٹھہر کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمناً متاخر
ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچویں صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنیٰ ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر زید نے مثلاً سو درم خالد سے قرض لیے اور چاہا کہ ادا کے
قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ زید محمود کو ضامن بنے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں بحر سے منقول ہی
کہ ابو یوسف کے نزدیک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہی تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہی واللہ تعالی اعلم وفی حیل الاشباہ

تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا امر الوارث

بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہی کہ وارث اقرار کرے کہ وہ

یعنے وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اُسکے کفیل پر دین موجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے

کہ میت نے کچھ متروکہ نہین چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اُسکے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین موجل فی الحال

واجب الادا ہوجاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین موجل ہوجاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین

حال ہو تو اُسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہی تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی وقلت

سیجیٔ فی آخر الکتاب انہ لو حل بموتہ واداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آئیگا کہ اگر دین مدیون کی

موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اُسکی مدت کے آنے کے ادا کردیا تو اُسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہی

متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور داین کی بیع مین اُسمین سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ

فصل فی القرض یہ فصل ہی قرض کے بیان مین ہو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہی جسکو تو دے تا اُسکا تو تقاضا کرے ہم چیز عام ہی

قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہی قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وہو اخصر من قولہ اور شرع مین قرض وہ ہی

جسکو تو دے بجملہ مثلیات کے تا اُسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہی مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اُسپر بھی صادق

آتی ہی جسمین عین شئ کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت **عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال** بمنزلۃ الجنس **مثلی** خرج القیمی **لآخر لیرد مثلہ** خرج نحو ودیعۃ وہبۃ

قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اُسکے چنانچہ

یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دے تا مین تجکو مثل اُسکے پھیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کے قید سے مانند ودیعت

اور ہبہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت مین رد عین ہی نہ رد مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہی کہ دونون مین رد عین ہی نہ رد مثل **وصح**

القرض فی مثلی ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہی جسکے تلف کرڈالنے سے اُسی کے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی ہی

وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب

ہی بشرطیکہ قالب یکسان ہو **لا فی غیرہ من القیمیات** کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین

چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہوجانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہوسکتا لہذا قرض اُن مین

صحیح نہوا فتاوی عالمگیری مین ہی متفاوت چیزین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین تر طبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے

کچھ مضائقہ نہین **واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین** اور دریافت کرکہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد

ہو وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہی تو اُس سے فائدہ لینا حرام ہی لیکن اُسکا بیچ ڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے

گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہی انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اُسمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی **فیصح استقراض**

الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقارب فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح ہی قرض لینا دراہم

اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اُسکا شمار ہوتا ہی بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہی قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے

اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض سے فقہا نے عددگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین کیا **استقرض من الفلوس**

الرائجة والعدالی فکسدت فعلیه مثلها کاسدة ولا یغرم قیمتها وکذا کل ما یکال او یوزن لما مرانه مضمون بمثله فلا عبرة بغلائه ورخصه ذکره فی المبسوط من غیر خلاف

وجعله فی البزازیة وغیرها قول الامام وعند الثانی علیه قیمتها یوم القبض وعند الثالث قیمتها فی آخر یوم رواجها وعلیه الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اُسپر پابند اُسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہین اور وہ شخص اُنکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح پر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ قرض مین ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہین اُسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط مین اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ مین وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اُسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اُسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم گرانی اور ارزانی کا اُسوقت اعتبار نہین جبکہ قرض لینا اور ادا ے قرض کرنا ایک ہی شہر مین ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا عنایہ مین ہے کہ ظاہر اعدالی جمع ہے عالی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف مین بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہین جو عدال کی طرف منسوب ہین شاید عدال بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الطحطاوی وقال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمکة فعلیه قیمته بالعراق یوم استقرضه عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیه ان یرجع معه الی العراق فیاخذ طعامه صاحب بزازیہ نے کہا اور اسیطرح مسئلہ فلوس کے مانند ائمہ ثلثہ مین خلاف ہے جبکہ ایک شخص نے گیہون یا مطلق اناج قرض لیا عراق مین سو مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ لیا مکہ شریف مین تو اُسپر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق مین تھی اُسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر واجب نہین کہ مستقرض کے ساتھ پھر جاے عراق کی طرف اور وہان اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ مین قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہین کیا سو اگر دونون شہرون کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہین اور اگر قیمت مختلف ہو تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے واستقرض الطعام ببلد الطعام فیه رخیص فلقیه المقرض فی بلد الطعام فیه غال فاخذه الطالب بحقه فلیس له حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان یوثق له بکفیل حتی یعطیه طعامه فی البلد الذی اخذ منه اور اگر اناج قرض لیا اُس شہر مین جسمین اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اُس شہر مین قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمین اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اُس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہین اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرا دے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اس شہر مین جسمین اُس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکه کیلا او وزنا فلم یقبضه حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تاخیره الی مجیء الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا کسدت وتمامه فی صرف الخانیة قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہان تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اُسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونون اُسکی قیمت پر راضی ہوجاوین بسبب نہ موجود ہونے میوے کے بخلاف فلوس کے جبکہ اُنکا رواج جاتا رہے تو اُنکی قیمت دینا جائز نہین کیونکہ فلوس غیر مروجہ نایاب نہین اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف مین ہے ویملک المستقرض القرض بنفس القبض عندهما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء علی انعقاده بلفظ القرض وفیه تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادته الملک للحال بحر اور مالک ہوجاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک تا قیام قرض اُسکا رد مثل جائز نہین طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدون اُسکے استہلاک کے اور اسمین انعقاد اور عدم انعقاد دونون قولون کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اُسکے مفید ہونے کے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہوجاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہین فیجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة ولو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بزازیة فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مستقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونون شخص متفرق ہوے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ خرید مستقرض یاد رکھو

ملک پر متفرع ہی یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اُسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہو گیا تو اب اُسکو اُسکا خرید کرنا ثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق مین ہی کہ بیع الدین بالدین جائز ہی بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین تا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی اقرض صبیا محجورا فاستھلکہ الصبی لا ضمین خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اُسکو تلف کیا تو اُسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہی طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اُسکے پاس امانت رکھی اور اُسنے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہی ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہی فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہی کہ یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وھو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اُس سے قرض کا مواخذہ نہین اُسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض ودیعت حکم مین برابر مین کذا فی الخانیہ وفیھا استقرض من آخر دراھم فاتاہ المقرض بھا قال المستقرض القھا فی الماء فالقاھا قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فانہ بالالقاء یعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ لغریب الروایۃ اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اُسکے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ اُنکو پانی مین ڈال دے اور اُسنے دراہم پانی مین ڈال دیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہی بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈال دینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہی کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہی پہلی صورت مین یعنی قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورت مین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف نسبت کیا ہم خرید سے مراد یہ ہی کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈال دے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیھا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منھا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراھم المکسورۃ علی ان یودی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ مین ہی کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہی تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہی اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اُسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہی کہ قرض مین محل ایفا شرط نہین اور قرض کا محل متعین ہی کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہی اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہی کہ اُسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہی جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تھا اور اسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اُسکے قبول مین جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی بقدر چھ جو کے سو درم مین تو جائز ہی نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اُسکو جانتا نہو تو اُسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اُس چیز کو تبعیض یعنی اُسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اُنمین کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہی بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم مین ہی کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ مین ہی کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہی اور شرط لغو ہی اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اُسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اُسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہو اور بعد

ایضاً دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان میں ہنڈوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا فی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان میں راہن کے اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کریگا م کرخی نے کہا کہ نفع قرض کا اسوقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے درم اس واسطے قرض دیے تا مستقرض اس سے متاع ثمن غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرطی الاقرار پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام طعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہیں اور اگر دائن مدیون سے دراہم پاوے بشرطیکہ دین مؤجل نہو اور دراہم عمدہ تر نہوں تو اسکو لینا جائز ہے فاما جائز نہیں چنانچہ اگر درم قرض ہوں اور اسکے دینار پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً فرع مسائل متفرقہ شارح کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہ الیہ اقر العبد بہ وقال دفعتہا الی مولای وانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شئ علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقرانہ قبضہ باحق انتہی بحر قرض مانگے دس درم اور اپنے غلام کو انکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دیدیے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبض میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بھر لیگا اسواسطے کہ غلام مقر ہے کہ اسنے دراہم پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر ہم واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادائے قرض اسپر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن الخانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت وستفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اسکو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کو دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیۃ م فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی اور کہے شانے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دیدے تو قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اسطرح کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اسی کے مملوک ہونگے اسکو اختیار ہے چاہے مؤکل کو نہ دے کذا فی الطحطاوی وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخمیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربا فقال ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیر میں بدون وزن کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس خمیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہیں کہ کیا یہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے م مختار الفتوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے بحر الرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل ہے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ما راٰہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خریدنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ہم اسکی گفتگو عنقریب مذکور ہو چکی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید اخشر ت

باثنی عشر او ثلاثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی و فتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ بازید من عشرۃ و نصف و نبہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمہ فاجاب یعزر و یحبس الی ان تظہر توبتہ و صلاحہ فیترک میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے معروضات میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اسبات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے اسپر کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیے جاوین اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا سزا اُسپر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ اُسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اُسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اُسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اُسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اُسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی و ورد الامر بعدم الرجوع لکن الظاہر ان المناسب الامر بالرجوع والتیح من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھیر دیوے جو اُسنے نفع لیا ہے مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اُسکو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہے یہان تک کہ بعضے قریات اسی فعل مخصوص سے ویران ہو گئے انتہی جواب للمفتی المرحوم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ دیے اور بہت سے گیہون یا گھی وغیرہ ٹھہر لیے اسطرح کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہ باب ہے ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہے مگر یہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی (یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض مین ہو یا اموال ربوا کی بیع مین ہو اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی (واحل اللہ البیع وحرم الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہے ویسے ہی قرض مین بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونون گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اُسکو اُسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہے کہ اُسکا غبار لگے گا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنی خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہے زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اُسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے بیچے سو ایک درم نقد ہے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بالشرط مین خال عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اُسکے مخالف جنس سے نکل گیا جو باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہون اور پیمانہ بھر جو اُسکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے

منسوب الی ہرات ۱۲

دست بدست بیچا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہین مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین
ای بائع او مشتر فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہے یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونون کے سوا کسی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہین یعنی مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا
ترک کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ یہ مشعر ہے اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہین ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور
مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین تو شرط انتفاع رہن جیسا نچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمر یہ سب حرام ہے

چنانچہ جواہر اور قنیہ مین مصرح ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل وفی الہبۃ ربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ
انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی الخ عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین
ربوا نہین اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھہ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے
تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوئی یعنی اسواسطے کہ یہ فضل فی الہبہ ہے نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر
المنتقی اور یہ یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہین کذا فی الخ عن الذخیرۃ عن محمد وفی

صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک الفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب
الصرف مین ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کرڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ
کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اسکا یہ ہے کہ متعاقدین نے عوضین
متساوئین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کرڈالا یا زیادہ کردیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درمون کے مسئلے کے مانند ہے جسمین ایکدرم کا وزن زیادہ ہے

قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحللہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک
نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اسنے حلال کردیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ
یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جبکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اسنے ہبہ کردیا تو جائز نہین کیونکہ یہ ہبہ ہے

مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمناہ عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام سوی

العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من تنبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ ہمنے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہے عدم فرق مین زیادہ کرنے
اور کم کرنے کے اور بموجب اسکے تو زیادہ کرنا اور کم کرڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے
بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اسپر آگاہ کردیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو
دوسرے مقام سے خلط کرڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جبکہ
عقد متساوئین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کردیا ہو تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی مین زیادت باطل ہے
اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے
نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی
شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نرہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے
اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب مین وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سوائے بخاری کے

عبادۃ بن الصامت سے مروی ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ
یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید زاد مسلم فمن زاد واستزاد فقد اربیٰ کذا فی النہر والفتح) یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جبکہ
یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جیسطرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارح علیہ السلام نے
اس حدیث مشہور میں تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ
سونا چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیز میں جمع ہونے
سے ہوتی ہے باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور بجملہ تتمیم تماثل
مساوات ہے تقابض البدلین میں کیونکہ مال کو موخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے (النقد خیر من النسیئۃ) لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ
فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ و النساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بقفیز منہ متساویا واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھی پائے جائیں تو فضل یعنی
زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو نساء بالمد و فتح نون عبارت ہے تاخیر سے
اسیطرح اگر دونوں عوض نسیہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت
فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمرویین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد
جنس دونوں منعدم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی
شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہے ہرم کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور
اختلاف مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جزو نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دیا میں نسخوں میزان الطب سے
بیچنا یا گاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتر کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل
وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس
تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائے جانے
جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہ علت سے شبہ فضل کا
یعنی تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اسواسطے کہ
دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی
یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تختہ کی تختہ سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابوداؤد
میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور مؤطا میں ہے کہ علی مرتضی نے ایک اونٹ بعوض
بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیہ یعنی مدت ٹھہرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزو یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس
حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں معارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ مبیح ہیں اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے
ہوگی واللہ تعالی اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا فیسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر میں نقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تا اکثر ابواب سلم کے

بند نہو جاوین ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہی کہ حدیث مشہور مین وارد ہی کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہی اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہی کہ نقدین یعنی
دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات مین چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہی تقریر جواب یہ ہی کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات
مین بالاجماع مستثنے ہی ورنہ اسلم کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ مین اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہی یعنی نقود کا وزن تولون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور
روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہی اختلاف معنوی
یہ ہی کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہی کہ نقود مین تصرف قبل قبض کے جائز ہی بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے
قدر جامع نہو فی ونقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی السلم حرمۃ النساء بتحقق احد
وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے نہایۃ التحقیق سے نقل کیا ہی گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط
قدر تاخیر کو حرام نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہی آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال
یہ ہی کہ (قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا) انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین منصوص ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ
گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ اُسنے اسلام مکیل کا موزون مین فرض کیا ہی اور حالانکہ وہ دونون
مختلف القدر ہین تو جواز اسلام موزون کا موزون مین یا مکیل کا مکیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین
یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہی تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا
ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہی پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے
تو حرام ہی کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہمجنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی
اور لوہا وزنی ہم جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہی ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہی لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت
نسیہ لازم ہی بالعکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہی بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ
الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح
القدیر مین ہی کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہی تو گیہون اور جو دو جنسین ہین اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے
سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہی اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہی اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا
سوت اور گائے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دُنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور وہان جنکے اصول
مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصا ولحوم ابل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہی اگرچہ
طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہین ہوتا عادت مین کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنے متحد القدر والجنس
کی بیع برابر حلال ہی نہ بڑھا کر ولا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار وبالذرۃ وبما دون نصف صاع کحفنۃ بحفنتین وثلث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہی بیع
بتفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے بقدر جوار نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بھر کی دو لپ سے اور تین اور
پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہونچے ہم معیار عبارت ہی پاسنگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے نہر الفائق مین ہی کہ لپ کی دو لپ کی
بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر
تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ وضع ہو چنانچہ بیع اور ثمن قمح مصر مین رائج ہی تو اسکا تفاضل معتبر نہین یہ اُس صورت مین ہی کہ جب

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ لپ دو لپ میں بھی ربوٰ ثابت ہی انتہی وتفاحۃ بتفاحتین وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اولی لما فی النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقا اور حلال ہی بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہی کہ تعین سب میں قید ہی تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین

وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین وانا بانائین اقل منہ مالم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہی ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہی کذا فی الفتح وابرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ

مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہا فیجاز الفضل لفقد القدر وحرم النسا لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرم الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہی بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دونوں کے مماثل بجنس سے یعنے ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہی جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہونے مقدار کے یعنی اشیاے مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہی بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہی یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جَو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہی مطلقا خواہ فضل ہو یا نہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربوٰ کے اور حرام کہا ہی محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہی ھم فتح القدیر میں یوں ہی کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوٰ صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہی تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکاییل نصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجئے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہی اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہی کہ اُنکے نزدیک مکروہ ہی تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہی کہ جو شی کثیر میں حرام ہی اُسکے قلیل میں بھی حرام ہی انتہی ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہی تا قیامت کا ہے متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہی عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ھم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہی کہ رواج گاہے باطل پر ہو جاتا ہی جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہی کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہی اور نص کل پر حجت ہی کذا فی فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہی یعنی اگر رواج ہی اُسکے کیل کا تو وہ کیلی ہی اور اگر وزن کی عادت ہی تو وہ وزنی ہی وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہی ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین نے ھم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہوا ہی تو اسوجہ سے ہی کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہی دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اُسکے مانند سے تول کر ھم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل سے تول کر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض پر ہو سکتی ہی کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں اختلاف نہیں ہوتا فتاوی عالمگیری

مین تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہی اور غیاثیہ مین ابو یوسف سے منقول ہی کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہی اگر لوگون مین رواج ہو اور اسی پر فتویٰ ہی
تو اب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی مین وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر
فتویٰ ہی کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی حم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہی
کیونکہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہی واللہ تعالی اعلم ثم المعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط التقابض حتے لو باع
برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہی غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر
مین بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون سے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہی بخلاف امام شافعی کے بیع طعام
مین ولو احد ہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اُسپر قبضہ کر لے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہی م
مثلاً گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک دین ہی تو اگر وہ ثمن ہی یعنی مدخول با ہی جارہ ہی اس طرح پر کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ) اور جو مدخول بار جارہ نہین
وہ مبیع ہی قبض اسواسطے شرط جوار ہوا کہ دین متعین نہین ہوتا مگر قبض سے والا لا البیع بالیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہین
کیونکہ یہ بیع اُس چیز کی ہی جو اُسکے پاس نہین کذا فی السراج وجید مال الربوا لا حقوق العباد وردیئہ سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہی اور حقوق
عباد مین کھرا کھوٹے کے برابر نہین ہم ربوا مین کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے
کہ مثلاً گیہون دوسرے گیہون کے مثل نہین ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف مین تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی جیدہا
وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی یعنی جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد
مین جودت رداءت کے برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اُسکے برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو و الا قیمت اُسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت
بعقد بیع نہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب الرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر نہین وقف ویتیم
اور مریض کے مال مین اور گروی رکھا ہوا کنگن مین جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم
کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب المرگ جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال مین نافذ ہوگا یعنی
برعایت حق ورثا اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم
او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہی اور اگر بائع اور مشتری
متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی مین ہی کہ مبیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس مین اور بیع الفلوس بالنقدین
مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہی اور کلام محمد بھی مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلس مین اشتراط تعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع
اللحم بالحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع موزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے
ہو مثلاً گاے کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق
نسیہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہی اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گاے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر
نسیہ بکری مین ہی تو یہ سلم ہی حیوان مین اور اگر اُسکے بدلے مین ہی تو یہ سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان اور لحم دونون مین سلم جائز نہین وشرط محمد زیادۃ المجانس اور محمد نے
شرط کیا ہی زیادہ ہونا مجانس کا یعنی ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہی تاکچھ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو و الا
ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی وفی رواۃ مذبوح بغیر مذبوح جاز اتفاقا وکذا اسلوختین ان تساویا وزنا ابن ملک وازاد بالمسلوخۃ المفصولۃ عن السقط

الگرش واسعاد بحر او ر اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہی اور اسیطرح کھال اوجھڑی سے دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہی اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے مسلوخ سے اُس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر

م طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہی شارح کو مناسب تھا کہ اُسکا کلام ذکر کرتا اُسکا ربط اُس سے ہو جاتا منح الغفار مین ہی کہ مسلوخ تفتیش وہ ہی جسپر گوشت کا نام منطبق نہین ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیان اور تلی وکما جاز بیع کرباس بقطن وغزل مطلقا کیف ما کان لاختلافہما جنسا اور جیسے جائز ہی بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقا جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بالنقض کے سوت اور روئی نہین ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد وھو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہی مطلقا محمد کے قول مین اور یہی قول اصح ہی کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لا باس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید لانہما لیسا بموزونین ولا بجنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ لانہ لم توزن اور قنیہ مین ہی کچھ مضایقہ نہین روئی کی سوت کی بیع مین روئی کے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز نہو اور دونون مختلف الجنس نہین کہ دست بدست شرط نہو اور اسی طرح مطلقا دست بدست جائز ہی بیع ہر جنس کے سوت کی اُسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہو تا ہو مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہی کہ تفاضل جائز ہی نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب وتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لہما فلو باع مجازفۃ او موازنۃ لم یجز اتفاقا ابن ملک اور چنانچہ جائز ہی بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہی امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہی نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہین پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہو جاتا ہی خشک ہو کر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہی اور ثانیا حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اُسکا امر خلقی ہو مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہین ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہی ترازو مین اور پیمانے مین ہلکی ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد مین وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہی یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہی یا نہین اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل حدیث (اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم) پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہی خشک ہو کر لوگون نے کہا ہان تو اس سے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے یون جواب دیا ہی کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہی اسواسطے کہ ابو داؤد اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہی سعد بن ابی وقاص سے سنا د نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور چنانچہ جائز ہی بیع تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسیطرح یعنی فی الحال نہ فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ومان یباع رطبہا برطبہا ویابسہا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہی چنانچہ انجیر اور انار اُسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ وبالیابس جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اُسکے مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی آگے نزدیک منقع یابس کی بیع مبلول سے جائز نہین بشرط انتفاخ والا جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب والتمر والجید والردی فہو ساقط الاعتبار وکل تفاوت

گندم خشک ۱۲

پھولنا ۱۲

قول بعض مضمون یہی ہے ... کھجور تازہ ۱۲

بصنع العباد کالحنطة بالدقیق والحنطة المقلیة لغیرہا الفسد کما سیجئ اور عنایہ مین ہی کہ جو تفاوت پیدایشی ہی چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ اور ناقص پس وہ ساقط
الاعتبار ہی یعنی انمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہی چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھُنے گیہون کی بیع بن بھُنے سے وہ مفسد ہی
چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفة بعضہا ببعض متفاضلا یداً بید اور جیسے جائز ہی بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست ہم
لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہی بیع گاے کے دودھ کی بکری کے
دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل الدقل بفتحتین ردی التمر
خصہ باعتبار العادة بخل العنب اور جائز ہی ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر دقل بفتح دال و قاف عبارت ہی ناقص کھجور سے اسکو مخصوص بذکر کیا
باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہی لیکن عادت خلق یہ ہی کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اسکو مذکور کیا وشحم البطن بالیة بالفتح ما یسمیہ العوام لیہ او بلحم اور جائز ہی
بیع پیٹ کی چربی کی دُنبہ کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دُنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیة بفتح الف وہ ہی جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین والخبز ولو من بر او دقیق ولو متفاضلا
اور جائز ہی روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہی اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی مکیل نہ رہی
بخلاف گیہون اور آٹے کے کہ وہ دونون مکیل ہین تو قدر اور جنس دونون مفقود ہین یہان تک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودہن
مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا وزنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد المحم متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن عادة حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہی بیع روغن زیتون
پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جسطرح سے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک سب کی بیع مین
تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہی کیونکہ انکا گوشت وزن
نہین رواج مین اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادة مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما الآن فلا والحاصل
ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفة فلیحفظ اور فتح القدیر مین ہی کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہی مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہی کہ شاید
وزنی ہونا اسکے زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہی کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہی یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے
اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دُنبے کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت
مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ولو الخبز نسیئة بہ یفتی درر رای اذا اتی بشرائط السلم لحاجة الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہی اخیر صورت یعنی روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اسی کا فتوی ہی کذا فی الدرر یعنی تاخیر اسوقت جائز ہی جب سلم کی شرائط پوری ملجاوے فتوی ہوا ہی بسبب حاجت
آدمیون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہی اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہی سمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہی کہ سلم ہوتا ہی گیہون کی روٹی مین اور مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہی
تو اسمین استبدال مسلم فیہ ہی اسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانة الاحسن ان یبیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف
بصفة معلومة ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمة الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہی کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی مین یہ ہی
کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہی ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور
انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی ہی
جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ سلم جائز ہی روٹی مین تول کر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتوی ہی اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا مگر سلم کا
جواز روٹی مین گن کر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہی کہ روٹی مین سلم
ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ وزنی ہی انکے نزدیک تو سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد

والاسم حادی اور جائز ہی دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو الجرش ولا بیع دقیق بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم التسوی فیحرم بشبہۃ الربوا خلافا لہما جائز نہین گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اُسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونون برابر ہون اسواسطے کہ دونون کا برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہی بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہی دست بدست ہم گیہون بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاصل اسواسطے جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہی اور کیل سے تسویہ نہین ہوسکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہی واما بیع الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کان مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطۃ مقلیۃ بمقلیۃ واما المقلیۃ بغیرہا ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ دونون کو پیمانے مین دابداب کر بھرا ہو تو جائز ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھُنے گیہون کی بیع بھُنے گیہون سے جائز ہی اور بھُنے گیہون کی بیع غیر بھُنے سے تو فاسد ہی چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیہون ہلکا ہوجاتا ہی لہذا اُسکی بیع غیر بھُنے سے فاسد ہی طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تول کر تو اُسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمہملۃ الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالثقل وکذا کل ماثقلہ قیمۃ کجوز بدہنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ فان لا قیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذہب فسد بالزیادۃ لربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اُس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہی تاکہ روغن کی مقدار مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اُس چیز مین جسکی کھلی اور پھوک کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اُسکے تیل سے اور دودھ کی اُسکے گھی سے اور انگور کی اُسکے شیرے سے سو اگر پھوک کی قیمت نہو جیسے زر آلودہ مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہی سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیہ الفتوی ابن ملک واستحسنہ الکمال واختارہ المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن ملک اور مستحسن جانا ہی اُسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے وفی المجتبی بلا ع رغیفا نقدا برغیفین نسیئۃ جاز وبعکسہ لا وجاز بیع کسیرۃ کیف کان اور مجتبے مین ہی کہ ایک نقد روٹی بیچی ادھار دو روٹیون سے تو جائز ہی اور بالعکس اسکے یعنے نقد دو روٹیون کی بیع ایک روٹی ادھار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیئۃ ولا ربوا بین سید وعبدہ ولو مدبرا او ام ولد اور بیاج نہین درمیان مولی اور اُسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہی مولی کا جس طرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہی بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجائے حر کے ہی قبض اور تصرف کی راہ سے اذا لم یکن دینہ مستغرقا لرقبتہ وکسبہ فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیرہ لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء اور میان کے مابین اُسوقت بیاج نہین جبکہ غلام کا دین اُسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی کہ تحقیق اطلاق ہی یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اُسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب سے نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من مالہا ای مال الشرکۃ زیلعی اور بیاج نہین دو مفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جبکہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی ہم قید مذکور شرکت عنان مین ہی اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ ثمن اور بیع مین دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اُسکے ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلثہ اور بیاج نہین کافر حربی اور اُس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہی اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہی مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اُسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغا بازی کے بخلاف ابو یوسف

نسخہ مین الجرش ہی اور جرش کے معنی ... گیہون کو ... دلیہ ہوجائے ۱۲

نسخہ مین متفاوضین ہی ... اور عنان ... بیان ... ۱۲

اور ائمہ ثلثہ کے ہم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایکدرم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ بیاج اُسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہی خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کیطرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلث کی یہ دلیل ہی کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ربوا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہی کہ (لا ربوا بین مسلم والحربی فی دار الحرب) اور یہ حدیث غریب ہی مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہی اور مکحول ثقہ ہی اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہٖ قمار ہی اور مکہ اُسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ مال اہل حرب مباح ہی بشرط عدم عذر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہی نہ مال مباح مین و علماے مذہب نے درس مین التزام کیا ہی کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد یہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہی انتہیٰ ما فی الفتح ملخصا (وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا) اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب مین اور اُسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اُسکا حکم حربی کے مانند ہی تو مسلم کو اُسکے ساتھ بیاج درست ہی بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اسواسطے کہ اُسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اُسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم اُن دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف اُنھون نے ہجرت نہ کی کیونکہ وہ دونون حربی کے مانند ہین حکم مین ہم یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت اسلام و ہجرت ربوا نہین سو غلط ہی ٹھیک یہ ہی کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ منح الغفار مین ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہی کہ جب اُسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا اُنکی طرف تو اُسکے ساتھ بیاج جائز نہین (والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الستۃ) مسائل اور خلاصہ یہ ہی کہ بیاج حرام ہی مگر ان چھ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے ا میان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب مین ۵ مسلم کو اُسکے ساتھ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اُسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہی واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

(اخرہا لتبعیتہا ولتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر) یہ باب ہی بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے ہم حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ ہی جو مبیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہی لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیع کے لایا ورنہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیار کے اسکو ذکر کرتا (اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو) مثلث العین (ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ما لم ینص علیہ لان الشیٔ لا یستتبع مثلہ) خرید کی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہی تو اس خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تا وقتیکہ تصریح نہ کردی بالاخانے کے بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہی یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہرحال ساکن ہی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ یہان تین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہی بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہی جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور حکم اُسکا یہ ہی کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا کل قلیل وکثیر اُسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند ہی مسقف ہونے اور شب باشی مین اور شئ اعلیٰ کی تابع ہوتی ہی نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہی یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین

اور اسمین بیت الخلا اور پاخانہ بھی ہو مگر اُسکا صحن غیر مسقف نہین اور اسمین اصطبل نہین اور دار نام اُس ساخت کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح **وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل** ہو ما لا اصطبل فیہ **الا بکل حق ہو لہ او بمرافقہ** ای حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور ایسے ہی بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہی جسمین اصطبل نہین مگر بکل حق ہو لہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور ابویوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ہم مرافق جمع ہی مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہی جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہی تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اُنکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہی کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابویوسف کے نزدیک منافع دار ہین اور ظاہر الروایہ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر **او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ** یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہی بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہی یا اُس سے متعلق ہی وہ مبیع ہی ہم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہی لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے **ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا** ولو الابنیۃ بتراب او بخیام او قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہی اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہون یا خیمے یا خرگاہ وہذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای نہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہی اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہی بدون اُسکے ذکر کے سب صورتون مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سواے اُسکے مگر دار السلطان مسمی بسرای ہی کذا فی النہر ہم استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور یہ خلل پیدا ہوا النہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اُسکی یہ ہی (وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی) اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہی تو ہر اقلیم اور ہر زمانے مین وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی **کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبیر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا البستان الداخل** وان لم یصرح بذلک جیسے داخل ہوتا ہی دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اور ایسے ہی داخل بیع ہی وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہی اگرچہ اُسکے بیع کی تصریح نکی ہو **لا البستان الخارج** الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی یعنی داخل بیع نہین ہی باغ گھر کے باہر کا مگر اُسوقت داخل بیع ہی بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی **والظلۃ لا تدخل فی بیع الدار** لبناءہا علی الطریق فاخذت حکمہ **الا بکل حق ونحوہ** مما مر وقالا ان مفتحہ ای الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اُسکی بنا راہ پر ہوتی ہی تو اُسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہوچکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہی تو گھر کی بیع مین داخل ہی بالاخانے کے مانند **ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت او دار مع ذکر المرافق** لانہ من مرافقہا خانیہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہی بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہی کذا فی الخانیہ **لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق** ونحوہ مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی کی جگہہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق کے جو مذکور ہوچکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر ہم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہی جو انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی وہ داخل بیع ہی چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اُسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان ہی جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہی پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی **بخلاف الاجارۃ لدار وارض فتدخل بلا ذکر** لانہا تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہی نہ سواے اسکے یعنی اسمین بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اسمین قطع نظر انتفاع کے ملک

رقبہ بھی مقصود ہے والرہن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہی یا اُسپر صلح کی یا اُس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اُس گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی صریح نہر عن الفتح اور قسمت مین راہ داخل نہین اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا یقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول لجامع ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ مین ہی لائق یون ہی کہ رہن بیع کے مانند ہوا سواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہین ہوتا مین کہتا ہون کہ یہ کلام جید ہی اگر اُسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہوچکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہی طریق رہن مین اور صدقہ موقوفہ مین اجارے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہی بحر الرائق کا تابع ہوکر نعم وینبغی ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہان لائق یون ہی کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق مین اور وجہ اسکی مخفی نہین انتہی ما فی النہر ہبہ وغیرہ مین استحداث ہی اس ملک کا جو سابق مین نہ تھی تو شیا سے مذکورہ مانند بیع ہوئین تو مناسب ہی کہ اُنمین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہی استحقاق کے احکام مین استحقاق لغت مین عبارت ہی طلب حق سے ہے اور استحقاق فقہ مین عبارت ہی ہوجانے شخص سے مستحق واسطے ایک شئی کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہی ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہو لفظاً ومعنیً لہذا اُسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہی ایک قسم مبطل ہی ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اُسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہی تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہی وثانیہما ناقل اہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من العبد ملک لہ وبرہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہی ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اُسکے قبضے مین غلام ہی وہ میرا مملوک ہی اور اُسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہی فسخ عقد کا موجب نہین بنابر ظاہر الروایہ کے اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہین ہی یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہی قابض پر اور اُس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثون تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اُنپر حکم ہوچکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہین کرسکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بائعین مین سے کوئی بائع کہے کہ مین ثمن نہین پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہی اسواسطے کہ مبیع میرے ملک مین جنی ہی یا میرے بائع کی ملک مین بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی ملخصا ولا یرجع احد من المشتری علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ولا علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اُس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تاوقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہو تا دو ثمن ایک ملک مین مجتمع نہو جاوین اسواسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہی ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول مین ظاہر ہوتی ہی یعنی بائعین متوسطین مین اسواسطے کہ متوسطین مین سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہی تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اُسکی ملک مین دو ثمن مجتمع ہوجاوین اور حالانکہ یہ جائز نہین ولو صالح بشیٔ قلیل او ابراء عن ثمنہ بعد الحکم لہ برجوع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری

صلح کر لی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بدلے کو اپنے
بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہی بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنے جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کر دیا ثمن سے تو گویا اُسنے بائع سے لے لیا
کذا فی الطحطاوی فلو حکم المستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کر لی یعنے کچھ ثمن دیکر
تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہی وہ یعنی مستحق نے مشتری سے کہا
کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھسے لے اور بیع مجکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہین کر سکتا والمبطل لوجہ ای لوجب فسخ العقود اتفاقا والاستحقاق مبطل موجب لفسخ
عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین مین جاری ہوے ہین اُنکے فسخ ہونے مین قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہین کذا فی الدرر ولکل واحد من الباعۃ الرجوع
علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہی اگرچہ اُس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو ویرجع ہو ایضا کذلک علی الکفیل
ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اوبدل الحر لا یملک اور مشتری اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہو
بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہین ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہو چکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ

من الناس سوا رکان بینتہ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیون پر حکم ہی خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا
خود اُسکے اس قول سے کہ مین آزاد ہون بشرطیکہ اس قول سے پہلے اُس سے غلامی کا اقرار نہو گیا ہو کذا فی الاشباہ صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے خالد پر دعویٰ کیا
کہ یہ میرا غلام ہی خالد نے کہا کہ مین حر اصلی ہون اور سابق مین اُسنے غلامی کا اقرار نہین کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اُسکی حریت اصلی کا
حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگون پر ہوگا کذا فی الحلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگون پر ہوا تو کسی شخص کی
ملک کا دعویٰ اُس پر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہین ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور
استیلاد ہی اور عتق سے مراد ہی جو ملک مطلق مین ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المورخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ فلا یاون قضاء قبلہ کما بسطہ
ملا خسرو ویعقوب پاشا فاحفظہ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ مین سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے اور حکم نہین ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ
اسکو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشرح بیان کیا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ عتق کا حکم ملک مطلق مین
بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہی کہ سب خلق پر حکم ہی اور ملک مورخ مین عتق کا حکم سب خلق پر ہی تاریخ کے وقت سے یعنے قبل تاریخ سب پر حکم نہین تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو ہمارا
غلام ہی مین تیرا مالک ہون پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ مین تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اُسنے مجکو آزاد کر دیا اور اُسنے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا
دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہی مین تیرا مالک ہون سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہی اور اس دعوی کو اُسنے بگواہی ثابت کیا تو حریت
کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر
وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہی وقف کے حکم مین بعضون نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہین اور وقف
مین دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہی اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہی وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء و
فی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ مین ہی کہ قضا متعدی ہوتی ہی چار صورتون مین حریت اور نسب اور نکاح اور ولاء مین اور وقف مین قضا متعدی نہین مقصور رہتی ہی
قول صحیح کے ہم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہین وتثبت رجوع المشتری
علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ کما سیجی انہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہی ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا ہو اسواسطے
کہ آویگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہی اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اُسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اُسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہین اسواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البینة حجة متعدیة تظہر فی حق کافة الناس لکن لا فی کل شئ کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ مما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب آدمیون کے حق مین ہوتا ہے لیکن ہر چیز مین نہین چنانچہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہے بلکہ عتق اور اُسکے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہوچکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لا الاقرار بل حجة قاصرة علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہین بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہین لہذا اُسکا اقرار اُسپر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہین ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق مین نافذ ہے کذا فی المنح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہا قضی بالاقرار الا عند الحاجة فالبینة اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہر اجتماع کی صورت یہ ہے کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعاعلیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی فلو استحقت مبیعة ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینة یتبعہا ولدہا بشرط القضاء بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہوگیا ہو قول اصح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقیید کا جبکہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہ بیان کردیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یون کہا ہو کہ ہم نہین جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر ثم استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینة فیکون ولد المغرور حرا بالقیمة للمستحق کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہین تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُسکے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہوچکا وان اقر ذو الید بہا لرجل لا یتبعہا فیاخذہا وحدہا والفرق ما مر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اُسکا بچہ لونڈی کے تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اُس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہوچکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ بالمقر لہ فلو ادعاہ تبعہا وکذا سائر الزوائد لعم لا ضمان بہلاکہا کزوائد المغصوب اور یہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اُسوقت ہے جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہین اگر مستحق کے واسطے قابض کے درخت کا اقرار کیا مگر درصورت جسکے لیے اقرار ہوا دعوی مقر لہ ہان یہ البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہین مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیة اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک لعین او منفعة لما فی الصغری طلب نکاح الامة یمنع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری مین ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اُسکے مالک ہونے کے دعوی کا مانع ہے ہم تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہین کرسکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین تو دونون ساقط الاعتبار ہوے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحًا متناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہین ہوتی یہ مثال ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق او صدقہ تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے ہم بزازیہ مین ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی ہے پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہے تو یہ دعوی مقبول نہین مگر درصورت توفیق اسطرح کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی جسنے مجکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اُسنے میرے دوسرے

موکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اُسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی ہل یکفی مکان التوفیق ام لا خلاف وتحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اُسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفرع ہذا الاصل کثیرۃ یجی فی کتاب الدعوی

ومنہا ادعی علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی ثم یقبل للتناقض وان قال ابی اوابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑ کر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اُسکی میراث طلب کرتا اگر اُسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اُسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا م شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اُسکے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکھا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا بلکہ مطلب یہان کا یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصًا لا الحریۃ کلام کا تناقض دعوی حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اُسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت م تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اُسنے اُسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ غلام اُسکا بیٹا ہے دعوی اُسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ پہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اُسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اُسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لے گی اگرچہ کلام متناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اُسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر اے ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شئ علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر مین زید کا غلام ہون سو اُسنے خرید کیا اُسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اُسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اُسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اُسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیر لے بخلاف ابو یوسف کے م عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے اُنسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اُسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اُسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر م عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اُسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص گاہے غلام ہوتا ہے کسی کا اور اُسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیر لے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف الرہن

بان قال ارتہنی فانی عبدلہم یضمن اصلا والاصل ان التغریر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح پر ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھلے مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکھا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین پس بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صوبہ الزیلعی وتقدم فی الوقف ویجی فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطیکہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہو چکا

اور آخر کتاب مین آویگا عدم اشتراط حکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہے مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لاتسمع دعواہ
بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خریدی کی ایک چیز اور اسپر قبضہ نہین کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اسکا مسموع نہین
بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اُنپر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع
وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائے کہ مستحق نے اُسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع
نے اُسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند
الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین
فشہدوا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہین کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ
مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے
جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہین کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اسپر گواہ لایا تو
خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اُسکے دعوی کے ملک مطلق مین جو خالی ہے تاریخ سے دونون طرف سے یعنی دخول ملک اور
ملک کی تاریخ مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام مین تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار مین محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر
نہین تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی والعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع
عند الاستحقاق فلو استولد مشتراہ بعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر اسکا معلوم ہونا کہ بیع غیر
کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہین تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اُس خریدی لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اُسکو غصب
کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے
مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہین کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب ما امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم
یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبض مین اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار
باطل نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اُس صورت کے جبکہ مشتری نے ملک
بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہین لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق
بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم
کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہین
بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم ذخیرہ مین ہے کہ بخارا مین ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق غیر کا
نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اُسنے سمرقند مین پایا سو اُسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی
اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا
حکم دینا جائز نہین تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی ندین پس بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع سے
حکم دیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہما
لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو لخصم کافر اسی طرح عدم اعتماد کا حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے منجملہ محاضر اور سجلات اور صکوک کے

اسواسطے کہ اُنمین ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہی بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونون قاضی کے علم حاصل کردینے کے واسطے ہین اور استیفا
اسلام شہود لازم ہو اگرچہ خصم کا فرہو یعنی نقل شہادت اور وکالت مین تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہی اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اُسکے مضمون کے معتبر نہین نقل
شہادت کی یہ صورت ہی کہ گواہون نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اُسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ لے تا قاضی مکتوب الیہ اُسپر حکم کرے اور مکتوب شہود طرفین کو ذکر کرے
اور نقل وکالت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت مین اور قاضی کا نامہ
لکھکر اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہی جسمین قاضی حضور خصمین اور تداعی اور شہادت لکھے اور سجل وہ ہی جسمین اسی کے مانند لکھا اور وہ اُسکے پاس رہا ہو اور صک
وہ ہی جو مشتری اور شفیع غیر ہما کو لکھدے کذا فی الطحطاوی **ولا رجوع فی دعوی حق مجهول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضها لجواز دعواه فیما بقی ولو استحق کلها رد کل العوض**
لدخول المدعی فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہین ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہو گیا شیء معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہی مدعی کا
دعوی باقی مین ہو نہ مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منہ ای من جواب المسئلۃ امران احدہما
صحۃ الصلح عن مجهول علی معلوم لان جهالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ لجهالۃ المدعی بہ حتی لو برہن لم یقبل ما لم یدع اقرارہ بہ
اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شیء معین پر اسواسطے کہ نادانی شیء ساقط کی منازعت کو نہین پہونچاتی
دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اُس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہوگے جبتک
یہ دعوی نکرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہی یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی **فرجع المدعی علیہ بحصتہ فی دعوی کلها ان استحق شیء منها لفوات سلامۃ البدل** اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھ اُسمین سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اُسکے حصہ کے پھیر لے بسبب
فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اُس سے صلح کرلی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے
پھیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا قید بالمجهول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کالربع لم یرجع ما دام فی یدہ ذلک القدر وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق
مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اُسکے ہاتھ مین اسقدر یعنی چوتھائی
باقی ہی اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیر لے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا
تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **لو صالح من الدنانیر علی دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان هذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق
البدل بطل الصلح فوجب الرجوع ذکرہ فیها فروع آخر فلتنظر** اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اُسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیر لے اسواسطے کہ یہ صلح
بمنزلہ صرف کے ہی پھر جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی تو اصل یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہو گیا کذا فی الدرر اور اسی کتاب مین اسطرح کی چند فروع اور ہین
اُنکو دیکھنا چاہیے **وفی المنظومۃ المحبیۃ بعضها منہا** اور منظومہ محبیہ مین چند مسائل ہین جنمین سے بعضے یہ ہین ازانجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہی **اشعار لو مستحقا ظهر للبیع لہ علی بائعہ الرجوع
بالثمن الذی لہ قد دفعا الا اذا البائع ههنا ادعی بانہ کان قدیما اشتری ذلک من ذا المشتری بلا مرا** اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اُسکے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اُسکو
دیا ہی جائز ہی مگر جبکہ بائع نے یہان یہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بسبب
اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہی تو رجوع بقدر زیادت جائز ہی کذا فی الطحطاوی **اشعار لو اشتری خرابۃ و انفقا شیئا علی تعمیرها وطفقا بذلک یسوی بعدها لکما ثم استحق رجل تمامها
فالمشتری فی ذلک لیس راجعا علی الذی عند البناء بائعا ولا علی ذا المستحق مطلقا بهذا الذی کان علیها انفقا** اگر ویران زمین خرید کی اور کچھ اُسکی مرمت مین خرچ کیا
اور اس مشتری نے بعد اسکے اُسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اُس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمین پھیر نہین سکتا اُسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہی
اُس مال کو جو اُسکی درستی مین صرف کیا مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہین نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی **اشعار**

وان مبیع مستحقا ظهر ثم قضی القاضی علی من اشتری به فصالح الذی ادعاه وصلحا علی شئ له اداه یرجع فی ذاک بکل الثمن علی الذی قد باعه فاستبن اور اگر ایک مبیع مستحق
غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اُسکے مدعی سے کچھ اُسکے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اُسکے بائع سے پھیرے
یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیة شری دارا وبنی فیها فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیه
یوم تسلیمه ان سلم فبالثمن لا غیر اور منیہ مین ہو کہ ایک گھر خرید کیا اور اُسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو
اُسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے مین کر دے اور اگر قبضہ نکر دادیا ہو تو فقط ثمن پھیرے نہ کچھ اور کمالو
استحقت بجمیع بنائها لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ
تو رجوع ثابت نہین مگر ثمن کا سواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہو تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہین ہوتا ولو حفر بئرا ونقی
البالوعة او رمم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشئ علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کما فی مسئلة الخزانة حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیها
من نفقة او رمم فیها من مرمة فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنوان کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر مین کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا
درمیان اُسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہی نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ مین مذکور ہو چکا یہان تک
کہ اگر بائع نے بیعنامے مین لکھ دیا کہ جو مشتری گھر مین صرف کریگا اور اُسمین کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہی درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی
اور فساد بیع کی وجہ یہ ہو کہ یہ شرط ملائم بیع نہین اور عقد اسکو مقتضی نہین ولو حفر بئرا وطوا یا رجع بقیمة الطی لا بقیمة الحفر فاذا اشترطاه فسد اور اگر کنوان کھودا اور اُسکی
من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیة ان قنطر علیها رجع بقیمة
بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة وبالجملة فانما یرجع اذا بنی فیها او غرس بقیمة ما یمکن نقضه وتسلیمه الی البائع فلا یرجع بقیمة جص او طین وتمامه فی الفصل الخامس
عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اُسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہو کہ پھیر لینا تو اُسوقت ہی جبکہ
اُسمین کچھ عمارت بنا دے یا درخت بو دے اُس چیز کی قیمت پھیرے جسکو توڑنا اور بائع کا اُسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان
اسکا فصولین کی پندرھوین فصل مین ہی وفیہ شری کرما فاستحق نصفه له رد الباقی ان لم یتغیر بیده ولم یاکل من ثمره اور فصولین مین ہو کہ انگور کا باغ خرید کیا
اور نصف اُسکا مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہو اگر باغ اُسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اسنے اُسکا پھل نہ کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت
احدیهما ان قبل القبض خیر للمشتری وان بعده لزم غیر مستحق بحصته من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق
قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہو چاہے دوسرے قطعہ کو رکھے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو اُسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی
اُسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرة لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب بالقن او بردعة الحمار لم یرجع بشئ لان تحریدخل فی البیع تبعا لا حصة له
من الثمن ولکن یخیر المشتری فیه قنیة اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اُسپر جو خرچ کیا ہو اُسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ
نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع مین بالتبع داخل ہوتی ہو قیمت مین سے اُسکا کچھ حصہ نہین ہوتا ولیکن مشتری مختار ہو چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیة ولو استحق
من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعة ولکل ان یرجع علی الآخر بالثمن بلا اعادة بینة لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیه المشتری عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف له ان یرجع
فقال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فلکل الرجوع قبله خانیة اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلی مشتری کے ہاتھ سے
تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہو کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادۂ شہادت لیکن نہ پھیرے قبل اسکے کہ اُسکا مشتری اُس
سے پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اُسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہو ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہین دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر

مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل لینے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ
لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبر دار رہنا ولو اشتری عبدا فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال
علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اُس سے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیرلے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اُسکو اُسکا بعینہ پورا
مال مل گیا ولو اشتری دارا بعبد واخذہا بالشفعۃ ثم استحق لبسبب بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام
کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں امام مصنف نے اُس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ
مفرد کے اور صرف بجائے مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے
آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور
تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور
ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ کالسلف وزنا ومعنی سلم بفتحتین لغت میں
سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں ہم مشرب میں ہے کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم فیہ
بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے
یعنے مثلاً پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی جو بیع
کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہانتک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں ہم اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ
سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اسطرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک او اسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراہم
رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو
مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ فی الثمن وللمسلم فی المسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا
ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے ہم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین کے فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا
قبض ثابت نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ صحیح ہے سلم اُس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اُس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا
ہم ضبط صفت اور معرفت مقدار ہے اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اُسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز
نہیں ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ مثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اُس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہے جیسا کہ
کیل اور وہ موزون جو مثمن ہے ثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن یہ ثمن ہیں نہ مثمن تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ
نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واٰجر کلبن معین ای صفتہ ومکان ضربہ خلاصۃ چنانچہ عددی متقارب مثل
جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردآلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب سے مراد
وہ ہے جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہوں اور اُسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ
طولا وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زبید او عمر ورقتہ او غلظتہ ووزنہ ان بیع بہ وان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت

یہ آیت سورۂ بقرہ ... [illegible] ... یا ایہا الذین آمنوا [illegible]

قیمتہ فلا بد من بیان الذرع اور چنانچہ ذرع یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے کہ کپڑا جب کی مقدار صحیح ہو گئی ہے باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی صحیح ہو گئی ہے چنانچہ
معلوم کہ کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب اور اسکی صفت کا بیان ہو گیا ہے چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور تصریح ہو گئی ہے کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اسکی شرح
ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہے قیمت اسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں
وزن کا بھی بیان ضرور ہے گز گت کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ لاحق ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا یصح
فی عددی متفاوت ہو یا تفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع وورد ورمان سلم بحر عددا بلا تمیز صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جسکی مالیت میں تفاوت ہو یعنی
باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہے چنانچہ خربوزہ اور کدو اور مولی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گن کر بلا تمیز یعنی بلا ذکر صفات چنانچہ طول یا غلظ یا غیر
ذلک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا نہر اور جسمیں سلم جائز ہے گن کر اسمیں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر ہم اور جسمیں کیل جائز ہے
اسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہے بقول معتمد اور کچی اینٹ میں کیل اور وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح فی سمک ملیح ومالح لغتہ ردیة اصح ہے
سلم خشک مچھلی نمک سود میں شامل جسکو کہا سمک ملیح لغت فصیح ہے اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے وفی طری حین یوجد وزنا وضربا ای نوعا قید لہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی
میں اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونوں کی قید ہے ہم طحطاوی سے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہرا
تر مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر بعض وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کے بکثرت ہیں چنانچہ رہو اور چال
اور پڑھن وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا الیقین حاصل ہو جاوے ولا عددا للتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکسان
نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو ولو صغارا جاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو انمیں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو
وفی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور وزن میں
تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمیں جائز نہیں اسواسطے
کہ حدیث میں نہی وارد ہے سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر واطرافہ کرؤس واکارع خلافا لمالک
جاز وزنا فی روایتہ اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اسکے کلہ پائوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تول کر ولا فی حطب
بالحزم ورطبہ بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع فیجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور رطبہ میں مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اس طرح ضبط اور تعیین ہو جاوے
کہ باعث نزاع نہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تول کر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اسکا طول صریح ہو جاوے سطر پر مقام گفتگو باقی
نہ رہے حزم بضم حاء حطی وفتح زائے معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنی گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راے مہملہ جمع جرزہ کی یعنی القبضہ کذا فی الطحطاوی وجواہر وخرز اور سلم جائز نہیں جواہرات اور پوت
کی چیزوں میں ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے میں پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے نہ جواہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ موتیوں میں
تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا الصغار لؤلؤ تباع وزنا لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں تول کر
اسواسطے کہ انکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے ملکی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا ولا منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق
اور اس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھروں میں ہو تو
اسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون آخر لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں شی منقطع کی
سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہیں تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر
سلم فیہ منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اسکے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے وحکم ولو انقطع عظیم وجوزا

اذا بین وصفه وموضعه لانه موزون معلوم وبه قالت الائمة الثلثة وعليه الفتوى بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور
صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی جبکہ اُسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز
اور یہی قول ہی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر و شرح المجمع هم اتقانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہی بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور
موضع اور مقدار کے یعنے گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم و بیش فربہ ہو یا دبلا موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الشلبی لکن فی القهستاني انه يصح
في المنزوع بلا خلاف انما الخلاف في غير المنزوع فتنبه لیکن قہستانی مین ہی کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہی بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اُس گوشت مین ہی جسکی ہڈی
جدا نہین ہی خبردار رہو لکن صرح غیرہ بالروایتین فتدبر لیکن قہستانی نے تصریح کی ہی دو روایتون کی سو تامل کرنا ہے یعنے امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز
نہین اور دوسری روایت مین تفصیل مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ استدراک کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا
ضرورت ہی ولو حکم بجوازہ صح اتفاقا بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی البزازیہ وفی العینی انه قیمی عنده مثلی عندهما اور عینی مین ہی کہ گوشت
امام کے نزدیک قیمی ہی اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیال و ذراع مجهول قيد فيهما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی
قید ہی فقط ذراع کی هم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہی اسواسطے کہ دو احتمال الہلاک ہی تو ایفا متعذر ہی مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہو گا
تو سلم جائز ہی وجوزه الثاني في الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہی پانی مین مشکون بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح هم یعنی سقے سے چند مشکین پانی
کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہی و بر قرية بعينها او ثمر نخلة معينة الا اذا كانت النسبة لثمرة او نخلة او قرية لبيان الصفة لا لتعيين الخارج كخشمرجي او بلدي ببخارا
في المنح واقتضى العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گاؤن کے گیہون اور معین کھجور کے درخت کے پھل مین مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گاؤن کے
بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے خشمرزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہی تو مقتضی اور رواج
سلم کا عرف بھی ہی یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہی والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پھل مین
سلم اسواسطے ناجائز ہی کہ شاید کسی آفت سے گیہون اُس گاؤن مین یا پھل اُس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح
نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہی قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہی اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بھی گیہون نہ پیدا ہون
احتمال ضعیف ہی ولا فی حنطة حديثة قبل حدوثها لانها منقطعة في الحال وكونها موجودة وقت العقد الى وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اُسکے پیدا ہونے کے
اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہی اور ہونا اُنکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی کذا فی الفتح هم فتح القدیر مین ہی کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے
وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول
کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہی اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفي الجوهرة اسلم في حنطة جديدة
او في ذرة حديثة لم يجز لانه لا يدري يكون في تلك السنة شئ ام لا قلت وعليه ما يكتب في وثيقة السلم من قوله جديد عامه مفسد اي قبل وجود الجديد اما بعده فيصح كما لا يخفى اور
جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چینے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اُس سال مین وہ پیدا ہو گا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے
وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکھا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہی یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہی چنانچہ
مخفی نہین وشرطه اي شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس كبر او تمر و بيان نوع كسقي وبعلي وصفته كجيد ورديء وقدر ككذا كيلا لا ينقبض ولا ينبسط
اور شرط سلم کی یعنے صحت سلم کی وہ شرطین جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ۱ بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ
آدمیون کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اُسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا اُنھی ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنا

ہو گی اُس کیل سے جو سکڑتے اور پھیلتے نہیں **واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی** ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہے اسی کا فتوی ہے ہم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہے کیونکہ ادنی عاجل اور اقصے آجل ہے اور ماخوذ ہے مسئلہ اُنہیں سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اُسنے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہو گا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل میں ہے اور شہر و ما فوق اُسکے آجل ہے علمائے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لاباس فی السلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہ فی وقت آخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہیں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول البعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں

ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیؤخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالاً لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ علی التسلیم ہوتا اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنی ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہے صحت سلم میں تا اُسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اُسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو **وبیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان** ۶ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اُسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا مشروط نہیں کیونکہ عقد اُسکی مقدار سے متعلق نہیں اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کے شمار پر منقسم نہیں اسواسطے کہ گز وصف ہے اُسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اُسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی

قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ گاہے مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کو عیب دار پاتا ہے تو اُسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اُسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اُس مقدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی ما بقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہے بیان راس المال کی مقدار کا **والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنۃ** اور ساتویں ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اُس مسلم فیہ میں جس میں باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان مکان ایفا شرط ہے نہ مانند مشک اور موتی کے **ومثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ** اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ہم ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو مکیل یا موزون سے اُدھار خرید کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زیادت کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی **وعینا مکان العقد وبقالت الثلثۃ کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول** اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہما واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا انمین وہی مکان متعین ہو گیا بخلاف پہلی صورت کے یعنی مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت اور قسمت **شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا بری ولیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری بزازیۃ** الیفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اُسکے برابر ہیں الیفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اُس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیۃ **وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین الاجارۃ والتجارۃ** اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لا کر پہونچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب مجتمع ہو جانے دو عقد کے یعنی اجارہ

اور تجارت ہم تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہو و ما لا حمل لہ کمسک و کافور و صغار لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء
اتفاقا و یوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اُٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اُنمیں مکان ایفاء
مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہان اُسکا جی چاہے قول صحیح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے حمل درخوت
اُس چیز میں نہیں جسمیں پیٹھ پر لادنے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فالاصح فتح لانہ یفید
سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اُسمیں جو مذکور ہو چکا یعنے جسمیں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح
اسواسطے کہ تعین مکان سقوط خطرۂ راہ کی مفید ہے و بقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور
باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا بقدر فرسخ
یا زیادہ ساتھی چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے
ولو دخل لیخرج الدراہم ان توارى عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالۃ والحوالۃ والارتہان براس مال بزازیہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا
سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے
مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور بصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مثلا تکفیل اور
محتال علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفہا فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال
سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط انعقاد سلم کی بوصف صحت تو بصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا
ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اُسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون
راس المال منقودا و عدم الخیار وان لا یشتمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا
نقد اور خیار شرط کا نہ ہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی
ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین میں وزن متفق ہے لیکن
کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للنہایۃ سبعۃ عشر
اور عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم ازان جملہ چھ شرطیں راس المال میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال
اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو تعیین ہو
تعیین سے اور مضبوط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنے عقد کا لازم ہونا جسمیں
خیار الشرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہ ہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور
اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق میں اسا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بضم فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ مکاکیک
والمکوک صاع ونصف عینی برحانی کون المائتین مقسومۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدا نقدہا رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین
باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولم یشع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنے قبض راس المال

اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کُر گیہون مین حالانکہ دو سو باین طریق مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو نقد جنکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اُسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کُر بضم کاف و تشدید راے مہملہ عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے م اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ولو احدہما ونا بر لو علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار ہون اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی رأس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اُسی شخص سے کیے ہون جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرے م راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اُسمین قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول مین قبل قبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دے یا اُسکے برابر دے تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسا نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اُسکے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون مین جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او رأس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او رأس مالک حال انفساخہ فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہوگیا م یہ حدیث بلفظہ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین بالمعنے باین لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اُسکو اُسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ نہ لے مگر اُسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز تصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اُس سے استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اُسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال مین تصرف جائز نہین م یعنے اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس ہی مین اسواسطے کہ صرف مین تعیین حاصل نہین ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اُسکا استبدال جائز ہے تو اُسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اُسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین لہذا اُسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ کرا وامر رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کُر مین اگر اُسنے ایک کُر گیہون مثلاً خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اُسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دو بار اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا م یہان ناپنا دو بار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اُسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان حاصل نہین لہذا صحیح نہین اور اصل اسمین وہ

حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہی تاوقتیکہ اُسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور کہا اصل حدیث مخصوص ہی جبکہ دونون عقد مجتمع ہون اور ایک عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہی اور قید کیل کی اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی موزون و معدود کا کذا فی الطحطاوی وفی الجوہرۃ لو کان الکر قرضا وامر مقرضہ بہ لانہ اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کُر قرض ہو اور اپنے مقرض کو قبض کا امر کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہی نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کُر گیہون قرض لیے پھر زید نے ایک کُر گیہون خرید کیے اور خالد کو اُسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اسے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہی کہ زید رب السلم تھا پھر جب مدت اُسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کُر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اُسپر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہی کذا فی الدر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بالقبض منہ لہ ثم لنفسہ ففعل فالکالہ مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اُسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اُسکو دوبار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو یہ قبض صحیح ہی بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو پیمان دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم الحقیقۃ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قابضا لحقہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ دے میرے ظرف مین سو اُسنے ناپ دیا اُسکے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائیگا بسبب تخلیے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے ناپنے کو سو اُسنے ناپ دیا بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف مین مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہی اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہی اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی غرض خلاصہ یہ ہی کہ بیان سلم اور خرید مین فرق ہی کہ صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہی تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اُسکا وکیل ہوگیا اسکا ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی سو اُسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہوگیا اپنی ملک چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا بھر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہی بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کُر مین پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کُر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اُسمین بھر دے تو اگر اُسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہی اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہی باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اُسمین امر کرنا صحیح نہین ہی اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وعکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا نہوگا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہی نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ دے چاہے اُستے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اسلم امۃ فی کر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کُر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہی یا لونڈی پہلے مرگئی اُسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنے مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہی دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب ہی ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہی اور بقاء عقد مبیع کی بقاء پر ہی تا اینکہ د

مقبوض ہوا در اسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہی تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہی
لہذا اُسکی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اوراسیطرح سلم کے مانند حکم ہی مقایضہ مین ہم یعنی اقالہ صحیح ہی خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک
ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہی من وجہ اور ثمن ہی من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا بخلاف الشراء بالثمن فیہما
لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہی بیع مین ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مرگئی
بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہی بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہی اور ہلاک
مبیع قبل القبض مبطل اقالہ ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع اوخلاصہ
یہ ہی کہ اقالہ جائز ہی سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین تقایلا البیع فی عبد
فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پھر
غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہوا اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہی اور بیع بحال خود قائم ہی کذا فی القنیہ والقول لمدعی
الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وہو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہی نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ہم یعنے اگر
ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہی اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہی نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور
ردارت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہی تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہی تقدیر اجل سے لیکن یہان
تاجیل سے اجل مراد ہی اور اجل عبارت ہی غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع
الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اُسکے ساتھی کا قول
معتبر ہی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اُسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہی ہم تعنت لغت مین اس سے عبارت ہی کہ انسان وہان گرے جہان سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہی
کہ اُسکا منکر ہو جو اُسکے حق مین نافع ہی تعنت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر
عادت مین زائد ہوتا ہی تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ
مسلم الیہ متعنت ہی اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہی کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے
کہا کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہی کیونکہ
وہ مدعی ہی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہی اگرچہ صحت کا منکر ہی اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک
مسلم الیہ کا قول معتمد ہی کہ مدعی صحت ہی اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہی اگرچہ منکر صحت ہی صاحب دُرر نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک
دونون صورتون مین یعنے تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا
فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا
مذہب دُرر کے مانند مصرح ہی طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اس مقام مین ہی اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہی کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہی دوسرا عقد نہین بخلاف خلاف
مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور بصورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے
اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہی ہم طالب سے مراد رب السلم ہی جو اقل مدت کا مدعی ہی وای برہن قبل وان برہنا

قضی ببینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن الاخر وان برہنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کہائین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہی طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہم یہ لغوی معنی ہین اور شرع مین استصناع یہ ہی کہ صانع یعنے کاریگر چنانچہ موزہ گر یا کفشگر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ مجکو اتنا لنبا جوڑا موزہ یا کفش بنادے یا ایسی دیگچی جسمین اتنا سماوے اور وزن اُسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنادے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سلم فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہی اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہو جاتا پہر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع مین سلم کی مانند مدت ہی چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہی بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہین تو وہ استصناع ہی اگر اسمین تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہی اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اس طرح پر کہ اُسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہی نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہی اور مصنف کا کلام اُس مدت مین موضوع ہی جو سلم کے لائق ہی تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہی زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہو سکتا کیونکہ استیجار اُس عمل پر جو اجیر کی ملک مین ہو جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اُٹھا لیچل اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہی کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہی بسبب تعامل و رواج کے جو راجع ہی اجماع عملی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث مین مندرج ہی کہ لا یجتمع اُمتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا التعامل ناس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہین اسمین عدم جواز ہی بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ جولاہے سے بنوانا اُسکے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اُسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وقالا الاول استصناع استصناع موجل باجل معلوم سلم ہی خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہی وہ استصناع ہی نہ سلم وبدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ وذکر فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہی چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہی شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہی اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہی اور گاہے اُسکو طسوت بھی بولتے ہین ہم طست لغت طی مین طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تاے مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہی طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہی بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اُسکے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الامر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اُسکے بنانے پر اور بنوانے والا اُس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ خلافا للبردعی اور استصناع مین بیع خود وہ شی مستصنع ہی نہ عمل اُسکا برخلاف ابوسعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اُسکو لیا تو صحیح ہی اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اُسکا لینا صحیح نہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہین ہو جاتی آمر کے واسطے بدون اُسکی

رہنا سندی سکے تو صحیح ہی بیچنا اُس کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اُسکے آمر کے اور اگر بیع اُسکے واسطے متعین ہوتی تو اُسکا بیچنا درست نہوتا **وله ای للآمر اخذه** وتركه **بخيار الرؤية** ومفاده انه لاخيار للصانع بعد رؤية المصنوع له وهو الاصح نهر اور اسکو یعنی آمر کو اُسکے لینے نہ لینے مین اختیار ہی بسبب خیار الرویۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہی کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اُس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہی کذا فی النہر **ولم یصح فیما لا یتعامل فیه کالثوب الا باجل** کما مر اور استصناع صحیح نہین اُسمین جسکے بنوانے کا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے مین مگر مدت ٹھہرا کر چنانچہ باب السلم مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اُسمین فرمایش صحیح نہین بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ہم بالفعل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہی اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابین چھپواتے ہین تو ظاہر ایسا استصناع صحیح ہی خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا البعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمایش مین یہ ذکر ضرور ہی کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تبیین مقدار منقول عنہ وغیر ذلک اور صاحب فرمایش کو بعد رویت کے اخذ و ترک مین اور چھاپنے والے کو قبل رویت صاحب فرمایش کے بیع کتب مین اختیار ہی اور اگر شرائط سلم اسمین مرعی ہون تو اس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم **فان لم یصلح فسد ان** ذكر الاجل على وجه الاستمهال وان للاستعجال كعلى ان تفرغه غدا كان صحيحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجه الاستمهال وتاخير المطالبه مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہوتا تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارة جواهر الفتاوی لو جعل الدبس اجرة لا یجوز لانه لیس بمثلی لان النار عملت فیه وکذا لا یجوز السلم فیه فلا یجب فی الذمة حتی لو کان عینا جاز عقد سلم دو شاب رطب مین جائز نہین اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارة مین مذکور ہی کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ مثلی نہین کیونکہ آگ نے اُسمین اپنا عمل کیا ہی اور اسی واسطے سلم اُسمین جائز نہین تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی مبیع حاضر ہو تو جائز ہی کیونکہ بعد معاینہ اُسمین دھوکا نہین ہم دبس بالکسر و بکسرتین عبارت ہی عسل تمر سے سلم اُسمین اسواسطے جائز نہین کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہی گاہے جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہی اور گاہے پتلا تو اُسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہین بخلاف گھی کے کہ اُسمین تاثیر آگ کی بحد معلوم ہوتی ہی اگر زیادہ اور کم ہو تو گھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت ویجی فی الغصب ان الرب والقطر واللحم والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود والصرم ودبر مخلوط بالشعیر قیمی فلیحفظ مین کہتا ہون اور آگے آویگا کتاب الغصب مین کہ رُب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ او صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑے اور کھال اور گیہون جو ملے قیمت والی چیزین ہین مثلی نہین اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح کا مطلب یہ ہی کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہوئین تو اُنمین عقد سلم جائز نہین طحطاوی نے کہا باب السلم مین کہ رب وہ چیز ہی جو خرنوب سے نکلے اور قطر ایک قسم ہی عسل قصب سے اور محشی مذکور نے کتاب الغصب مین کہا کہ رب عبارت ہی پھل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف مین وہ ہی جو شکر سے نکلے بحر الجواہر مین کہا کہ اصطلاح اطبا مین رب عبارت ہی اُس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب مین رکھکر

باب المتفرقات

من الابواب عبر فی الکنز بمسائل منثورة فی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہی اُن مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین اور کنز مین اس باب کو مسائل منثورہ اور درر غرر مین مسائل شتے سے تعبیر کیا ہی اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک ہی ہی ہم عادت فقہا یہ ہی کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ مین چھوٹ گئے اور اپنے مواضع مین مذکور نہوے تو اُن سب کو یکجا مذکور کردیتے ہین اور اُنکو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام کر مسمے کرتے ہین انتہی **ثوراً او فرساً من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمة له ولا یضمن متلفه وقیل بخلافه یصح ویضمن** قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا پختہ مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اُسکی کچھ قیمت نہین اور اُسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہین اور قول ضعیف اُسکے برخلاف ہی یعنی بیع صحیح ہی اور متلف پر ضمان ہی کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہین تو اُسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان اسواسطے نہین کہ منجملہ آلات لہو ہی و فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب بها الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف سے

روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہی م طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ قول بھی ضعیف ہی **وصح بیع الکلب** ولو عقورا
والفہد والفیل والقرد والسباع بسائرانواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور **علمت او لا** سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہی
بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع اُنکی باقی اقسام کے ساتھ یہان تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہی اور اسیطرح درندون پرندون
کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوا سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہی بسبب فائدہ لینے کے انسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر چکے ہین
م امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن
ابوحنیفہ نے اپنی مسند مین ہشیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب
شکاری کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہی اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہی کہ ہشیم ثقات تابعین سے ہی و تمامہ فی فتح القدیر والتسخر بالقرد ان کان حراما
لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہی مانع اُسکی بیع کا نہین بلکہ اُسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے
سے کذا فی شرح وہبانیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس ومثلہ سائر السباع عینی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ
کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی م یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل
حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھیگا سوا شکار اور مواشی کے کتے کے تو اُسکے ثواب
سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناءہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعاً اور جائز ہی کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے
بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہی طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہی جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ اقل
قیمت مبیع ہی وصح ہبتہ قنیہ اور صحیح ہی اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ **وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس** اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہی
ایک پیسہ ہی ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ م یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی الطحطاوی
کما لا یجوز بیع **ہوام الارض** کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس اور سیہی
اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے م خنافس جمع ہی خنفساء کی بضم خاے معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہی گندہ بو سوا جعل کے فارسی مین اُسکو جز دوک کہتے ہین
طحطاوی نے کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہی بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اُسکی طرف حاجت
ہی ولا **ہوام البحر** کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے م چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہی
لہذا انکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک جوز فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور دریا
مین ہین سوا مچھلی کے اُنکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہی اُسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہی چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اُسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہی یعنی بلا قید حیات م سقنقور جانور ہی گوہ کے مانند دریاے نیل کے کنارے پر تقویت باہ مین بے مثل ہی اور خز بفتح خاے معجمہ اور زاے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہی اُسکے صوف سے کپڑا بُنا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہی کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جند بیدستر ہی صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہی پھر یہ نام
اُس کپڑے کا ہو گیا جو اُسکے صوف سے بُنا جاتا ہی وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا ورده فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع
بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہی اگر اُنسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہی اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعاً حرام ہی اُس
سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اُسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہین ہوتی م کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا

کہ یہ امام حمیر سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہی جبکہ اُسی مین شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق ماہین القولین یہ ہوسکتی ہی کہ قول فقیہ ممدوح اُسصورت پہ محمول ہی جبکہ شفا سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اُس صورت پر محمول ہی جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم **ویجوز بیع دہن نجس** ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہی بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہی کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اُسکو مسائل بیع مین بیع فاسد کے باب مین مقدم ذکر کر چکے ہین ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا **وینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد** لما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے بغرض روشن کرنا اُس مکان مین جو مسجد کے سوا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا **والذمی کالمسلم فی بیع** کصرف وسلم وربوا وغیرہا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہی بیع مین چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ مین ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہی تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین وہ اُسکو بھی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اُسکو بھی جائز نہین سوائے مستثنات آیندہ کے **غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفسہا** بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کالخنزیر وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہی سوائے شراب اور سور اور اُس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہی اور ہم مامور ہین اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء مین اسواسطے نہین کہ یہ چیزین اُنکے حق مین شرعاً مباح ہین چنانچہ بعضے سمجھے ہین بلکہ حرمت اُنکے حق مین بھی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہین لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین اُنکے اعتقادیات کے عدم تعرض پر **وصح شراء ای الکافر** کما قدمناہ فی البیع الفاسد **عبداً مسلماً او مصحفاً او شقصاً منہما** اور صحیح ہی کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا و مصحف شریف کا یا دونون مین سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کر چکے ہین **ویجبر علی البیع** اور کافر پر زبردستی کیجائیگی بیچ ڈالنے پر یعنے اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اُس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہی ولو المشتری صغیراً اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اُسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کردے تاکہ اُسپر بیع مین زبردستی کیجائے وکذا لو اسلم عبدہ و تبعہ طفلہ اور اسطرح جبر کیا جائیگا بیع مین اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اُسکو مکاتب کیا تو جائز ہی پھر اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین ولو جمع ضرب الوطیہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستولدہ دناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا من عادتہ شراء الامرد ان یجبر علے بیعہ دفعا للفساد نہر وغیرہ وکذا محرم اخذ صید الوہر بارسالہ لونڈون کا خرید کرنا جسکی عادت ہی تو اُسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسی طرح جس محرم نے شکار لیا تو اُسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہی محمد کا کذا فی الطحطاوی **وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا** لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اُسکے مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اُسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اُسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا **لا مجرد نکاحہا** استحسانا لانہ فقط اُسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے **فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار**

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہی وقیده الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو بہ قبل القبض لم یبطل النکاح
وان بطل البیع فیلزمہ المہر المشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہی اس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا
اُسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہو گا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اُسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہو گا مشتری کے واسطے مہر کا لازم
ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ کیونکر ہو گا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جا ولانہ قول فیوہ
یہ ہی کہ نفع بدلے نقصان کے ہی کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ
فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب وادی الثمن فضل
یمسکہ للغائب ان نقص بیع البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادا ے ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروفہ یعنی اُسکا مکان معلوم ہی
اور اُسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اُسنے اُسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اُسکے دین مین نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس
ممکن ہی اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہی تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اُسکو بیچے یا غائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع
ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اُسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اُسکا پیچھا کرے جبکہ اُسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی
قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا
اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنے اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہی
کہ بیع اُسکی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہا فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل و
دفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اور اُنمین سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اُسکا مکان معلوم نہین کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اُسکا کل ثمن دینا
جائز ہی اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد
المستاجرین اور حاضر کو جائز ہی مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اُسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد
المستاجرین کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اُسکو حبس کرنا تا اداے اجرت جائز نہین والفرق ان
للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہ ہی کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہی تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف
موجر کے ہم یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہین بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو
رجوع ثمن اور حبس مبیع مین اختیار ہی بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہو گا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا
استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہین کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہ
بحث ہی صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا بہ ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ کوئی
چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال
چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوے مشتری پر بسبب عدم ترجیح
کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہی اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہین کہ وہان جید ہی مراد ہونگے
وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع مین
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک وزن مقرری مراد ہو گا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے و چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

هم یعنے پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثلہ لہ علی کر حنطۃ وشعیر ہم لزم من کل ثلث کر وہذا قاعدۃ فی المعاملات
کلہا کالمہر والوصیۃ والودیعۃ والغصب والاجارۃ وبدل الخلع وغیرہ فی موزون ومکیل ومعدود ومذروع عینی اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہا کہ اُسکا میرے اوپر ایک کر
گیہون اور جو اور تل مین تو ہر ایک اشیاء ثلثہ سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کا یہ جمیع معاملات مین مانند مہر اور وصیت اور امانت اور
غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی العینی هم مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے
معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کیے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور
پانسو درم فضہ کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہما موزون کی مثال یہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ایک مین سے ثلث قنطار واجب ہوگا
اور مکیل کی صورت خود شارع بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی
وقولہ **وزن سبعۃ** تقدم فی الزکوۃ اور مصنف کا یہ قول وزن سبعۃ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا هم وزن سبعۃ سے مراد یہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہین اور مثقال
بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراہم یتصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے
کہ درم کا نام پھرتا ہے اُسکی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر مین تو مصر کے شہر مین درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی
بانہ یساوی نصفا وثلثۃ فلوس فلو اطلق الواقف الدرہم اعتبر زمنہ ان عرف والا صرف الفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کوقف الشیخونیۃ والصرغتمشیۃ
ونحوہما فقیمۃ درہمہا نصفان اور نہر الفائق مین تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہے ساڑھے تین فلوس
کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگاوے تو اُسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اُسکے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہین تو درم چاندی کے
درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور
اُنکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اُسکے درم کی قیمت دو نصف ہے هم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم
کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اُسوقت مسلم ہے جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہو گئے ہون علاوہ اسکے صاحب نہر خود اول ذکر کر چکا ہے
کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہے تو اُس سے عدول کرنا نچاہیے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب وعلی الفلوس النحاس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح فان
لم یوجد فالعمل علی الاستیمارات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراج ونحوہ قال وبہ افتی المنلا ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہے
کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم نقرئی کی قید مین بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی
عطایاے قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اُسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ معرفت خراج اور اُسکے مانند مین مصنف نے کہا اور اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابو سعود
افندی نے هم مرجح اعدل وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف استیمار قدیم معتبر ہوگا استیمار قدیم سے مراد عطاے
قدیمی ہے کذا فی الطحطاوی **ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہلا بہ** فلو علم وانفقہ کان قضاءً اتفاقا ونفق او انفقہ فلو قائما ردہ اتفاقا فرد قضاء لحقہ اور
اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اُسکے تھے اور درم خرچ ہو گئے یا اُسنے خرچ کر ڈالے تو یہ اُسکے حق سے ادا
ہو جاتا ہے طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اُسکو معلوم ہوا اور اُسنے خرچ کر ڈالا تو ادا ہے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے
اور وہ ہنوز موجود ہین تو اُنکو بالاتفاق پھیر دے هم بحر الرائق مین کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال
مین نہ داخل ہو وقال ابو یوسف اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیۃ فینبغی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اُسکے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اُس سے

پھیرے بطریق استحسان کے چنانچہ اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہون تو رد مثل جائز ہی اور اسی قول کو پسند کیا ہی ابن کمال نے فتوی دینے کے واسطے مین کہتا ہون اور
اسی قول کو ترجیح دی ہی بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسی کا فتوی دیا جاوے ھم ستوقہ درم جسپر چاندی کا پتر ہوا اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی
مین نہ بنا ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر لا الآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ المباح اور اگر
چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پانوئن اُسمین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اُسکا مملوک ہی جسنے اُسکو پایا اور لیا کیونکہ اُسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا
تو اگر کوئی مرد اُسکے پانوئن کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والا کا الا اذا ہیأ ارضہ لذلک الا مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین کو اسی کے واسطے
مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اُسکا مالک ہوگا نہ آخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ او مد یدہ فہو لصاحب الارض
لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح پر کہ قادر ہو اُسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہی بسبب
اُسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اُسکا مالک نہوگا کذا فی النہر وکذا کل ما ہو صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل
او درہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعدلہ ساتبقا ولم یکف لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ بہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کے مانند ہی وہ شکار جو پھنس گیا اُس
جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہو گیا ایک مرد کے گھر مین اور درم یا شکر جو اُچھالے گئے لینے والون کے واسطے سو اُس کپڑے
پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہین کر رکھا اور نہ کپڑا اسمیٹا گیا بعد اُسکے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا اسمیٹ
لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے فروع مسائل ملحقہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا
شہد مکھی کا ہی اُسکی زمین مین تو وہ اُسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہوا سواسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیداشی سے ہو گیا من انزال التبن
مع ہی نزل الضمتین کی بعنی بیع و زیادت مزروع کذا فی الطحطاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع سکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاء
بعدول وصک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اُسپر زبردستی نہ کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے
باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہین ھم صک وہ وثیقہ ہی جسمین اقرار بیع اور
قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہین کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہین ہی اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہی اسواسطے
کہ مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرور ہی کذا فی الطحطاوی شری قطنا فغزلہ امرأتہ
فنکلہ لہ روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اُسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہی ھم چونکہ زوجہ نے اجرت کا ستنے کی شرط نہین کی تو ظاہر ازوج پر اجرت لازم نہوگی المرأۃ
اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ زوج سے رجوع کرے ولو اکثر لا ترجع بشیٔ قال رحمہ اللہ ولو
قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے جائز نہین قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی
قیمت متروکہ سے بھرے تو بعید نہین طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہین ہوا ھم ظاہر ا مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہی جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کین ہین لو بعید
نہین کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم الکسب حراما اشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی وان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابوبکر کلاہما
لا یطیب لہ کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو مبیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن
نہین دیا تو خیرات نہ کرے اور یہ قول قیاس ہی اور ابوبکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہین ھم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے
ضمان کے بعد مراد ہی اور ظاہرا قول ابوبکر کا استحسان ہی تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہی کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو
بعوض عرض کے بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوا اُسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ کذا

ولذا لو اشتری لم يقل بهذه الدراهم واعطی من الدراهم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے
هم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق
کرے اور ابویوسف نے کہا کہ زائد مال اُسکو حلال ہی اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابویوسف
کے قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی وفع ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربحه مالم يعلم انه اكتسب الحرام اپنا مال دیا بطریق مضاربت کے اُس مرد
کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہی تو اُسکی منفعت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہو کہ اُسنے کسب حرام سے حاصل کیا هم طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین
مذکور ہی کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اُسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہی یا حرام ہی لازم ہی یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اُس شہر اور اُس زمانے مین ہو جسکے
بازارون مین اکثر مال حلال ہی تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بناء حکم ظاہر پر رکھی اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال
کرے من رمی ثوبه لايجوز لاحد اخذه مالم يقل حين رمی ليأخذه من اراد جسنے اپنا کپڑا پھینکدیا تو کسیکو اُسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اُسنے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت
یون نہ کہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے هم یہ قول ظاہراً اباحت ہی نہ ہبہ کیونکہ موہوب له متعین نہین اور مباح له کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہی اور جبکہ اباحت
یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہراً لینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہی کذا فی الطحطاوی باع الاب ضيعة طفله والاب مفسد فاسق لم يجز بيعه استحسانا باپ نے
اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہی تو اُسکی بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شرت لطفلها علی ان لاترجع عليه بالثمن جاز وهو كالهبة استحسانا
ماں نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہی اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہی بطریق استحسان کے قال الاسير اشترني
او فکنی فشراه رجع بما ادی كانه اقرضه قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر یا مجکو خلاص کر سو اُسنے اسکو خرید کیا تو جو اُسنے دیا ہی پھیر لے قیدی سے گویا
اُسنے اسکو قرض دیا هم پھیر لینا احد القولین ہی اور مفتی به عدم رجوع ہی اور اسیر کے مانند وہ شخص ہی جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحطاوی
وعن جامع الفصولين ولو قال بالف فشراه باكثر لم يلزمه الفضل لانه تخليص لاشراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجکو مثلاً ہزار درم سے خرید کر سو اُسنے اُسکو زیادہ ہزار درم سے
خرید کیا تو اُسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہی نہ خرید کرنا هم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل مذکور ہی اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہی نہ عدم لزوم
کذا فی الطحطاوی بالخصا اشتری دارا او دبغ وتاذی جيرانه ان علی الدوام منع وعلی الندرة يتحمل منه اور ایک گھر خرید کیا اور اُسمین دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اُسکے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے هم جامع الفصولین مین ہی ایسے مسائل مین قیاس یہ ہی
کہ جو اپنے ملک خاص مین تصرف کرے وہ روکا نہ جاوے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہی وہان جہان غیرون کو ضرر ہو بغیر صریح بعضون نے کہا اسی کو اکثر مشایخ
نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی شری لحما علی انه لحم غنم فوجده لحم معز له الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہی اور اسکو بکری کا گوشت پایا
تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی هم غنم بکری کو بھی شامل ہی سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہی مگر یہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من هذا اللحم ثلثة ارطال فوزن له
جبر من هذا الخبز فوزن لم يجبر مشتری نے کہا کہ مجکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اُسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اُسکے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی
مین سے تول دے اور اُسنے تول دی تو اُسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری بزرا خريفيا فاذا هو ربيعي او شری بزر البطيخ فاذا هو بزر القثاء ان قائما رده وان مستهلكا
فعليه مثله خرید کیا خریف کا بیج اور وہ ربیع کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اُسکو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اُسپر اُسکے مانند
پھیر دینا جائز ہی هم پھیر دینے کی وجہ یہ ہی کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہی ساوم صاحب الزجاج فرفع له قدحا ينظره فوقع منه علی اقداح فانكسر ضمن الاقداح لا القدح
الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اُسنے پیالہ دیا کہ اسکو دیکھے سو اُسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے
پیالون کا نہ اُسی پیالے کا جو گر پڑا هم پیالون کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے اموال مین خطا معاف نہین اور اُس پیالے کا ضمان اسواسطے

نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشرا ہو یا علی سوم النظر ہو بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہو گئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں شری شجرة باصلها وفی قلعها
من الاصل ضرر بالبائع یقطعه من وجه الارض من حیث لا یتضرر به البائع ولو انهدم من سقوطه حائط ضمن القالع ما تولد من قلعه ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت
اور جڑ سے اسکے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہو اور اگر اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو
درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان دے جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فکسرها المشتری لا شیء علیه ونعم ما صنع حیث غشه وخانه وکذا لو دفع الیه
لینظر الیه فکسره کھوٹے درم دیے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اسنے اسکو دغا دی اور خیانت کی اور
اسیطرح اگر اسنے اسکو دیا تا وہ انکو دیکھے اور اسنے اسکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف
پر محمول ہے کہ وہان ہر عاقد بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشه او کان ظاهرا یری وکذا قال ابو حنیفة رحمه الله فی حنطة خلط فیها
الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعه وان طحنه لا یبیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی ملونی بیان کر دے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری
اسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اس گیہوں میں جسمیں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور
اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پسنے سے امتیاز نہیں رہتا ہان اگر بیان کر دے تو بیچ جائز ہے وقال الثانی فی رجل معه فضة نحاس لا یبیعها حتی یبین
اور ابو یوسف نے کہا اس مرد کے باب میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہے کہ اسکو نہ بیچ کرے یہان تک کہ بیان کر دے وکل شیء لا یجوز فانه ینبغی ان یقطع ویعاقب
صاحبه اذا انفقه وهو یعرفه اور جو چیز کہ ظاہر نہیں سو لائق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک مارا جاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر شری فلوسا
بدرهم فدفعها الیه وقال هی بدرهمک لا ینفقها حتی یعدها پیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اسکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ تیرے درم کے عوض میں تو انکو خرچ
نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر اشمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ
شاید درم باعیب ہوں تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرهم الزیف ورضی باقل مما یشتری بالجید حل له کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم
سے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اسکے کمتر سے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر بکتی ہے اور اسنے کھوٹے درم سے آدھ سیر
لی راضی ہو کر تو اسکے واسطے حلال ہے شری ثیابا ببغداد علی ان یوفی ثمنه بسمرقند لم یجز لجهالة الاجل کپڑے خرید کیے بغداد میں اس شرط پر کہ اسکا ثمن سمرقند میں
ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضه بشرط خراج کلها علی المشتری فهو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط
پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اسمین بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار له ان یرجع علی الدهقان
استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھیر لینا بطریق استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلة وقبضه ان رضی الاکار جاز البیع وله حصته من الثمن
وان لم یرض لم یجز بیعه انگور کے درخت خرید کیے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کشتکار کو بقدر اسکے حصے کے ثمن ملیگا اور
اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کشتکار ہے جسکا پھلوں میں حصہ ہے قضاه دراهم وقال انفقها فان لم تنفق فردها علی فقبله ولم ینفقه له رده استحسانا
بخلاف جاریة وجد بها عیبا فقال اعرضها او بعها فان نفقت والا ردها فعرضها علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر
خرچ نہو تو مجھکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمین مشتری نے
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا تو
پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا
اسمین اختیار باطل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفة رحمه الله اذا وطی رجل امته ثم زوجها مکانه فللزوج وطیها بلا استبراء وقال ابو یوسف استقبح

ولا تصير بها صحتی تحيض حيضة كما لو اشتراها لما سيجي في الحظر والكل من الملتقط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جبکہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی بھر اُسکا نکاح
کر دیا مین تو زوج کو اُسکی وطی بلا استبرا جائز ہی اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو قبیح جانتا ہون اور زوج اُسکا قربت نہ کرے جبتک اُسکو حیض نہ آوے جب سے
اُسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہی چنانچہ آویگا کتاب الحظر مین اور یہ سب فروع ملتقط سے ملتقط ہین ہم امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرا لازم نہین مگر مالک پر استبرا واجب ہی چنانچہ
شارح نے کتاب النکاح مین ذخیرہ سے نقل کیا ہی اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہی سو شاید ملتقط کی عبارت مین ہوگا والا در مختار مین مذکور نہین کذا فی الطحطاوی ما يبطل بالشرط
الفاسد فلا يصح تعليقه به جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہی شرط فاسد سے اور اُسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال
اور ابراء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہی ههنا اصلان حد هما ان كل ما كان مبادلة مال بمال يفسد بالشرط الفاسدة كالبيع وما لا فلا
كالقرض یہان دو قاعدے ہین ایک قاعدہ یہ ہی کہ جو مال کا مبادلہ ہی مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہی چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مال کا مال سے نہین وہ شرط فاسد سے
فاسد نہین ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ہم جو مبادلے کا مال سے نہین اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے تو وہ شرط سے فاسد نہین ہوتا
اسواسطے کہ شرط فاسدہ بیاج سے متعلق ہین اور بیاج معاوضات مالیہ سے مخصوص ہی نہ اُسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہوجائیگی ثانيهما ان كل ما كان من التمليكات و
التقييدات كرجعة يبطل تعليقه بالشرط في الاصح دوسرا قاعدہ یہ ہی کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات مین سے ہی چنانچہ رجعت تو اُسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہی اور اگر تملیکات
یا التقييدات سے نہین بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہی تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہی ہم رجعت تقلید کی مثال ہی نہ تملیک کی لكن في اسقاطات والتزامات يحلف بها
كحج وطلاق يصح مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات مین جنسے قسم کھائی جاتی ہی چنانچہ حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقاً صحیح ہی یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب
ہم حج اور طلاق مین لف و نشر غیر مرتب ہی یعنی حج التزام کی مثال ہی اور طلاق اسقاط کی وفي الاطلاقات والولايات والتحريضات بالملائم نزاریہ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات
یعنی ترغیبات مین شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہی ہم اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت مین اور ولایات جیسے قضا اور امارات اور ترغیبات چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کسی کو
کو مارے وہ انعام پاوے كذا في الطحطاوي فالاول اربعة عشر على ما في الدرر والكنز واجارة الوقاية سواول یعنی جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہین چودہ ہین موجب
درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان متن کے مخالف ہی اسواسطے کہ مصنف نے دونون اصلون کی تمثیل ساتھ ہی دی ہی نہ فقط اصل
اول کی اور جو اصل اول کی مثال ہی وہ اصل ثانی کی بھی مثال ہوسکتی ہی بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزین شرط فاسد سے باطل ہوجاتی ہین وہ امثلہ مذکورہ
المتن مین منحصر نہین کیونکہ حجر ماذون اور اجل اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہی انتهى البيع ان علقه بكلمة ان لا بكلمة على بانحو بعتنا
في البيع الفاسد چودہ امور سے اول بیع ہی اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کرے نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد مین بیان کیا ہی ہم مگر ایک صورت مین تعلیق بلفظ ان شرطیہ
مبطل بیع نہین چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ بیچی یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلانا شخص تین دن تک راضی ہوجاوے اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے اختیار شرط کرنا صحیح ہی اور عاقد کا یون
شرط لنا بمنزلة على ہی اور ضرور ہی کہ شرط واو کے ساتھ متصل نہو والا بیع جائز ہی اور یہ ضرور ہی کہ صلب عقد مین شرط ہو تو الحاق نہوگا شرط سے الحاق نہوگا صح روایت مین اور
ذخیرہ مین ہی کہ لکڑیان خرید کین گانو مین شہر اور صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیان میرے مکان تک پہونچا دے تو بیع فاسد نہین کیونکہ یہ جدا کلام ہی كذا في الطحطاوي والقسمة
لقلیلے اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہی ہم مراد جنس واحد ہی اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمتی مال کی قسمت کے مانند ہی تعلیق کی یہ صورت ہی کہ شریک اقتسام
کرین اگر فلانا شخص راضی ہی اما قسمة القيمي فتصح بخيار شرط رؤية اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہی خیار شرط اور خیار الرویۃ سے والاجارة اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہی کہ
اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے یا مستاجر دوکان یا گھر کی مرمت کرے اور جتنا مرمت مین خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کر لے تو اس سے
اجارہ فاسد ہوجاتا ہی الا في قوله اذا جاء رأس الشهر فقد اجرتك داري بكذا فيصح بفتوى عمادية تعلیق اجارہ صحیح نہین مگر اس قول مین کہ جبکہ مہینے کا سرا آوے تو مقرر مین نے
تجکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہی اس شرط سے اسی کا فتوی ہی كذا في العمادية وقوله لكن صاحب الدرر جعلها من الاضافة نہا كل شهر بكذا اجاز كما سيجي في متفرقات الاجارة مع انه تعليق

لعدم التفریغ اور مالک کے اس قول مین غاصب وارث سے کہ گھر کو فارغ کر دے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر مہینے مین اتنا ہی جائز ہی چنانچہ متفرقات اجارہ مین آدیگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہی
عدم تفریغ پر والاجازة بالزاے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی بطل الاجازة بزازیة اور اجازت بزائے معجمہ باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری مان راضی ہو
سبطل ہی اجازت کا کذا فی البزازیة وکذا کل مالایصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لایصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسطرح جسکی تعلیق
شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہی جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اُسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہی چنانچہ
منح الغفار مین واقع ہوا ہی ھم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہی اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے خود ذکر کیا ہی
یعنی تو اب کچھ قصور نرہا والرجعة قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لایبطل بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح واطال
الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لاتفتقر لشہود ومہر ولہ رجعة امتہ علی حرة نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت کے مصنف نے اپنی شرح مین
کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہی ہمارے اُستاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا کہ رجعت کا یہان ذکر کرنا خطا ہی اور ٹھیک بات یہ ہی
کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہی یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل
نہین ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہی لیکن نہر الفائق مین اُسپر اعتراض کیا ہی اور فرق بیان کیا ہی رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین
گواہون اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اُس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہی اور رجعت باطل ہوتی ہی شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہون اور
مہر کی حاجت ہی اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا یہ اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے
یہ لازم نہین کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور تعجب ہی صاحب نہر سے کہ اُسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت مین مذکور کیا والصلح عن مال بمال فی درر وغیرہا اور صلح
مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولایجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہی یعنی بیع کی
تخصیص نہین یہان تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ھم حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اُسکی ہی جو شرط فاسد سے
باطل ہوتا ہی یعنے معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہین اور ہر چند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہی اُسکے ابطال مین شرط فاسد سے ولا براء عن الدین لانہ
تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہی ایک راہ سے ھم منح الغفار مین ہی کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا پھر جاتا ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے
اسقاط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لائق یہ ہی کہ شرط سے باطل نہو اور تملیکات مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا مگر اسکے ابطال پر تو اصح یہ تھا مین
مناسب یہ تھا کہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا فتعلیق ابراء صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ مبتوتہ[۱] نے زوج سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید
نکاح کرے بعوض مہر کے اور اُسکا مہر مثل سو درم ہی تو وہ بری الذمہ نہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او علقہ بامر کائن کان علیہ شئ فقد ابرأتک فقد اعطاہ صحیح یا ابرا کو معلق
کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اُسکے شریک کو دے چکا ہی تو تعلیق
مذکور صحیح ہی وکذا بموتہ ویکون وصیة ولو لوارثہ علی مابحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہی طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا
چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہی وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ھم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا
بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجپر اعتکاف واجب ہی اگر میرا بیمار صحت پا دے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط
اسواسطے کہ عزل وکیل و اعتکاف اُس جنس سے نہین جنسے قسم کھاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسط فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز تعلیق
دو روایتون مین سے ایک روایت ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی نہر الفائق مین ھم نہر الفائق مین مذکور ہی کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہی اور عدم جواز تعلیق اعتکاف
منافی ہی اُسکی جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اُسکی تعلیق ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا

[۱] یعنی جس عورت کو طلاق بائن دیچکا ہو ۱۲ منہ

مباحث النفسو مین مین ہی کہ جسکی تعلیق بالشرط جائز ہی وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات
منذورہ سے صحیح قول ہی جسم الطحاوی سے نے ایسا یون کہنا واضح تر تھا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہی کیونکہ وہ عبادات سے ہی اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہی اسواسطے کہ وہ
عبادات سے ہی نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہی والمزارعة اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنی زمین تجکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص دے
والمعاملة ای المساقاة لانها اجارة اور معاملہ یعنی درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق
اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار اسطرح پر کہ زید کے مجپر ہزار درم ہین اگر وہ مجکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار ہر چند
معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اُسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہوجاتا ہی شرط فاسد سے الا اذا علقه بمجی الغد او بموته فیجوز ویلزمه للحال عینی اقرار باطل ہوتا ہی شرط سے مگر جب
اُسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہی اور فی الحال اُسپر لازم ہوجاتا ہی کذا فی العینی جسم اقرار کیا کہ مجپر ہزار درم ہین جبکہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے افطار کرین
تو یہ اقرار جائز ہی اور دعوی مدت کا باطل مگر جبکہ مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلانے شخص کے مجپر ہزار درم ہین اگر مین مرجاؤن تو اُسپر ہزار درم
ثابت ہوے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے
والرابع عشر التحکیم کقول المحکمین اذا اہل الشہر فاحکم بیننا لانه صلح معنی فلا یصح تعلیقه واضافته عند الثانی وعلیه الفتوی کما فی قضاء الخانیة اور چودہوین حکم مقرر کرنا چنانچہ
محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو پنچایت کردے ہمارے درمیان اسواسطے کہ تحکیم صلح ہی فی الحقیقت تو اُسکی تعلیق اور زمان مستقبل کی طرف اضافت
کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب القضا مین ہی جسم توضیح اسکی یہ ہی کہ تحکیم صورت تولیت اور معنی صلح ہی تو باعتبار صلح کے تعلیق اور
اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہی تو شک و احتمال کے ساتھ صحیح نہین اور محمد کے قول غیر مفتی بہ مین اُسکی تعلیق اور اضافت صحیح ہی وبقی ابطال الاجل ففی البزازیة
انه یبطل بالشرط الفاسد وکذا الحجر علی ما فی الاشباہ اور اُن مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہین ابطال مدت باقی رہا سو بزازیہ مین ہی کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہی
اور اسی طرح عبد ماذون کے تصرف کو روکنا بموجب اُس روایت کے جو اشباہ مین ہی جسم ابطال اجل کی صورت یہ ہی کہ مدیون نے کہا کہ مین نے وہ مدت جو میرے ادا کے دین کی مقرر ہی باطل کردی اس
شرط پر کہ دائن مجکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہوگیا تو یہ ابطال باطل ہی اور مدت باقی ہی وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة سبعة وعشرون علی ما عدہ المصنف
تبعا للعینی وزدت ثمانیة اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہین اور شرط فاسد سے باطل نہین ہوجاتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین شمار
کیا ہی عینی کا تابع ہوکر اور مین نے آٹھ مسائل اور زیادہ کیے ہین جسم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے پینتیس ہوے چنانچہ رقم اعداد سے معلوم ہوگا القرض والہبة والصدقة والنکاح
والطلاق والخلع والعتق والرہن از انجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن جسم مقرض نے کہا کہ مین نے تجکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری
خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہین ہوتا واہب نے کہا کہ مین نے یہ لونڈی تجکو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہی زوج نے کہا کہ مین نے تجھ سے نکاح
کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہین تو نکاح صحیح ہی اور شرط فاسد ہی اور مہر مثل واجب ہی زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہی اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو مین نے تجسے خلع کیا بشرطیکہ مجکو
ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہی تو طلاق واقع ہوگی اور مال بھی واجب ہوگا مولے نے کہا غلام سے کہ تو آزاد ہی اس شرط پر کہ تین دن تک مجکو اختیار ہی راہن نے کہا کہ مین نے اپنا غلام
تیرے پاس رہن رکھا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر مین اُسکو اتنی مدت تک چھڑاؤن تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہی اور رہن صحیح ہی کذا فی الطحطاوی والایصاء
بجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی وکسیکو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرلے والوصیة اور وصیت چنانچہ یون کہنا
کہ مین نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرلے تو ایصا اور وصیت صحیح ہی اور شرط لغو ہی والشرکة اور شرکت چنانچہ یون کہنا کہ تجکو مین نے
اپنا شریک کیا بشرطیکہ تو مجکو اتنا تحفہ دے والمضاربة اور مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درم دے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت کے واسطے زمین دے یا گھر رہنے کو
دے تو شرط باطل ہی اور مضاربت صحیح ہی کذا فی النہر وکذا القضاء والامارة کولیتک بلد کذا او بعد صح ویبطل الشرط فلہ عزله بلا جنحة اور اسی طرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴ حاکم

اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا کہ مین نے تجکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہی اور شرط باطل ہی تو بادشاہ کو اُسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار ہی ہم ولایت سوید
سے مرادیہ ہی کہ گاہے اُسکو معزول نکرے و مثل تبیرط الصحۃ منزلہ کمدرس ابدہ السلطان ان اقول رجعت عن التابید افتی بعضہم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی
کے معزول کرنیکی صحت مین مانند اس مدرس کے جسکو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یون کہنا کیا شرط کہ مین نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علمانے اسکا
فتوی دیا ہی اور نہر الفائق مین اطلاق صحت کو پسند کیا ہی یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہی وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر
ولا یمتثل قول احد ولا یسمع خصومۃ زید صح التقلید والشرط اور بزازیہ مین ہی کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پیے اور کسیکا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت
نہ سنے تو تقلید قضا اور شرط دونون صحیح ہین ہم یعنی اگر انمین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اُسکا حکم باطل نہوگا اور اُس کا حکم خصومت زید مین نافذ
نہوگا اور سلطان پر واجب ہی کہ اگر اُسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ ضامنی اسطرح کہ مین تیرے غریم کا ضامن ہون اگر تو مجکو
قرض دے ۱۶ والحوالۃ ۱۶ حوالہ اسطرح کہ مین نے تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ درصورت انکار یا موت زید کے تو مجھسے مطالبہ نکرے الا اذا شرط فی الحوالۃ الاعطاء من ثمن دار
المحیل فتفسد لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیۃ واجاب فی النہر بان ہذا من المحتال وعد ولیس الکلام فیہ فلیحفظ مگر جب حوالہ مین شرط ہو محال بکا دینا محیل کے گھر کے
ثمن سے تو حوالہ فاسد ہی کیونکہ محتال علیہ قادر اسکے ادا پر نہین جسکا اسنے الزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی طرف نسبت کیا ہی اور نہر الفائق مین جواب دیا
کہ یہ قول محتال کی جانب سے وعدہ ہی اور وعدے مین کلام نہین تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقح ہی کیونکہ یہ شرط ہی نہ وعدہ اور یہ شرط محتال علیہ
کیجانب سے ہی نہ محتال کیطرف سے کذا فی الطحطاوی ۱۸ والوکالۃ ۱۸ وکالت اسطرح پر کہ مین نے تجکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجکو بری الذمہ کردے ۱۹ والاقالۃ ۱۹ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین
اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے یا کمتر تو اقالہ صحیح ہی اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۲۰ کتابت اسطرح کہ مولے کہے اپنے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر
بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نہ کرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہی کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای نفس البدل ککتابتہ علی
خمر فتفسد انہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما حررہ خسرو مگر جبکہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اُسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہوجاتی ہی اور اسی پر اطلاق
فقہا محمول ہی چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہی ہم عمادی اور استروشنی وغیرہ نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہی اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہوجاتی ہی ملا خسرو نے کہا کہ بطلان
اس فساد کے بطلان پر محمول ہی جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہی کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہی اسواسطے کہ کتابت
شرط فاسد سے باطل ہوجاتی ہی انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی ۲۱ واذن العبد فی التجارۃ ۲۱ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو تجارت
کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت کرے فلانے امر مین تو اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کہذا الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۲ ولد کے نسب کا دعوی
کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہی اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہی اور شرط باطل والصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اُسکا ولی قاتل سے کسی شئے پر صلح کرے
اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہی اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہی اور شرط کا محتمل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکرہ اکتفاء بالصلح
درر ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر ہم وجہ کفایت یہ ہی کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق
نہین اسواسطے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نہ رہے یا اس سے صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر
وعن الجراحۃ التی فیہا القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جسمین قصاص لازم ہی اور اگر ایسا زخم جسمین دیت لازم ہی تو وہ قسم اول سے ہوگا
یعنی دیت مین اموال کا طریقہ جاری ہی تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہی تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب ودیعۃ عاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہو
اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے اور ایک ۔۔۔

مین کوئی شخص جانے کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت اُنہین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہون بشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے
شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہی اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر علی الماذون نہر ۲۸ نسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر نسب یعنی ولد مین کو ر
ہوچکا لیکن وہ ولد مین خاص ہی اور یہ عام ہی تو شرط فاسد سے باطل ہوگا والنصب وامان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان نفس کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہی اور
شرط باطل بعضے نسخون مین بجاے امان نفس امان القن مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان فوات منصوب بشرط مراد ہی والانفس غصب مین اشتراط شرط کا وجہ ہی وعقد الذمة
۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اس کافر حربی سے کہ جو دارالاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہی کہ مین نے تجپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے کذا فی الطحطاوی وعن الحموی وتعلیق
الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین مبیع مین کچھ عیب پاؤنگا تو تجکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجکو بعض ثمن سے بری الذمہ کر دے طحطاوی نے کہا
یہ مثال مناسب مقام ہی بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے فتعلیقہ بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر مین بیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجکو پھیر دون بشرطیکہ
مین تجکو تحفہ دون تو مجکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہی وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا لیست بمعاوضة مالیة فلا تؤثر
فیہا الشروط الفاسدة ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی
اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہی کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو انمین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ہم ترجمے مین مذکور ہوچکا کہ شروط فاسدہ بیاج کیطرف
راجع ہین اور بیاج متحقق نہین ہوتا مگر معاوضات مالیہ مین وبقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وہو مختص بالاسقاطات المحضة التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کالحج
والصلوة وبالتولیات کالقضاء والامارة عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہی اور وہ مخصوص ہی اُن اسقاطات خالصہ سے جنسے قسم کہائی جاتی ہی چنانچہ طلاق اور
عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہی جنسے قسم کہاتے ہین چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہی تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ہم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد
سے باطل نہین ہوتے کما مر زاد فی النہر الاذن فی التجارة وتسلیم الشفعة والاسلام نہر الفائق مین ما یجوز تعلیقہ مین اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہی وحرر المصنف دخول الاسلام
فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ہنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح مین منقح کیا ہی دخول اسلام کا قسم اول مین یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہی اور
منقح کیا ہی دخول کفر کا یہان یعنی جواز تعلیق مین کیونکہ کفر عبارت ہی ترک سے یعنی ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما مین مشہور نہین بلکہ تحقیق یہ ہی کہ اسلام عبارت ہی تصدیق
قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہی بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہی کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ معلوم ہی کہ جو کافر اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہی وہ گویا
اس فعل سے نفرت رکھتا ہی تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہین رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اُسنے ظاہر کیا ہی اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام مین بیان کیا ہی
کذا فی الطحطاوی ویصح تعلیق ہبتہ وحوالتہ وکفالتہ وابراء عنہا بملائم اور صحیح ہی معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابراء کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی کتاب البیوع مین ہی کہ تعلیق ہبہ بلفظ
ان شرطیہ باطل ہی اور بلفظ علی جائز ہی اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہی تو شرط باطل ہی اور ہبہ صحیح ہی اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہی اور اگر
شرط محض ہی چنانچہ دخول دار اور ہوا چلے تو کفالت جائز ہی اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارة وفسخہا والمزارعة والمعاملة و
المضاربة والوکالة والکفالة والایصاء والوصیة والقضاء والامارة والطلاق والعتاق والوقف فہی اربعة عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہی وہ اجارہ
ہی اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ
تصرف ہین ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانے کیطرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہی کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہوچکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہی کہ مستاجر تقاضائے عین کر سکتا ہی
زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور موجر کو جائز نہین کہ اُسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہی کہ موجر کہے کہ مین نے تجکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہی
کہ مین نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہی شرنبلالیہ مین ہی کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہی کذا فی الطحطاوی وبقی العاریة والاذن فی التجارة
فیصح ان یضافین ایضا عمادیہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونون بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی العمادیہ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرة البیع

واجارة وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين لانها تمليكات للحال فلا تضاف للاستقبال كما لا تعلق بالشرط لما فيه من معنى القمار اور جن کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمین معنی قمار ہی یعنے مخاطرہ ہی کہ شرط متحقق ہو یا نہو الخ ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہین کیونکہ رجعت تقلید ہی اور ابرا اسقاط ہی مگر یون کہیے کہ رجعت مین تملیک بضع ہی تمتع سے اور ابراء مین تملیک دین ہی مدیون کو وینبغی الوکالة علی قول الثانی المفتی به اور جنکی اضافت صحیح نہین انہین وکالت کا شمار کرنا باقی رہا موجب البرہان کے کہ مفتی بہ قول ہی کہ
ہم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اسکا شمار کرنا اُن تصرفات مین جنکی اضافت صحیح ہی بقول طرفین ہی۔

باب الصرف

یہ باب ہی بیع الصرف کے بیان مین عنونه بالباب لا الکتاب لانه من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنے اسکو لکھا باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہی ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہی کنز کی تعبیر سے کہ اسمین کتاب الصرف واقع ہی صرف انواع بیع سے اسطرح ہی کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہی یا بیع العین بالدین ہی یا بیع الدین بالعین ہی یا بیع الدین بالدین ہی اور بیع الدین بالدین عبارت ہی صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہی ہو لغة الزیادة صرف لغت مین بمعنی زیادت کے ہی ہم ولہذا حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہی کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالی اُسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہی کیونکہ وہ فرض سے زائد ہی اور عدل سے مراد فرض ہی اور لغوی معنی شرعی معنی مین موجود ہی اسواسطے کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہی تو یہ زیادتی ہی غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہین وشرعا بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس کذہب بفضة اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہی خواہ بیع جنس کی جنس سے چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہی جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہی یعنی اُسکی بیع بھی صرف مین داخل ہی خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد سے متعین ہو جاتا ہی کذا فی النہر فتح القدیر مین ہی کہ ثمن وہ ہی جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کے وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التاجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہی عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونون عوضون کا برابر ہونا وزن مین ہم عدم تاجیل وخیار مکرر ہی کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیة قبل الافتراق اور شرط ہی باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہین جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہر آستین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہی بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کرنے والے عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین ان اتحد جنسا وان وصلیه اختلفا جودة وصیاغة لما مر فی الربوا تماثل اور تقابض شرط ہی اگر دونون عوض ایک ہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون اسواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہی ہم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعًا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہی کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیوں کو خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہی مسلمانون کو اُس سے احتراز واجب ہی اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہی کہ جنس بدل ڈالے یعنے چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے والا بان لم یتجانسا اشترط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونون عوض ہم جنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہی بسبب حرام ہونے تاخیر کے ہم یعنی دو صورت اختلاف جنس مین تقابض البدلین شرط ہی تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اُسمین قبض احد البدلین قبل الافتراق شرط ہی نہ دونون عوض کا قبض فلو باع النقدین احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا

فیه ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے مین ایک کو بیچا دوسرے کے بدلے بلا وزن یا تخمین سے بایں طور کہ بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا قبل اسکے جدا ہونے کے
اندر تو صحیح ہے اسلیے کہ شرط ہی تقابض ہی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا اور تماثل تو بیچ تخمینی اور فضلی دونون درست ہین اگرچہ ایک اشرفی کے عوض ہزار روپیے
خریدے یا ایک روپیہ کے عوض ہزار اشرفی مول لے بشرط التقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پھر اگر اسی مجلس مین تساوی
عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما او امسکا ما اشار الیه فی العقد وادیا مثله جاز
اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع الصرف مین یہان تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اس نقد کو
جسکی طرف عقد مین اشارہ کیا تھا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہے اسی طرح اگر عوض مستحق غیر نکلا اور عاقد نے بدل اسکا مجلس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح
ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل لاخلالهما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہین یعنے
اسواسطے کہ جب تک اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہی اور خیار اسکا مانع ہی اسیطرح مدت مانع قبض ہی فان صح مع اسقاطهما فی المجلس لزوال المانع
اور صرف صحیح ہے دونون کے اسقاط کر ڈالنے کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس مین دونون کو ساقط الاعتبار کر دیا تو صحیح ہوگی یعنی
بشرط التقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رویة وعیب فی مصوغ لا نقد اور خیار الرویت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن مین صحیح ہے نہ نقد مین یعنی خیار الرویۃ نقدین مین صحیح نہین
کیونکہ انعقاد عقد نقدین کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقد مین خیار العیب بھی نہین ہوتا حالانکہ ایسا
نہین ہی بلکہ خیار العیب نقد مین داخل ہوتا ہی تو اگر بسبب عیب کے مجلس مین پھیر دیگا تو صرف باقی ہی اگر اسکا بدل داخل کریگا اسی مجلس مین اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف
باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عند ه خلافا لهما شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے
کذا فی النهر مراد وہ شرط فاسد ہی جو بعد عقد کے مذکور ہو ظهر بعض الثمن زیوفا فرده ینتقض فیه فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سو اُسنے اسکو پھیر دیا تو اسیقدر مین بیع ٹوٹیگی یعنی اتنا
اُسمین قبض نہ ہوا اور دوسرے عوض مین دونون شریک ہو جائینگے بشرطیکہ اُسمین کوئی ایسا دینار نہو جو ثمن فرد کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی ولا یتصرف فی الثمن الصرف
قبل قبضه رعایۃ لحق اللہ تعالی التصرف کرنا نہ چاہیے صرف کے ثمن مین قبضہ کرنے سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ تعالی کی جہت سے فلو باع دینارا بدرهم
او اشتری بها قبل قبضها ثوبا فسد بیع الثوب والصرف بحاله تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلا کپڑا خریدا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہی
اور بیع الصرف بحال خود باقی ہی باع امة تعدل الفا وفی عنقها طوق فضة قیمته الف بالفین ونقد من الثمن الفا بینهما الینصف ینقسم الثمن علی الثمن لوانه غیر جنس الطوق والا
فالعبرة لوزن الطوق لا لقیمته فقدره مقابل به والباقی بالجاریة بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درم کے برابر ہی اُس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اُسکی گردن مین ہی جس طوق کی
قیمت ہزار درم ہی مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت معروف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر مفہوم ہو اور یہ معلوم ہو کہ وہ یعنی ثمن غیر نقد جنس طوق کی مثل ہی اور نہین تو
وزن طوق کا اعتبار ہی نہ اُسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے مین واقع ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت کے برابر ہونا شرط
نہین بلکہ اصل یہ ہی کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ ضرور ہی کہ نقد منضم الیہ سے ثمن زیادہ ہو بالعین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا ادباع بها
بالثمن الف نقد والف نسیئة او باع سیفا حلیته خمسون ویخلص بلا ضرر بمائة ونقد خمسین فما نقد فهو ثمن الفضة سواء سکت او قال
خذ هذا من ثمنهما تحریا للجواز بیچا مسطور اور طوق مذکور کو بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم دیے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح کہ ایک ہزار نقد ادا کیا ہزار
ادھار یا تلوار بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہی کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہی سو اسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن مین دیے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہی خواہ مشتری
ساکت رہا ہو یا یون بولا ہو کہ یہ لے دونون کے ثمن مین سے شارح نے کہا ثمن مودی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے کیونکہ ظاہر حال مسلمان میں
تحریا عبارت ہی حسن ظن کرنے تا کہ اصل ہی حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اُسکا ٹھہرایا جسمین شرط ہی اگرچہ اُسنے یہی کہا ہو کہ دونون کا ثمن ہی اسواسطے کہ تثنیہ کبھی ...

مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ نسیا حوتہما اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان مفتی ابو السعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہے اداے ثمن میں حالانکہ الیسا
نہیں ہے یعنے ضرر اور عدم حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وکذا لو قال ہذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا لدخولہا فی بیعہ تبعا ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالۃ
الاحتمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے
تلوار کی بیع میں تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ
اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنی اب اسطرح گنجائش نہ رہی کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجیے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر
کالطوق والجاریۃ وان لم تتخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہے اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر
جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے ھم یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب
القبض ہے پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے
جسکے جدا کرنے میں ضرر نہیں کہ وہاں فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن
فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے جب عقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش بیچا جاے بعوض اس نقد کے جو اسکے ہم جنس ہے تو زیادہ
ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہوا اس نقد سے جو اسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے
ھم مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پاے چاندی کے پتر سے منڈھے اور مزرکش چنانچہ کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن
میں بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلا اس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور درصورت تساوی ثمن اسواسطے
بیع فاسد ہے کہ مثلا لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمیں شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض
کی بیع مثلا اشرفیون سے کی تو یہاں زیادت اور قلت اور مساوات کچھہ شرط ثمن نہیں اختلاف جنس کے سبب سے ہاں تقابض ابدلین البتہ شرط ہے ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب
ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں یعنی بشرط قبض ظرف
پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اسقدر میں جسمیں قبض ہوا اور دونوں شخص برتن میں شریک ہوگئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خیار للمشتری للتعیب من قبلہ بعدم نقدہ
اور اسمیں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب دار ہوجانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ھم یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع نہیں کر سکتا کہ عیب اسکی طرف سے
ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیتخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمیں مشتری مختار ہے کیونکہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں ان استحق
بعضہ ای الاناء اخذ المشتری الباقی بقسطہ او ردہ للتعیب بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو
مشتری مالبقی کو بقدر اسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہوجانے مبیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش و تنقیح کرنا چاہیے ھم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کا
گواہوں سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے
فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ مالم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے
قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایت یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کیجاے اور
یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ اذا لم یفترقا بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق حقوق العقد بہ دون
المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق جوہرۃ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہے جبکہ بائع اور مشتری متفرق

ف ۱ یعنے دونوں بھول گئے اپنی مچھلی حالانکہ بھولنے والا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی تھا ۱۲ ف ۲ نکلتا ہے ان دونوں سے موتی اور مونگا حالانکہ صرف ایک پانی سے نکلتا ہے ۱۲

نہ ہوسکے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہوجائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے نہ مجیز سے تاہم اسکا عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ **ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری الباقی بقسطہ بلا خیار لان التبعیض لا یضرہا** اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اسمین سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصہ کے لے بلا اختیار رد بیع اسواسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہین کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اسمین قطع کرنا مضر ہے لہذا استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہو **وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہما وان قبل قبضہما الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدراہم** جوہرہ اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار و درم کا کذا فی الجوہرۃ یعنی اگر دینار یا درم خرید کرے اور بعض دینار یا درم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصے کے موافق لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار و درم کی شرکت عیب مین داخل نہین کیونکہ استیفا کل حق عوض لیکر ممکن ہے کذا فی الطحطاوی **وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ** وصحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کیطرف پھیر کر یعنی درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہوکر صحیح ہوگی کیونکہ درصورت اختلاف جنس تساوی بدلین شرط نہین **ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر** اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پڑ کر اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہوکر بیع صحیح ہوگئی برابری شرط نہ ہی **وکذا بیع احد عشر درہما بعشرۃ دراہم ودینار** اور اسیطرح صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہوچکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونون صورتون مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر **وصح بیع درہم صحیح ودرہمین غلۃ بفتح فتشدید یا ردہ بیت المال وتقبلہ التجار بدرہمین صحیحین ودرہم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ** اور صحیح ہے بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غین معجمہ وتشدید لام وہ درم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اسکو لیتے ہون ہم عدم قبول بیت المال سو وجہ سے نہین کہ وہ درم کھوٹا ہو بلکہ دراہم غلہ مقطعہ مکسرہ ہوتے ہین انمین سے کوئی ٹکڑا ربع درم ہوتا ہے اور کوئی ثمن اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہین لیتے کرما کذا فی الطحطاوی عن المکی عن البرہان **وصح بیع من علیہ عشرۃ دراہم دین ممن ہی لہ ای من دائنہ فصح بیعہ منہ دینارا بہا اتفاقا وتقع المقاصۃ بنفس العقد اذ لا ربوا فی دین سقط** اور صحیح ہے بیچنا اسکا جسپر دس درم قرض ہین اسکے ہاتھ سے جسکے درم ہین یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جائیگا مجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہین اس دین مین جو ساقط ہوا ہم خلاصہ یہ کہ زید کے دس درم خالد پر دین ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور مجرد عقد مذکور مقاصہ ہو جائیگا یعنی دین ثمن مین مجرا ہوکر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہوجائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آئیندہ کے کہ وہان مقاصہ کرنے کی ضرور حاجت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن یون کہتا وصح بیع مدیون بعشرۃ دراہم من دائنہ دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا **او بیعہ بعشرۃ مطلقۃ عن التقیید بدین علیہ ان دفع البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا استحسانا** یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درمونکے جو مطلق ہین قید دین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین مین مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ہم درصورت اطلاق دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا نہ کرینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہوگا چنانچہ عنایہ مین مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اسکے حاصل ہوا ہو بقول اصح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہوگئی کذا فی الطحطاوی **وما غلب فضتہ وذہبہ فضۃ وذہب حکما** اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے کے ہے ہم مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ شرعا خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطہ انطباع کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہین اور گاہے غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم مین لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا سے ہے **فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا** تو صحیح نہین خالص چاندی اور سونے کی

مع غالب الفضۃ والذہب اور نہ بیع اُسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے ولا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما عرف فی بابہ اور اسی طرح
غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کرکے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالب علیہا الغش منہا فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جسمیں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہو چاندی سونے سے وہ اسباب و اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر اعتبار الغالب مسئلہ سابقہ اور نقد دونوں کی علت ہے
فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ ہو
مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وکذا یصح بیعہ بجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور
صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کرکے تول اور شمار میں بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف مثلاً ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا
اور دوسرے مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کرکے
بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصیرورتہ صرفا بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں
بسبب صرف ہونے تمیز کے یعنی دونوں صورتیں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف اسی بعض کی ہے
کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اسواسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش
او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربا فی الاولین واحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب بیاج کے پہلی
دو صورتوں میں یعنی بصورت تساوی اور قلت اور بسبب محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہ بیاج کا حقیقت بیاج ہے اور بصورت
تساوی اسواسطے ربوا ہے کہ چاندی مثلاً چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وہو ای غالب الغش ایضا لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش
متعین نہیں ہوتا معین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت میں یعنی غالب الغش رواج سے اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح و چلن ہے تو جب
تک اسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہو گا چنانچہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد
نہیں بلکہ اسکا مثل دیا جائیگا والا یروج تعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے کہ معین ہونے سے ہو گا کیونکہ اصل
میں منجملہ اسباب و قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اسکے ہلاک قبل القبض سے
عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے خبردار نہوں
یا خبردار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہو گی اگرچہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر وان قبلہا البعض
فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا بجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعضے نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درموں کے برابر ہے تو اسکے
ہمجنس ناقص درم سے عقد متعلق ہو گا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اسکے ہمجنس عمدہ درم سے تعلق عقد ہو گا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید و فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کرکے اسمیں جسمیں تصریح نہیں ثم ان راج وزنا فیہ او عددا
فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اسمیں وزن رائج ہے یا شمار مروج ہے یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمتساوی غشہ
وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخانیۃ اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضہ
یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم
نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ میں استثنار فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اسواسطے
کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہو گا واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار الغالب اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہو گی باعتبار

یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ خالص اُس سے اکثر ہو والا جائز نہین اور اگر اپنے ہم جنس سے ہی تو تفاضل جائز ہی اور خلاف جنس سے بھی جائز ہی باوجود قبض کے دونون صورتون مین کذا فی الطحطاوی **واشتری شیئا بہ بغالب الغش وھو نافق او بفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد** خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہی یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اُسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوئی ہون لوگون کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہی **وکذا حکم الدراھم لو کسدت او انقطعت بطل** اور یہی حکم ہی دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہوجاوین تو بیع باطل ہی **وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق** اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہی اور اسی کا فتوی ہی لوگون کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق هم بجائے قیمت مبیع کے کاسد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت لقاء عہد قیمت کاسد واجب ہی ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہی صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہی لوگون کی آسانی کے واسطے انتہی تو جواجمال کہ شارح کے کلام مین ہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی **وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل تخیر البائع لتعیبہا** اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہی کہ اُنسے معاملہ کرنا جمیع بلاد مین متروک ہوجاوے تو اگر بعضے بلاد مین رائج ہون تو بیع باطل نہین بلکہ بائع مختار ہی بسبب اُنکے عیب دار ہوجانے کے هم یعنی اگر بائع کے شہر مین رائج نہون تو اُسکو اختیار ہی چاہے اُنکو لیے چاہے اُنکی قیمت لے کذا فی البحر **وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ایدی الصیارفۃ وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافا لما فی نسخ المصنف وقد عزاہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ اعلم** اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار مین اگرچہ صرافون کے پاس اور گھرون مین موجود ہو اسیطرح اسکو ذکر کیا ہی عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہی بخلاف شرح مصنف کے نسخون کے کہ اُنمین عطف مذکور نہین اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہی اور مین نے ہدایہ مین اسکو نہین دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ مین اس مسئلہ کے بیان مین مذکور نہین شاید کسی اور محل مین مذکور ہو وفی **البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق** اور بزازیہ مین ہی کہ اگر دوسری بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پھر کے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یون کہنا کہ قبل التسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اُسکا مطلب یہ ہی کہ بائع کو اُسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہی اور حق تعالی توفیق دینے والا ہی وقید بالکساد **لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا تخییر البائع** اور بطلان بیع مین مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت کم ہوجائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہی بالاجماع اور بائع فسخ مین مختار نہین هم جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہوگیا **وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا تخییر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح** اور برعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوگئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہی اور مشتری مختار نہین اور مشتری سے اُسقدر نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح هم عیار سے مراد وہ مقدار ہی جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اُسکے قیمت زیادہ ہوجانے کا اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی **وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع دلال ولذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراھم معلومۃ واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ عینی وغیرہ** اور مصنف نے بطلان بیع مین کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اُسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے پورے لیے پھر اُنکا رواج موقوف ہوگیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہی کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہی نہ صاحب متاع هم اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اُسنے فلوس خرید کیے اور اُنپر قبضہ کیا پھر اُنکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہین اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہین کذا فی الطحطاوی عن المسکی

وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تعین اور صحیح ہی بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین درہمون کے مانند ہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہی کہ وہ منجملہ انواع مال ہین دراہم کے مانند تا انیکہ اگر ہلاک ہون قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور اگر فلوس بدل کر دیے تو جائز ہی اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہین ہوتے کہ اثمان مین داخل ہین اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہین بلکہ اگر ثمن کو متعین کر دے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جبکہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدۃ حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ انکو معین نہ کردے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہین ہم تعیین اسواسطے ضروری ہی کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہی کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہی جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کی ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اس صورت مین ہی کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پھر انکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایہ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق مین ہی کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہی صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہی کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہی اشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم اور بعوض خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درہم کے فلوس سے تو خرید صحیح ہی بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب انکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہین جو نصف درہم کو بیچے جاتے ہین اور اسی طرح ثلث درہم یا ربع درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہی ہم زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس عددی چیز ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہی کہ ثمن مجہول نہین بلکہ معلوم ہی کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اسقدر فلوس کا ارادہ کیا ہی جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہین اور یہ معلوم ہی تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درہم کے فلوس سے یا دو درہم فلوس سے تو جائز ہی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہی بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفۃ نصف ونصفا من الفضۃ صغیر الا حبۃ صح ویکون النصف الا حبۃ بمثلہ والباقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درہم کبیر یعنی درہم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجکو بعوض اسکے نصف درہم فلوس اور نصف چاندی کا درہم صغیر مگر اقدر حبہ یعنی وہ درہم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درہم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہی اور ہوگا نصف درہم مگر حبہ بمقابلہ اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوس منصوب صفت ہی نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل لزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنی دے مجکو بعوض نصف درہم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درہم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درہم کبیر ہی مگر حبہ تو فلوس اور درہم صغیر سب مین بیع باطل ہی بسبب لازم آنے بیاج کے بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درہم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درہم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق مین ہی کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہی اور جو مقابل ہی چاندی کے اسمین باطل ہی اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس مین بیع جائز ہی اور چاندی مین باطل انتہی وہکذا فی الطحطاوی وبالتقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبۃ البا اولا قوبل بجنسہ اولا اور جو ثابت اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہان تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہی جو ثمن ہی ہر حال مین وہ چاندی اور سونا ہی خواہ اسپر باء جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہی جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب اور قسم ثانی وہ مال ہی جو مبیع ہی ہر حال مین چنانچہ کپڑے اور چارپائے مبیع ہی ہر حال مین یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہون یا غیر جنس سے باء جارہ انپر آوے یا نہ آوے والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہی کہ ایک وجہ سے ثمن ہی دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزین مکیلات اور موزونات سوا نقدین کے

فان اتصل بہا الباء فثمن والا فمبیع سواگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس راہ سے وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہو تو اس راہ سے وہ
بیع ہے ھم بحر الرائق مین یون ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد مین تو وہ بیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل بیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان
رائجۃ فکالثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہون تو ثمن کے مانند ہین اور نہین تو جنس و رقماش کے مانند ہین والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد
عند العقد و عدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن و یصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک مین عقد
بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہے ثمن کے ہلاک ہوجانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کرڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم مین نہ ان
دونون مین یعنی بیع الصرف اور سلم مین ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہین و حکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ وہکذا اور حکم بیع کا برخلاف
ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ مین تو مشروط ہے بیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک مین عقد کے وقت اور اسیطرح باقی امور مین بیع باطل ہوجاتی ہے بیع کے ہلاک ہوجانے سے
اور بیع کا استبدال جائز نہین و من حکمہا وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور بیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ
جنس کے وقت مقدرات مین یعنی مکیلات اور موزونات مین چنانچہ مذکور اور ثابت ہوچکا ہے باب الربوا مین یعنی مکیل یا موزون مین درصورت اتحاد جنس ثمن اور بیع دونون
کا برابر ہونا واجب ہے تذنیب فی بیع العینۃ ویاتی متنا فی الکفالۃ و بیع التلجیۃ ویاتی متنا فی الاقرار یہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر مین اور اسکا بیان
کتاب الکفالہ کے متن مین آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان مین اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن مین آویگا ھم تذنیب عبارت ہے اس شے سے جسکو آخر کلام مین لاوین اور اسکو
کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنی مفعول انتہی تذنیب مین بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہین تو بہتر یون تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی
سو اسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا کذا فی الطحطاوی و ہو ان یظہرا عقدا و لا یریدانہ یلجی الیہ لخوف عدو و ہو لیس بیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطتہ فی آخر شرحی علی المنار
اور وہ یعنی بیع التلجیہ یہ ہے کہ عقد کو دو شخص ظاہر کرین اور اسکا دل مین قصد نرکھین ایسے عقد کی طرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت مین بیع نہین
ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہے چنانچہ اسکو مین نے شرح بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر مین ھم مغرب مین ہے کہ تلجیہ عبارت ہے اس امر کے کرنے سے جسکا باطن مخالف ہے
اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہوجاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع
مین تلجیہ ہو اسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہین اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر مین بیع کرے تو یہ باطل
بیع ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل مین ہو چنانچہ عاقدین باطن مین اسپر متفق ہون کہ ثمن ہزار درہم مین اور ظاہر مین دو ہزار کو بیع کرین تو ثمن وہی ہے جو باطن مین مذکور
ہوا اور زیادت مین گویا انھون نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یون ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر مین مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن مین اسپر اتفاق کرین کہ
ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر مین سو دینار سے بیع کرین محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان مین سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونون اسپر اتفاق کرین کہ اس بیع کا اقرار کرین
جو نہین واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کرین تو وہ بیع باطل ہے اور انھین دونون کی اجازت سے بھی جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین غموض ہے جسکا ایضاح یہ ہے ونقلت عن التلویح
ان الاقسام ثمانیۃ وسبعون اور مین نے نقل کیا شرح مذکور مین تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اٹھتر قسمین ہین و عقد لہ قاضی خان فصلا آخر الاکراہ ملخصہ انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ مین بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع الخیار کے مانند وجعلہ الباقانی فاسدا اور باقانی نے
تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدہما بیع التلجیۃ و انکر الآخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی جد کا قول
اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ھم طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برہن احدہما قبل ولو برہنا فالتلجیۃ اور
دونون مین سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف
ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو لم تحضرہما نیۃ فباطل علی الظاہر بینہ

اور اگر دونون نے علانیہ بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بناء بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہی بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تھا ورنہین تو بیع
لازم ہی یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بناء اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہی اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بناکی نہ اعراض کی
تو بیع باطل ہی قول ظاہر پر کذا فی المنیۃ ھم منا مین مصرح ہی کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہی اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہی تو شاید یہان دو قول ہین کذا فی الطحطاوی بالیقین
اس مسئلے مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اُسپر دلالت کرتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم قلت مفادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد
جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا ثمن ٹھہرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد
جائز ہی اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ھم وجہ افادہ یہ ہی کہ بیع التلجیہ اُسوقت باطل ہی جبکہ دونون اسکا اعتراض کرین کہ بناء علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہی
تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہی و بیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہو کر و صورتہ ان
یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد و یسمی بمصر بیع الامانۃ و بالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہی کہ کوئی جنس
بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو جنس مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین
بیع الامانہ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ھم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہی کہ اُسکا عود راہن کی طرف ہوتا ہی ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانہ
کی وجہ یہ ہی کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہی کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیلیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب امین اسکو درم دیگا تو وہ
بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہی بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منعقد ہی بعد وجود شرط کے قیل ھو رہن فیضمن زوائدہ اور بعضون نے کہا بیع الوفا فی الحقیقۃ
رہن ہی تو زوائد اُسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہین مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا در حقیقت بیع ہی کہ بیع سے
فائدہ لینے کے مفید ہی وفی اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ و علیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہی کہ اسی پر فتویٰ ہی یعنی بیع ہونے پر وقیل
ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا اگر بلفظ بیع ہی تو رہن نہوگی ھم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہی شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقلہ
ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقدنے بیع الوفا کے اندر یا قبل اُسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونون نے اسکو
بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وھو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ
خسرو و ہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہی اور اُس وعدہ کا وفا کرنا
لازم ہی اسواسطے کہ مواعید گا ہے لازم الایفا ہوجاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ملا خسرو نے یہان
اور مصنف نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکرا الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکرا انہ فی مجلس العقد
او بعدہ اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرائط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اُسکے
ھم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ الآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ
وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ مین ہی اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے
تو یہ بیع اُسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اُسکے بائع اور بائع کے وارثون کو حق
استرداد ثابت ہی ھم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اُس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اُسکے وارثون کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن
وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہین بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یہی حکم فتاویٰ عالمگیری [illegible] اختلاطی سے منقول ہی ولو استاجرہ بالعمر

در توضیح بیع الوفا

لا یلزمہ الاجرۃ لانہ رہن حکما حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہی یہان تک کہ اس سے فائدہ لینا حلال نہین ھم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارۃ بعد قبض المشتری المبیع وفاء ولو للبناء وحدہ فہی صحیحۃ والاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتہی فتنبہ اور مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہی کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے مبیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہی اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہی بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا ھم یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہی شرنبلالیہ مین مذکور ہی کہ بیع الوفا مین تو قول ہین از آنجملہ بعض علماء محققین کا یہ قول جامع ہی کہ بیع الوفا بعضے احکام مین تو فاسد ہی یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہی اور بعضے احکام مین صحیح ہی چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور بعضے احکام مین بیع الوفا رہن ہی یہان تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہی کہ فتوی دینے مین اس قول جامع سے عدول کیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع اسکے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہی اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہی تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل ویسمونہ بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہو جاوے اور اسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہی اور علماء مدوحین اس بیع کو بیع استغلال کہتے ہین وفی الدرر صح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور درر مین ہی کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہی بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہی یعنی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے غیر صحیح ھم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین اسواسطے کہ اسمین دونون کا حق متعلق ہی تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسی طرح کھانا اور پینا جائز نہین اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع باتا او وفاء جدا وہزلا فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینۃ الہزل والوفاء اور ملتقط اور منیہ مین ہی کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہی یا بیع الوفا ہی واقعی بیع ہی یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول معتبر ہی جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی ہی مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ھم قرینہ ہزل یہ ہی کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجیء فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا قول معتبر ہی بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء نقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہی مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوے لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع تغیر ہو جانے نرخ کا دعوے کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارۃ البزازیۃ ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدۃ العادۃ محکمہ کے اندر منیہ سے منقول ہی کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہی بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہی مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی النسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہی جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہی یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہی تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہی ھم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہی اھ حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہی جسکو اصل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہی ۔ آنجملہ مسئلہ طحان یہ ہی کہ اگر آٹا پسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہی تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

تصرف وفيها من البيع الفاسد القول السادس في بيع الوفاء انه صحيح لحاجة الناس فراراً من الربا وقالوا ما ضاق على الناس امر الا اتسع حکمه صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ
مین بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہانے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ
نہین ہوا مگر اسکا حکم کشادہ ہوجاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لكن افتى كثير باعتباره بالقول على اعتباره ينبغي ان يفتي بان ما يقع في
بعض الاسواق من خلو الحوانيت لازم ويصير الخلو في الحانوت حقا له فلا يملك صاحب الحانوت اخراجه منها ولا اجارتها لغيره ولو كانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ
البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہانے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتویٰ دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یہ فتویٰ
دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اُسکے نکالنے کا
دوکان سے مالک نہین اور نہ اُسکے کرایہ دینے کا اُسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہوچکی وكذا اقول على اعتبار
العرف الخاص قد تعارف الفقهاء النزول عن الوظائف بمال يعطى لصاحبها فينبغي الجواز وانه لو نزل له وقبض منه المبلغ ثم اراد الرجوع لا يملك ذلك
ولا حول ولا قوة الا بالله اور اسی طرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف
معینہ سے بعوض اُس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑے اور
طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اُسکا مالک نہین ولا حول ولا قوة الا بالله قلت وايده في زواهر الجواهر بما في
واقعات الضريري رجل في يده دكان فغاب فرفع المتولي امره الى القاضي فامره القاضي بفتحه واجارته ففعل المتولي ذلك وحضر الغائب فهو اولى بدكانه و
ان كان له خلو فهو اولى بخلوه ايضا وله الخيار في ذلك فان شاء فسخ الاجارة وسكن في دكانه وان شاء اجازها ورجع بخلوه على المستاجر فيؤمر المستاجر باداء ذلك ان
يرضى له والا يؤمر بالخروج من الدكان انتهى بلفظه شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری
مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اُسکے ہاتھ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہوگیا اور متولی وقف نے اُسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی
نے دوکان کھولنے اور اُسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار
ہے یعنے اسواسطے کہ اُسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولیٰ ہے اور اُسکو اُسمین
اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر
سے پھیرے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اُسکے باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہوجانے کا
حکم ہوگا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیہ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتها للبيع لكونها فيه غالبا ولكونها بالامر معاوضة انتهاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہے نے ضامنی کے بیع مین اکثر اور سبب
ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخرکار مین ہم چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے یا مبیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموماً اور بیع الصرف
سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخرکار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر ای لغة الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو
دوسری چیز سے ملانا ہم کفالت لغت مین بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل و ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحكى ابن القطاع كفلته وكفلت به وعنه بتثليث الفاء اور ابن قطاع
لغوی نے کفلته اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ہم یعنی کفالت متعدی بنفسہ متعدی بحروف جارہ دونون مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہین
وشرعا ضم ذمة الكفيل الى ذمة الاصيل في المطالبة مطلقا بنفس او بدين او عين كمغصوب نحوه كما سيجيء لان المطالبة تعم ذلك اور شرع مین کفالت

عبارت ہو لانے ذمۂ کفیل سے ذمۂ اصیل کی طرف مطالبہ مین مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اُسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ شامل ہو اس مذکور کو نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ مین صحیح ہو کہ کفالۃ ضم فی المطالبہ سے عبارت ہو نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہو یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہو اور دین ثابت نہین ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالۃ ضم فی الدین ہو یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہو بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہو طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہو لغت مین عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق مین تحریر سے منقول ہو کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہو جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہو اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد تفسیر کیا ہو اور مراد ذمہ سے عہد اور میثاق ہو ومن عرفہا بالضم فی الدین اشار الی تعریف نوع منہا وہو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہو اُسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہو یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہو صم فقہا کا اسمین اختلاف ہو کہ دین ذمۂ کفیل کے ثابت ہوتا ہو یا نہین کذا فی الحلبی ویستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہین رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہو صم ملا خسرو نے دُرر مین کفالت کی یون تعریف کی ہو (ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم) شارح کا مطلب یہ ہو کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل رہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی **و رکنہا ایجاب وقبول** بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہو الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہین ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہو طرف ثانی قبول کرے یا نکرے **وشرطہا کون المکفول بہ** **نفسا او مالا مقدور التسلیم من الکفیل** فلم تصح بحد و لا قود اور شرط ضمانت یہ ہو کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اُسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہین ہوتی بلکہ مجرم پر **وفی الدین کونہ صحیحا قائما** لاساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت مین ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہو نہ کہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے صم دین صحیح وہ ہو جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہوجاتا ہو اور دین قائم کی قید سے سبب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اُسپر دلالت کرتا ہو کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہو حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہین ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہو خلاصہ یہ ہو کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہین اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہو صاحب نہر کی نہ روایت مذہب فالعیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہین چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اُسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہین یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہین **وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ہو** **علی الاصیل** نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہو کفیل پر اُس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے صم یعنی اگر حاضر ضامنی ہو تو ضامن سے حاضر کردینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہو تو اُسکا مطالبہ ہوگا **واہلہا من ہو اہل التبرع** فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہو جو تبرع کا اہل ہو یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہین مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اُسوقت جب اُسکے واسطے اُسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا سے قرض مین کذا فی المحیط صم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہین اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہو وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ ولولاہا لطولب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہین مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہو اور مریض کا تبرع صحیح نہین مگر اُسکے ثلث مال مین کیونکہ دو ثلث مین وارثون کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہین غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے مین اور غلام سے

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اُسکو اُسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت مین بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر
ہم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہی نہ انعقاد ضمانت کی **ولا من مکاتب ولو باذن المولی** اور ضمانت نافذ نہین مکاتب سے اگرچہ مولی نے اُسکو اذن
دیا ہو ہم اصیل اور مکفول لہ کی شروط باقی رہگئین سو اصیل کی شرط یہ ہی کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہین اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے
ضمانت جائز نہین اور اُسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہین اور مکفول لہ کی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور مجلس مین موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہی اور اُسکا عاقل ہونا
شرط ہی نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر **والمدعی وہو الدائن مکفول لہ** اور مدعی یعنے صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہین یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیہ وہو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہی یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہین
والنفس او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہی یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی **ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل** اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہی ہم کفیل کو زعیم
اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہین **ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم** اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہی اور سند اجماع کی حدیث
ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہی ہم یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی **و**
شر کما ہو مکتوب فی التوریۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے مین زیادہ تر احتیاط ہی توریت مین لکھا ہی کہ ضامنی کے
اول مین ملامت ہی اور درمیان مین ندامت اور اُسکے آخر مین ڈانڈ دینا ہی کذا فی المجتبی ہم ضمانت کے اول مین ملامت ہی یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہی کہ کیون
یہ ایسا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان مین ندامت ہی یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہی کہ دین یا احضار نفس مجھپر لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہو سکے تو سخت بلا مین
گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہی اور یہ اکثر ضمانت مین ہوتا ہی یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہی یہ ہر ضامنی کو شامل ہی شارح نے ضمانت کی برائیان ذکر کین
اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین عمدہ خوبیان بھی ہین از انجملہ یہ ہی کہ ضامن ہونے سے طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہی اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر
خائف ہی اُسکی تشویش دور ہوتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا مین رفع کرے حق تعالی اُسکی مصائب کو روز قیامت کے دور
کریگا **وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح** اور کفالت
نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہی یون کہنے سے کہ مین نے ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہی جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہی مانند طلاق کے اور ہم
پہلے ذکر کر چکے ہین وہان کتاب الطلاق مین کہ اگر ایک قوم مین بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسی طرح کفالت مین
کذا فی الفتح یعنی اگر ید بجاے کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ مین اُسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہی **وبجزء شائع کفلت بنصفہ او بربعہ**
اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہی جیسے مین نے کفالت کی اُسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہی تو اگر کفیل اپنے جزء شائع
کی طرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن السراج **وتنعقد بضمنتہ او علی والی او عندی**
وانا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہی حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ مین اُسکا ضامن ہوا یا علی یا الی
یا عندی سے یا مین اسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اُسکا قبیل ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اُسکا غریم یا حمیل ہون بمعنی محمول کذا فی البدائع ہم قولہ علی
یعنے مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہی اسواسطے کہ علی کلمہ ہی وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہ
شخص میرے پاس ہی مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور قبیل یعنی کفیل بمعنی قابل ضمان ہی طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہی کہ حمیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہی کفالت کا **و**
تنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیۃ اور منعقد ہوتی ہی کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہانتک کہ طالب و مطلوب جمع
ہون یا یہانتک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اُسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ ہم یعنی یہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہی باجتماع والتقاء طرفین **وقیل لا تنعقد لعدم**

بیان المضمون بہ نفس او مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے (کہ انا ضامن حتی تجتمعا) سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب بیان ہونے مضمون بہ کے
یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاہر انہ لیس المذہب
لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت نفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف
کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے اپنے فتاوے مین یہ استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ مین نے
حاضر ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین ہم حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف
نہین تو لقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن النفس ان یواخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یون ہے کہ جب ضامن
اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل
لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن یا کفیل ہون اسکی معرفت اور شناخت
کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ و
علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہنچوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے
کذا فی الفتح ہم اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت نہین ہوتا کہ پہچاننا
کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہے کہ مین اسکے چہرے کا ضامن ہون اسواسطے کہ
چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی
معرفت مجھ پر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ
لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تاوقتیکہ
اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے
ہے م یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تا تسلیم مطلوب بہ دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابتدائے ضمانت کے حذف سے
اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی رہیگا کذا فی
الشرنبلالیۃ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری الذمہ ہون بعد اسکے یعنی یون
کہا کہ تین دن تک ضامن ہون اور بعد اسکے بری ہون تو اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہ حیلہ ہے اس کفالت مین جو لازم نہو کذا فی الدرر والاشباہ اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا
ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالبہ کا بعد
مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور کفیل نے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی الطحطاوی
قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ مین کہتا ہون
کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی
کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اسوجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا م یعنی درصورت تعارض فتاوے ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہے
ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا
مطالبہ فی الحال نہوگا بعد دن گذر جانے تین دن کے ظاہر الروایۃ مین اور اسی کا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ مین وفی البزازیۃ کفل علی انہ

متی او کلما طلب فلہ اجل شہر صحت ولا اجل شہر مطالبۃ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت اور ہر بار کہ
اس سے مطالبہ ہو تو اسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہی تو ضامنی صحیح ہی اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینا
پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ھم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد
تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے بعدم مطالبہ بہ مطلقا ثم قال کفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہ
علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہی یعنی چاہے مدت مین ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح
ہی بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہی وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہ
ان طلبہ کدین موجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کردے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین موجل کا
ادا کرنا لازم ہی جسکی مدت ہوچکی ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل ہے فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم
حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت شروط مین تو خوب ہی اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جبکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو ھم شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر
مطلہ اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تاوقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہی اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہی اور بعضی نسخون مین
حین ظہر مطلہ ہی اور یہ ظاہر ہی حاشیہ اور بزازیہ مین ہی کہ حبس اسوقت ہی کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اسوقت اسکے حبس
مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نہ کرے کذا فی العینی فان غاب
امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو بدار الحرب عینی وابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو
کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل بستدلا بما
فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہی تو اس سے مطالبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہی بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق
کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہی یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ھم طحطاوی نے کہا اس
پر خلل ہی کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہی جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المکفول بہ فلاح الملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل
ساقط بر بنا (?)
جائز ہی تاوقتیکہ اسکو حاضر کردے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ انہ خصمک غائب غیبۃ لا تدری فبین الی موضعہ فان برہن علی ذلک تندفع عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت
کا یہ حیلہ ہی کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہی سو اسکا مکان مجھسے بیان کردے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے
تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہوجائیگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ والا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور
ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہی تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور
وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجائے کہ وہ اسکا مکان نہین جانتا ثم فی کل موضع قلنا بذہابہ الیہ للطالب
ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن کے جانیکو کہا تو طالب کو جائز ہی یہ کہ ضامن سے مضبوطی کرلے ضامن لیکر
تاکہ دوسرا غائب نہوجاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبدا اراد بہ دفع توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ کما یجیء بالکفیل برقبتہ
اور بری الذمہ ہوجاتا ہی حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہی پھر جب اسکی
تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوگی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل وقیل لطالب فوارثہ وصیہ ضامن بہ سمرا (?)
اور براءت حاصل ہوتی ہی ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ضامن کے وارث سے یا اسکے وصی سے بکفیل نہ کہ حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

لا بموت المطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل ذخیرہ و سراجیہ والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اُسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہی کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہی کذا فی الوہبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہی و بیرأ بدفعہ الی من کفل لہ حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ سواء قبلہ الطالب او لا وان لم یقل وقت الکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بری و یبرأ بتسلیمہ مرہ او قال سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ اولا ان طلبہ منہ والا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہی ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے اُس مکان مین جہان اُسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب اُسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یون نہ کہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کر دون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہو جاتا ہی ایکبارگی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اُسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اُس شرط پر ہی جبکہ طالب نے اُس سے مکفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہی کہ مین نے اُسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہم مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات مین تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہین ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا لتہاون الناس فی اعانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اُسکو حاضر کرے اور اُسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین اُسی کا فتوی ہی ہمارے زمانے مین بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ہم یہ ذکر کا قول مفتی بہ ہی ولو سلمہ عند الامیر او شرط التسلیم عند ہذا القاضی فسلمہ عند قاض آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اُسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اُسکی تسلیم اُس قاضی کے پاس مشروط تھی سوا اُسنے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہی کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن لو سجن لہذا القاضی او بجن امیر البلد فی ہذا المصر جاز ابن ملک اور اگر اُسکو قیدخانہ مین سپرد کیا تو اگر اُس قاضی کا قیدخانہ ہی یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہو اس شہر مین تو جائز ہی کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ ورسولہ الیہ الا ان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہی مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہی اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اُسکے اور بری الذمہ ہوتا ہی ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہی ہم تسلیم مطلوب سے اُسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہی کہ جب بکفالت یا امر مطلوب ہو اور اگر اُسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہی کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اُسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہی اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہی کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اُسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب اُسکو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چپ ہی تو ضامن بری نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ یشترط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد منہم سلمت الیک عن الکفیل وان لم یکن لغا لتہ ای بحکم الکفالۃ یعنی والا لا یبرأ ابن کمال فالحاصل ان التسلیم بعد ہین قبول کرنا طالب کا شرط ہی اور یہ شرط ہی کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ مینے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اُسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف ابرات بہ غدا فہو ضامن لما علیہ من المال فلکم اواف بہ مع قدرتہ علیہ فلو عجز بحبس او مرض لم یلزمہ المال الا اذا عجز بموت المطالب او جنونہ کما افادہ بقولہ پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر مین مطلوب کو کل نہ لے آؤن تو مین ضامن ہون اس مال کا جو اُسپر ہی سو وہ مطلوب کو نہ لایا با وجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہی بسبب قید یا بیماری کے تو اُسپر مال لازم نہین مگر اُسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اُسکو اپنے آیندہ قول مین بیان کیا ہم اور اگر ضامن عاجز ہو غائب کے تو مال لازم ہوگا خلاصہ یہ ہی کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا مات المطلوب ثم مات ولا یکون ضمن المال فی الصورتین لانہ علق الکفالۃ بالمال بشرط متعارف فصح یا مطلوب

مرگیا صورت مذکورہ مین تو ضامن ہوگا مال کا دونون صورتون مین یعنی نہ حاضر کرنے مین باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے مین اسواسطے کہ حاضر ضامن سے
مال ضامنی کو شرط استدارت پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفالۃ النفس بعدم الثانی اور ضامن مال ضامنی
سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ ہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی مین تخالف نہین جو جمع نہوسکین فلو ابرأہ عنہا فلم یوافہ بہ لم یجب المال لفقد
شرطہ سو اگر درصورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو اسپر مال واجب نہوگا بسبب نہ پائے
جانے اسکی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی درصورت بقاے حاضر ضامنی سوابرا طالب سے وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانہ لومات الطالب طلب
وارثہ ولومات الکفیل طولب وارثہ درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مرگیا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے
مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب بری وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت عینی پھر اگر ضامن کے وارث نے
مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہان تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے
مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونون نے مطلوب کی
موافات اور بعدم موافات مین اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی اور اسوقت مین تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا لو اختفی
الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ مین ہی کہ اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے لینے
تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کردینے پر بیدون گواہی کے ادعی
علی آخر حقا یعنی او مائۃ دینار ولم یبینہا اجیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لیصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا
اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہی تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یوافک بہ غدا فعلی المائۃ
فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑدے مین اسکا حاضر ضامن
ہون اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہین سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی سے بیان کیا ہی یعنی ثابت کیا ہی
یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی دونون ضمانتین
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہرچند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب
حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مرتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان مین اسی کا قول معتبر ہی یعنی کفیل کا
کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہی ہم شارح ارجاع ضمیر لہ مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہی کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ منح الغفار مین ہی اسواسطے
کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہی یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال
فتحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار مشروط ہونے کا مفید ہی تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہی جو ہدایہ اور کنز اور
اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا مین ہی کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہین بلکہ مدعی کا بیان کافی ہی لایجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود
مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہین حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی مین مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ کتعزیر لانہ حق آدمی والمراد
بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہی قصاص اور حد قذف اور سرقہ مین تعزیر
کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہی اور جبر سے مراد لقول صاحبین ملازمت ہی یعنے ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

وقذف وسرقة جاز اتفاقا ابن كمال فظاهر كلامهم انه في حقوقه تعالى لا يجوز بنفس حد وقود فليكن التوفيق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن

دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہی کما شرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہی کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا النہر

میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص ہیں اسواسطے ضمانت

صحیح نہیں کہ استیفا سے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہی کہ جو حدود خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہی چنانچہ مصنف تو وہ

بطریق تبرع کے قائل ہی بخلاف اُسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہی تو اب دونوں کلام میں تناقض نرہا و لا حبس فيهما حتى يشهد شاهدان مستوران او واحد عدل

يعرفه القاضي بالعدالة لان الحبس للتهمة مشروع وكذا تعزير المتهم بحر اور حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جبتک دو شاہد مستور العدالة والفسق گواہی ندین یا ایک شاہد

عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہی اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہی اور اسی طرح تعزیر متہم کی مشروع ہی کذا فی البحر فوائد یہ چند فائدے ہیں جنکو شارح نے

زیادہ کیا لا يلزم احدا احضار احد فلا يلزم الزوج احضار زوجته لسماع دعوى عليها الا في اربع كفيل النفس وسجان قاض والاب في صورتين في الاشباه لازم نہیں

کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہی حاضر ضامن پر اور قاضی کے

داروغہ مجلس پر اور باپ پر دو صورتوں میں کذا فی الاشباہ ہم قنیہ میں ہی کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ مجلس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے

اُسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہی انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کر دینا لازم ہی دوسری صورت

یہ ہی کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اس سے قربت کر چکا ہی یعنی مہر دے چکا ہی اور اسنے زوجہ کے احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا

اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین اسکے پاس بھیجے وفي حاشيتها لابن المصنف

معزيا لاحكامات العمادية الاب يطالب باحضار طفله اذا تغيب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہی احکامات عماد سے نقل کرکے کہ باپ سے اسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا

مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے ابو السعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہی جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا

في الطحطاوي وفيها القاضي يأخذ كفيلا باحضار المدعى وكذا المدعى عليه الا في اربع مكاتب ومأذون ووصي ووكيل اذا لم يثبت المدعي الوصاية والوكالة اور طحطاوی میں ہی

کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسی طرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے ضامن لے مگر چار صورتوں

میں ضامن نہ لے اُسکے مکاتب اور ماذون میں اور وصی اور وکیل میں جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو ہم جبکہ مولی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی

اور دین کا دعوی کیا تو اُس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاویگا

اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے

گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی اُسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفي شرح المجمع عن محمد اذا كان المدعى عليه معروفا لا يجبر على الكفيل ولو كان غريبا لا يجبر

اتفاقا بل حقه في اليمين فقط انتهى اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت یہ ہی کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اُسپر جبر نہیں ضامن دینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق

جبر نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم میں ہی ہم یہ روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہی بابراء الاصيل يبرأ الكفيل الا الكفيل لنفس الا اذا قال لا حق لي قبله ولا لموكلي ولا ليتيم انا وصيه ولا لوقف

انا متوليه فحينئذ يبرأ الكفيل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہی مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اسصورت میں جبکہ طالب

یوں کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اُس یتیم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اُس وقف کا جسکا میں متولی ہوں تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا

كذا في الاشباه واما كفالة المال فتصح به ولو المال مجهولا اذا كان ذلك المال دينا صحيحا الا اذا كان الدين مشتركا كما سيجيء لان قسمة الدين قبل قبضه لا يجوز ظهيرية اور

مال ضامنی تو صحیح ہی اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا

قسمت کرنا اُسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہین کذا فی الظہیریۃ ھم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہی کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہو سو حامد نے زید سے
تقاضا کیا محمود واُسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہین اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اُسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہی وہ صحیح نہین و الا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ
فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوائے دین صحیح کے ضمانت صحیح نہین مگر نفقۂ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہی حاجت کے سبب سے نہ قیاس پر یعنی اگرچہ نفقہ
دین صحیح نہین مگر ضامنی اُسکی صحیح ہی تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز اے
این صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ و ای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اسکی ضامنی صحیح نہین امام کے نزدیک
اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے بلکہ اُسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہین کہ وہ
ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح دین ہی جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہ ہی کہ بدل سعایت
ہی اور کون دین ضعیف ہی جسکی ضمانت صحیح ہی تو جواب یہ ہی کہ نفقہ ہی ھم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہی اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت
کے ہی والدین الصحیح ہو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزمہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح
وہ ہی جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اُس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہی تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت
سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط
بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی رجع بما ادی بجبر یعنی لو کفل بامرہ وسیجئی قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب
سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اُسنے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب
کے امر سے اور آگے دوسری قید آویگی ھم قید آیندہ یہ ہی کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھپر ادا کرنا لازم ہی ضمانت کے سبب سے بکفالت متعلق بتصح عنہ بالف
مثال المعلوم ضامنی صحیح ہی اس لفظ سے کہ مین اُسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہی دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفالت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہی
ومثل المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ وبما یدرکک فی ہذا البیع وہذا یسمی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین مذکور کین پہلی مثال یہ ہی کہ مین
ضامن ہوا اُسنے مال کا جو تیرا اُسپر ہی دوسری مثال یہ ہی مین ضامن ہوا اُسنے مال کا جو تجکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ھم درک بفتحتین
وبسکون ثانی عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے جب مبیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہین یعنی ثمن پھیر دینے کی
مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی مین سراج سے منقول ہی کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول
بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت
کرنا مشتری کو جائز نہین وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیۃ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہی
کہ جو تونے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہی اور اسی طرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ
وما غصبک فلان فعلی ما ہنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لما سیجئ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہی لفظ ما کا مثال
ثالث اور رابع مین شرطیہ ہی یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھپر ہی نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اُس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ بیع کی ضامنی صحیح نہین ھم جو لفظ
کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہی چنانچہ یون کہنا کہ جو اُسپر ہی وہ مجھپر ہی یا مجھپر ہی کہ مین ادا کرون جو اُسپر ہی یا مین نے لازم کر لیا جو تیرا دین اُسپر
ہی تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہی چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب

سے کہا کہ مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اُس سے لیکر دے دونگا تو یہ مال ضامنی نہین بلکہ ضمان تقاضا ہی کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول ای ولو دلالۃ بان
بایعہ او غصب منہ للحال نہر اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہی یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح پر کہ اُس سے بیع کی ہو یا اُس سے غصب کیا ہو کذا
فی النہر ھو قبول غیر صریح بحث ہی صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھسے محمود غصب کریگا اُسکا مین ضامن ہون پھر فی الفور بیع
یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہی اگرچہ قبول ضمانت صریح نہین ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما قیل یلزم الا فی اذا وعلیہ القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور
اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہو گی مگر کلما کے لفظ مین لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر
قہستانی اور شرنبلالی ہین تو اُنکو یاد رکھنا چاہئیے ھم عینی نے محرر سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اُسنے چند بار بیع کی تو اُسپر ضمانت
لازم نہین مگر اول بار کی انتہی اور قول ضعیف عینی لفظ ما کلما کا مفید ہی عموما کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن
ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہی بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھم یعنی اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اُسنے ضمانت سے
انکار کیا تو صحیح ہی اور اگر یون کہا کہ اذاب لک ما یہ فعلی یعنی جو تیرا دین اُسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھپر ہی تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہ ضمانت ہی دین متاخر
الظہور کی وبخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھسے غصب
کرین لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اُسکا ضامن ہون
تو یہ ضامنی باطل ہی ھم اسواسطے باطل ہی کہ امثلہ مذکورہ مین یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی
انسانا بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہ ضامنی باطل ہی جبتک ایک انسان معین کا نام نہ لے ھم بخلاف اس قول کے
کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اُس شخص سے بیع کروگے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہی پھر جو شخص اُس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النہر او علقت بشرط صحیح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صحیح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے امور ثلثہ
سے ھم او علقت عطف ہی کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا لزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک
کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لہ جاز بخلاف ان اکلک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی اصیل پر
شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق ٹھیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھ سے غصب کرے
یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہی اور مکفول لہ یعنی مکفول لہ اُس سے راضی ہو تو جائز ہی بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کھا جاوے
تو مین ضامن ہون ھم بعضے نسخے مین بجاے صیدک صید لک ہی اور دیت سے مراد وہ ہی جو قیمت کو بھی شامل ہی اور قتل مخاطب قتل خطا مراد ہی اسواسطے کہ
قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہی نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین کہ درندہ مکفول عنہ ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اور اسواسطے
کہ اُسکا فعل ہدر ہی او شرط الامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین وھو معنی قولہ وھو ای والحال ان زید مکفول عنہ او مضاربہ او
مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے
تو مجھپر ہی وہ دین جو اُسپر ہی اور یہی مطلب ہی مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اُسکا غاصب
ہی تو وہ ضامنی جو اُسکے آنے سے متعلق ہی جائز ہی بسبب قادر ہونے ضامن کے ابرار دین پر او شرط التعذر ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر
فعلی وامثلتہ کثیرۃ فھذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو اُسکے تعذر کی یعنی استیفار دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر
سے غائب ہو تو اُسکا دین مجھپر ہی اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ بالکل وہ شرطین ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہی ھم منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے

یہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ دے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضامنی صحیح نہین اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینھ آوے تو مجہیر ہی کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہی یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہی وہ سہو ہی چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہی ہم خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح و مجی مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہی اور اس مقام مین بہت گفتگو ہی اسکا کچھ ثمرہ نہین سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجی مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر ککفلت بما لک علی فلان او فلان فتصح وتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہ ضمانت صحیح ہی اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی ہم تعلیق کی مثال یہ ہی کہ اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہی کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہی اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہین تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہی واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ و بہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہی نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا اعرفہ بوجہہ لا باسمہ جاز وای رجل اتی بہ وحلف انہ ہو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اس مرد کا جسکا منھ پہچانتا ہون نہ نام اسکا تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لادیگا اور قسم کھا دیگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ فی السراجیۃ قال لضیفہ وہو یخاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بھیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جائے تو مین ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہین ہم علت عدم ضمان اکل ذئب اکل سبع مین مذکور ہو چکی نحو ماذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول ونحوہ ما بایعت بہ احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا دین لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجہیر ہی یہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اسکے یہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجہیر ہی کذا فی معین المفتی او ماذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہی لوگون کا تجہیر یا کسی کا لوگون مین سے تجہیر سو مجہیر ہی یہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہما ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگذاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت مین معقود علیہ کا تغیر لازم آتا ہی ہم تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہین ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر معین لوجوب مطلق الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمین ضمانت صحیح ہی بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور مین مطلق باربرداری واجب ہی

اور ضامن اسپر قادر ہو اسطرح سے کہ اپنے جانور پر لوجہ اپنا لاد دے اور تسلیم اسپر واجب نہین بخلاف معین جانور کے کہ وہان تسلیم واجب ہو نہ باربرداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے
تعلیل ثانی کی طرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے مذکور کیا ہو اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ اسواسطے جائز نہین کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہو
نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہین لہذا صحیح نہین اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہان ایسا نہین کیونکہ وہان
موجر پر باربرداری واجب ہو سو اسکا حاصل ہونا ضامن سے مقصود ہو لہذا اسکی ضمانت صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ولا مبیع قبل قبضہ و مرہون و امانۃ باعیانہا اور صحیح نہین ضمانت
عین مبیع کی قبل اسکے قبض کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہین بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہو کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح
کہ عین مکفول دے یا اسکے بدل کو اور یہان ایسا نہین کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہو اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہو کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح
فی الکل درر درجہ الکمال تو اگر ضمانت ہو امور ثلثہ مذکورہ کے تسلیم کی تو سب مین ضمانت صحیح ہو کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہو اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور
مذکورہ اصیل پر واجب ہو تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہو کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لا شئ علیہ کالکفیل بالنفس تو اگر تسلیم ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا
غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہین حاضر ضامن کے مانند ہم مستاجر یہان الفتح جیم ہو وجہ عدم لزوم یہ ہو کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ
فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بالتسلیم نرہا اور واجب تو یہان اجرت پھیر دینا ہو اور ضامن اسکا ضامن نہین اور یہی حکم ہو ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح وصح ایضا
لو المکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور یہی ضمانت صحیح ہو اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن
کے دین صحیح مشتری پر مگر اسوقت دین صحیح نہین جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہو گا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر
محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اسکے ضامن پر کیونکر لازم ہو گا و کذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسی طرح ضمانت
صحیح ہو اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہین تو مقبوض مذکور امانت ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم
تسمیہ ثمن ضمانت اسکی صحیح نہین کیونکہ امانت مین ضمانت نہین و مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم وخلع ومہر خانیہ اور اسی طرح ضمانت صحیح ہو اگر مکفول بہ مبیع فاسد
ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہو کہ یہ چیزین باطل نہین ہو جاتین ہلاک ہونے عین
سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ انکے قائم مقام ہو جاتی ہو تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہو الطحطاوی نے کہا اولی یہ ہو کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح
پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہو والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ ضمانت صحیح ہو
اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہین یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ
ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر الفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہین یعنی درصورت ہلاک انکی قیمت
واجب نہین چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہو اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہو سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہین یا اعیان
مضمون بنفسہا ہین یعنی انکی قیمت واجب ہو درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اسکی کفالت صحیح ہو اور ضامن پر وہ
واجب ہو جو اصیل پر واجب ہو یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اسکی یا مثل اسکا ضامن پر واجب ہو کذا فی الفتح والنہر ملخصا ولا تصح الکفالۃ بنوعیہا بلا قبول
الطالب او نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونون قسم کی ضمانی یعنی مال ضمانی اور حاضر ضمانی صحیح نہین بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد مین یا قبول
کرنے اسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاوے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پھر لے
اور اگر وہ راضی ہو بعد اسکے قبول کرنے کے تو نہین لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس مین ضمانی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف

ہو اور ضمانی سے آپ کو نکال سکتا ہو ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوزہا الثانی بلا قبول وبہ یفتی درر و بزازیہ واقرہ فی البحر وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ

لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ قاسم ہذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہی ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی ہی کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور یہی قول ہی تینون امامون کا لیکن مصنف نے اپنی شرح مین طرسوسی سے نقل کیا ہی کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہی اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہی یہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب لنشار ضمانت کا حکم ہی ولو اخبر عنہا بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان حال غیبتہ الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ مع غیبتہ الغرماء صح فی الصورتین بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اسطرح پر کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا ضامن ہون جو فلانے پر ہی یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی طرف سے اسکے امر سے اسطرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اس مال کا جو مجھپر دین ہی سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہی دونون صورتون مین بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہی تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہی کذا فی شرح المجمع م کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہی طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہو جائے اور اسمین طالب کا فائدہ ہی تو گویا وہ بذات خود حاضر ہی شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہی اسکے دونون رکن سے یعنے ایجاب وقبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر مین ہی کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہی اور ثابت کیا ہی کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہی نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو لہ مال علی غائب ہل یومر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہی کہ شخص غائب کا انتظار کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر م یہ بحث ہی صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہی کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہین ہی اسواسطے کہ وہ صحیح نہین بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہین ہی ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہین وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح ورد ی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض مین اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت مین اصحاب دیون کی غیبت مین صحیح نہین اور یہی قول معتمد ہی کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہی بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ قول الثانی لما مر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہی کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہر م مذکور یہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہین وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہی کہ دونون نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے مین تو مخبر کا قول معتمد ہی یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہی اسواسطے کہ اصل صحت ہی اور صحت عقد ہمنے یہان کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن معراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہین ضمانت اس دین کی جو ساقط ہی میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہین جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اسکی زندگی مین رہن ہو کذا فی المعراج یا اسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک م سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام مین ہی بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اسکی حیات مین ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اسکا ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ مین ہی کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو اسقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی و لحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بیرا علی الطریق فتلف بہ شی بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحر یا

میت کو دین لاحق ہوا اسکی موت کے بعد تو اسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ مین یعنی غیر ملک مین پھر اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اسکے مال مین اور ضمان نفس اسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنوان کھودنا ہی جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وہذا عندہ وصححاہا مطلقا وبہ قالت الثلثۃ اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ بالاصالۃ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہین ضامنی وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اُس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اُسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہین ھم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانہما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لہما ولذا لو ابراٰ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انھین دونون کے واسطے ہے اور اسی لیے اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کر دین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ھم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندہما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور ہو چکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا انکا حکم شرع کا بدلنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہین ھم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح لشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نعم لو تبرع جاز کما لو کان صفقتین ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ھم جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الکفالۃ بالعھدۃ لاشتباہ المراد بہا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہے ھم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن اسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس وثیقہ مین مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اسکی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہین اور مشترک ہے عقد مین اور اسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ عمل اسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اسکی ضمانت صحیح نہین ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہین جو مستحق ٹھیرے بسبب عاجز ہونے ضامن کے اس سے نعم لو ضمن تخلیصہ ولو بشراء ان قدر علیہ والا فیرد الثمن کان کالدرک عینی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگرچہ تخلیص اسکے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہین تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہے جسکو شارح نے زیادہ کیا

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذا حسب انہ مجبر علی ذلک لتمام السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھر لے اُس دین کو جو اُسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اسکے دینے پر واسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو تو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا باطن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں و

کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وہو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجبر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح ابن ملک ھم تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون ای عبد ماذون کا امر صحیح ہے لان رجوع یرجع علیہ بما ادی ان ادی بما ضمنہ وان ادی ادائہ لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھر لے جو اُسنے ادا کیا اگر اُسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اُسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اُسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھر لے اگرچہ اُسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور جیسا کہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ھم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اُسکا وارث ہو یا طالب نے اُسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ بیان دین منقول ہوا کفیل کی طرف بمقتضا ہبہ بنسبت ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اُسکو مطلوب سے نہ بھر لے بسبب اُسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امران یہبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اُسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھم ولوالجیہ میں یہ حیلہ النفس کذا النفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتداءً جاری ہے بعضوں نے کہا یہ حیلہ اُسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اُسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب الکفیل اصیلا بالمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اُسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادائے مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اُسکو وہ چھوڑا وے واذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اُسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اُسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے ھم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احال الکفیل علی مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن نے طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھم مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب ومحال علیہ یہی حکم رکھتا ہے ویبرئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا جیسا کہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر ھم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہر اً یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اُسپر کیونکر قسم آئے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی اُسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعی علیہ صورت ۱۲

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی و لو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنه ای اجله بری الکفیل تبعا للاصیل لا الکفیل بالنفس کما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اُس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا حاضر ضامنی کی بحث مین و تاخر الدین عنه تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبة الصالح الی عتق الاصیل و له مطالبة الکفیل الان اشباه اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ھم خانیہ مین مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہین کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگرچہ وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیة الاصیل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہین یعنی برائت کفیل برائت اصیل کی موجب نہین اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال موجلا تاجل عنهما لان تاجیله علی الکفیل تاجیل علیهما ہان اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونون سے مطالبہ متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونون پر مہلت دینا ہے و فیه یشترط قبول الاصیل والابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور مین ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ھم ظاہر ا ضمیر فیہ بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ یہ عبارت اسمین نہین بلکہ اسمین نہایہ سے یون مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اُسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اُسکی نہین پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہبه او تصدق علیه در رقبول کفیل شرط نہین مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کر دیا یا اُسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ھم ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونے کے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین مین تسلیط علی المدیون شرط ہے قلت و فی فتاوی ابن نجیم اجله علی الکفیل یتاجل علیهما عزاه للحاوی القدسی فلیحفظ مین کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنیٰ صورت پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ منافات نہین و فی القنیة طالب الدائن الکفیل فقال له اصبر حتی یجیء الاصیل فقال لا تعلق لی علیه انما تعلقی علیک هل یبرأ اجاب نعم و قیل لا و هو المختار اور قنیہ مین ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اُسنے کہا صبر کر تاکہ اصیل آ جائے سو صاحب دین نے کہا کہ اُسپر میرا کچھ تعلق نہین میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری الذمہ نہوگا اور یہی قول مختار ہے ھم وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار مین قنیہ سے یون منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہین کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہین انتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تشنیق ضامن ہے نہ برائت اصیل و اذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموته لا یحل علی الاصیل فلو اداه وارثه لم یرجع لو الکفالة بامره الا الی اجله خلافا لزفر در اور جبکہ دین موجل حال ہو جائے ضامن پر اُسکی موت سے تو حال نہین ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے بھر نہ لے اگر کفالت اُسکے امر سے ہو مگر اُسکی مدت تک اصیل سے لے نہین سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل به ای بموته و لو ما تاخیر الطالب درر چنانچہ حال نہین ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہوا اصیل پر اُسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونون مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل سے صالح احدهما رب المال عن الف الدین علی نصفه مثلا برئا الا ان المسئلة مربعة اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہو گئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو محتمل ہے ھم ایک صورت یہ ہے کہ دونون کی برائت صلح مین شرط کی ۲ فقط اصیل کی برائت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا برائت سے ۴ فقط کفیل کی برائت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ مثمنہ ہے یعنے

آٹھ صورت کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط برائتہما او براءۃ الاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونون کی برارت شرط کی صلح مین یا
برارت اصیل یا برارت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوگئے و اذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جبکہ صلح مین فقط کفیل کی برارت شرط
کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین کا ہم فسخ کفالت اسقدر دین مین ہے جسمین صلح واقع ہوئی شرنبلالیہ ہینۃ کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل
فیبقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برارت مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہینگے تو طالب
اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل سے پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالح علی جنس آخر رجع بالالف لو بامرہ اور کفیل نے صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر
مثلاً بعوض درم کے کبڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھرلے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ بمبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا صالح الکفیل الطالب علی شئ لیبرئہ
من الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر ضمانت کی نے اسی طالب کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کر دے
تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مالی ضمانی اور جان ضمانی دونون کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت نفس مین
عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہین اور اسکی برارت مین کفالت سے
دو روایتین ہین کذا فی البحر ونہر قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب لو کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کما طالب نے
ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا
ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ فقد الی موضوع ہے انتہائے غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا بھی ہو
سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے برارت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یون کہا کہ تونے مجکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل
سے نہین لے سکتا تو ضامن اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم و مفادہ براءۃ المطلوب للطالب لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل برارت مطلوب ہے طالب کی طرف سے بسبب اسکے
اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہین ہوتا و فی قولہ الکفیل برئت بلا الی او ابرأتک
لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برارت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہوگیا یا مین نے تجکو بری کر دیا رجوع نہین
یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لے سکتا چنانچہ اس قول مین رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کی طرف سے
نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابراء طالب اور اداء کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأتک مین تو صاف ابراء اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ
متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہین ہوتا مگر ایفاء سے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ
اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برارت بالابراء مین مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض مین کذا فی
الطحطاوی خلافاً لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا
للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنی برئت مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ
امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنے ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے برارت استیفا
اور برارت اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقراراً بالقبض عملاً بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ برارت کو کاغذ مین لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا
بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجح ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف
مین کتابت نہین مگر ایفاء مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہر گئی کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان
لمرادہ اتفاقاً لانہ المجمل اور یہ یعنے جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اسکے حاضر ہونے کے ساتھ

اسکی طرف رجوع ہوگی اُسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اسکا کلام محمل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہین اور یہ لفظ بحر الرائق مین
نہایہ سے اور فتح القدیر مین بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محال علیہ
محیل سے مال پھیر لیگا اور اگر ابرأتک کہیگا تو رجوع نہین اور اگر برئت کہیگا فقط اسمین اختلاف ہے ویبطل تعلیق البرأۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ
فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ہنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق برارت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر
بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہان ثابت رکھا ہے اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح
اطلاق نکلتی ہے یعنی بہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین چنانچہ دخول دار اور
مجئ غد اور شرط ملائم چنانچہ استیفاء بعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق برارت
مین کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس مین وہ تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین مذکور نہین کی تو یہ مطلب ہے
کہ اثنار مسائل کفالت مین اُسکا ذکر کرنا بجاے تقیید ہے واللہ اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامنی کی برارت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہین
ایک وجہ یہ ہے کہ برارت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ برارت اور شرط دونون جائز
ہین چنانچہ ایک شخص بالضامن اور حاضر ضامن ہے سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہوگیا اور تیسری وجہ یہ ہے کہ برارت اور شرط
دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن سے طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے اُسکو پھیر لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ملخصا لا یسترد
اصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیدفعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہ پھیر لے اصیل اُس مال کو جو دیا اُس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا کفیل
وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اُسکے طالب کو نہ دے ہم باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اُسکو نہین پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل سے
دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب بعد وجود سبب
ادا دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اُسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اُسکو پھیر نہین لے سکتا کذا فی شرح الوقایہ ولا یعمل نہیہ عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل
لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فلیحرر اور کچھ عمل نہ کریگا روکنا اصیل کا ادا دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر
ضمانت بامر اصیل نہین تو اُسکا روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اُسوقت مین استرداد کا مالک ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح
مذکور مین قبل اسکے اُس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو
ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہین ولو ربح الکفیل بہ طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء
فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ ہذا لو الثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اُسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اُسکے ملوک مال کی زیادتی
اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بر وجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بر وجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اُسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے
برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین طالب تجھ سے اپنا حق نہ لے تو لے اس مال کو
قبل اپنے ادا کرنے کے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت
کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی
وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ
اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اُس دین مین پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہے متعین کرنے سے چنانچہ گیہون نہ اُس دین مین جو متعین

سے متعین ہوتا ہو چنانچہ لفقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب رد کے واسطے ادا اصیل کی قید مذکور نہین لیکن درر کی عبارت موہم ہو خلاف مقصود کے کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہو کہ اسمین خبث آگیا ہو بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اسکے پھیر دینے پر جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ردہ ہل یطیب للاصیل اشبہ نعم ولو غنیا عنایہ اور اگر بقدر مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہو یا نہین قول اشبہ بالحق یہ ہو کہ ہان حلال طیب ہو اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایۃ امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لمافیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینۃ کا یعنی بیچنا عین کا ادھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہو اور وہ بیع شرع مین مکروہ اور مذموم ہو کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہو ہم عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہو سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہو دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہو عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہو کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو ادھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہو کہ عین خرید کرے زیادہ تر اسکی قیمت سے تا اس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن کے دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو ادھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اسکو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہو اسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہو اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہو سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمھارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہو کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہ آتا ہو کہ جسکو دافع اخراج کرتا ہو اگر اسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت مین اور جیسا کہ یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دیے تھے پھر لیے اسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج ہوئے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اسمین سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہو یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع مین کراہت نہین مگر خلاف اولی ہو شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہو اسطرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اسصورت پر محمول ہو جبکہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اسصورت پر محمول ہو جبکہ دافع کی طرف کچھ عود نکرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہو جسپر محمد کا قول محمول ہوا تو اب شبہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کیونکر قائل ہوے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہو مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین مذکور ہو کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مسمی ببیع العینہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہو عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہوجا ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل والزیادۃ والربح علیہ لانہ العاقد والاشئ علی الامر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہو اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اسکی مضرت کفیل ہی کو ہو کیونکہ کفیل ہی عاقد ہو اس بیع کا اور کچھ لازم نہین آیا امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمان ہو نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہو اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہو ہم خلاصہ یہ ہو کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہو ضمان خسران اسواسطے باطل ہو کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہین تو اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہوا وہ مجھ پر ہو یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھ پر ہو تو جائز نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہو کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہین کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ لہ عبارۃ الدرر لزم بلاضمیر وفی النہایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اس مرد پر لینے

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہو جسکا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو درر کی عبارت مین لفظ لازم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ یہ یعنی لفظ ذاب وقضی
ماضی ہی اور مراد اُس سے مستقبل ہی چنانچہ اطال السد لقاد ک مین فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ
فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہی تو گواہی اُسکی مقبول نہوگی جب تک
کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اُسپر مال مذکورہ کا حکم دیا جاویگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ھ وجہ اُسکی یہ ہی کہ کفیل نے اُس مال کا التزام کیا
جو اُسپر قاضی ضمانت مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہی اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے
اور مدعی کا دعوی مطلق ہی کیونکہ اُسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہی کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین
تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وہو ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل
فقط اور اگر مدعی نے یہ گواہی ثابت کیا کہ اُسکا زید غائب پر اتنا مال ہی اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہی غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ قضی
علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ہنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی غائب کا اُسکے
امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بھر لینا اصیل غائب سے جائز ہی اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان
یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے ھ گواہی یہان مقبول ہوئی د مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید
ہی یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہی اور مال
کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہی حموی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہی مگر یہ کہ یہ حکم ضمنی ہی
اور اکثر شی ضمنا ثابت ہوتی ہی اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہی اثبات دین کا
غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاہد تواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر
الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب
دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور
دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو
غائب پر مال باقی رہیگا اور اسی طرح کفالہ کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی کفالتہ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی
واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ھ یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اُسکے یہ دعوی کریگا کہ
مبیع مذکور میری ملک ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہی اُسکے بیع کے وقت تو بعد اُسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی
کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اُسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اُسکو بیچے اور شفیع درصورت
استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کالکتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ تسلیم ایضا
چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہی کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع
عند الحاکم قضی بہا او لا چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ھ حموی نے نقل کیا کہ
گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ مین
جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ھ قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامے مین

ہنون تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اسواسطے کہ
بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاہد اسواسطے گواہی لکھی ہوتا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کیسے یا تامل کرنیکے واسطے
گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین
کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین شروط نہین اور
نہ گواہی مالک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت
کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اس زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد
کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کردیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال
الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال
ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر ہو المقر لہ
حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ
سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال
انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے
یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول
کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک
اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ بیع مستحق ٹھیرگئے
قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ
کتاب البیوع مین مذکور ہوچکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر
علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف
کی مصنف کے اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بر خلاف
اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہے تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہونے
مین بخلاف خراج مقاسمہ کے وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہوجاوے تو کشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر
نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق
منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے
بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر
سے ہے اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہین حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور انکا یہ جو کہتے ہین تو یا معنی کہ داخل تحت شرع
نہین ہین نہ بایں معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسی طرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی بمعنی مصیبت وحادثہ یہان مراد
وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور

یعنی بالاتفاق ... رہن کا عوض ... باطل ہے ۱۲

جو کہ پہرا رکھنے کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کے واسطے معین کرے در صورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے
نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہیں احتیاطاً کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی ان امر میں جن میں مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ
بیت المال میں کچھ مال نہ ہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت
میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصا ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار
فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی
ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ انسے بھی فوق ہیں یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع
کو مالک زمین سے اسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے ھم
و دررا اور منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا نچاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز
وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہو ا بنایہ میں ہے کہ مصیبت کبریٰ مکس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وقیدہ شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اسکو اسکا امر
[illegible]ے بخوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں ھم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف کرنے سے
مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے بھر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ
خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادائے دین کا امر اکراہ سے
نکیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر
علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روئے انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اس قول کے
بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر
[illegible] خلصنی فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل
[illegible]ہ کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح
[illegible]نے چھڑایا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں
بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھڑا دے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ
دیکر تو ایسے وقت میں مبلغ مذکور بھر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد اسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے
تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ بہا صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت
یعنے نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوا اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت
سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ھم قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنی مقسوم ھم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جیسے ہر ماہ یا سہ ماہی میں
مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں
نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نمانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی المحیط او
قال لرجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ میں کچھ خوف نہیں یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا

مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے
تو مین ضامن ہون اور یہ مسئلہ بدستور مسئلہ سابقہ ہی یعنی موجب اُسکے کہنے کے وہ شخص اُس راہ مین گیا اور اُسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ہذا وارد علی ما قدمہ بقولہ ولا تصح بجہالۃ
المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہی مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیۃ ہم یہان صحت نہ مان صحت کفالت کی
جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہی کہ قائل نے دہوکھا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہی اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہی کذا فی الطحطاوی

عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ مر فی المرابحۃ ادہ
قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہی جبکہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت
کا فریب کھانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی اور باب المرابحۃ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہی عقد تبرع
سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہی اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہی کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا فروع

مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقہ وہ ضمان کفالت کا ہی یعنی کفالت کے مانند ہی نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل منع الاصیل
من السفر لو کفالۃ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہی اگر اُسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص
کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اُسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اُسکے ساتھ بنا رہے تا حلول مدت
فی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہی کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن

اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبۃ وبالطعام عن کفارۃ
وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اُسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اُسکو اُس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال
شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اُسکے ادائے دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ١- پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض
دینے کا ٢- امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ٣- امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ٤- امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اُسکے ہبہ کا عوض دے سو
اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور یہ شخص امر سے رجوع مال نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اُس مسئلہ کے منقطع ہی کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین

فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی اشباہ جہان کہین
کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اُس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال بھر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع
نہین اور پورا بیان اُسکا سراج کی کتاب الوکالہ مین ہی اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع
ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا
مال بھر لے گا مشتری سے اور اسی طرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح ہی کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہی بدل کا بمقابلہ مغصوب
اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو
مامور کو یہان اپنا مال بھر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرا بتجدد النکاح بینہما اور
ملتقط مین ہی کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اُس مال کا جو اُسکے زوج پر دین ہی وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت
اُسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اُسکا دین ہی جو اُس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اُس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہی کیونکہ تجدد نکاح سے اصل مین سقط کفالت مذکور نہیں ثوب غاب عن دلال الاضمان

علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اوسپر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہی تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت

وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر

متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق ولاضمان علی صاحب الحانوت عند الامام

لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اُسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم

کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہی ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اُسکی ثابت ہوئی دلال معروف

فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہی جسکے ہاتھ مین کپڑا ہی جبکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا مین نے کپڑا

پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہی ولو قال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب

دین نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر مین ہی جسوقت کہ تو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہین اُس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی

جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا

لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہی اور مین نے اُسکا فتوے دیا ہی کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہی کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہی اور فقہا نے ذکر

کیا ہی کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹھہرتا ہی کہ قبض ثمن کی ولایت

اُسی کے واسطے ہی اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہی جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہی کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتادے

چنانچہ کتاب البیع مین مذکور ہو چکا فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر

رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہی جسکو طرسوسی

نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالداروں سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اُسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے اُنکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اُنکو معزول کیا اور بارہ ہزار

اُنسے لیے پھر اُنکو عاملی کے واسطے بلایا سو اُنھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہی ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورۂ یوسف کے اندر (اجعلنی

علی خزائن الارض) کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ عمر رضہ نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس

ہزار مجسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست

کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تمسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا

ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے

کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم

کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ

والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اُسکے منشی

اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اُنکی خیانت کی دلیل ہی اور انھین کے ساتھ

متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور عمارت بنا دین تو حاکم کو اُنکے مال

انکے چھین لینا اور انکا معزول کرنا جائز ہی سو اگر انکی خیانت کسی وقت مخصوص مین معلوم ہو جاوے تو اُس مال کو اسی وقت مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر ھم سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جائے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو چھین لین نہ اوقات مین ان اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ انکو نالائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تاخر عن الاصیل ولو ضمنا لان الدین واحد قلت دقدمنا انما حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ موخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہی وسیجیٔ ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہی اور صاحب دین کو اسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تا وہ ادائے دین کرے ھم منتقے مین ہی کہ درصورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہی اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادائے دین مین ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف رح اخذ کفیل شہر الامراۃ طالبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینہ کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ھم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط لبقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ھم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اسکی لیجاوے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہی صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی ترہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتی بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقے مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ اشعار لو قال مدیونی مرادہ السفر٭ واجل الدین علیہ ما استقر٭ وطلب التکفیل قالوا الزم٭ علیہ اعطاء کفیل نعلم٭ لیکن منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنے اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین اشعار لو حبس الکفیل قالوا جاز لہ٭ اذا اراد حبس من قد کفلہ٭ لانہ قد کان لاجلہ٭ حبس فلیجازہ لفعلہ٭ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسی کے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل٭ لاشک ان الدین فی ذا الحال حل٭ علیہ قالوا وارث ان اداہ لم٭ یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم٭ پھر اگر ضامن مرجائے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھر لے قبل تمام ہونے مدت کے ھم اصل مین یون تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہی اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی یا مبتدا اور خبر ہی کذا فی الطحطاوی۔

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے ضامن ہونے کا ھم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہی تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان اشتریا منہ

عبد بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہو دو شخصون پر دوسرے
آدمی کا اسطرح پر کہ دونون نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر دو اپنے ساتھی کا اسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ پھرے اپنے شریک سے
مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہم یہ حکم اس صورت
مین ہے جبکہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اسکی تعیین
اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے بھر لے اور اسکے بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مودی نے
شریک کی جانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ دو جنس مختلف مین نیت معتبر ہے نہ جنس واحد مین اور دونون کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہو گا نہ دوسرا
اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے اسکو ٹھہرادیگا تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی
ولانہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور اور نہ پھرنا اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب
کفالت کے تو اسکو شریک سے بھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا نائب یعنی ادائے کفیل بامر اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل
آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہان حقیقت دور مراد نہین کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشیء علی نفسہ سے
اور فی الحقیقۃ تیہان تسلسل فی الرجوعات لازم ہے وان کفلا عن رجل لشیء بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل
من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اسکے
دو مرد ضامن ہوے انمین سے ہر شخص جمیع دین کا علحدہ علحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود
ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے
ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصفا منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے
قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا **فما اداہ
احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ لکون الکل کفالۃ** پہنا سو دونون شخصون مین سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اسکے نصف کو اپنے شریک سے بھر لیگا
کیونکہ بالکل کفالت ہے ہم جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ صالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہان اصالت راجح ہے کفالت پر **او یرجع ان شاء
بالکل علی الاصیل لکونہ کفل بالکل بامرہ** یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی بھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے **وان ابرأ
الطالب احدہما اخذ الطالب الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ** اور اگر طالب بری الذمہ کر دے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے
تمام دین کا بحکم اسکی کفالت کے ہم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب
نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے **ولو افترق المفاوضان وعلیہما دین
اخذ الغریم ایا شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ کما مر** اور اگر دو شریک مفاوض مین افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونون
پر دین ہو تو صاحب دین انمین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص
اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہو چکا ہم دستور مین مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحطاوی یعنی
دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین **ولا رجوع علی صاحبہ حتی یودی اکثر من النصف لما مر** اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ

اکثر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہی نصف مین اور کفیل ہی نصف باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین
مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُسی قدر مین رجوع ہی کاتب عبدیہ کتابۃ واحدۃ وکفل
کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبارگی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً کہ مین نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم
پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہی بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل
کتابت کی کفالت علاحدہ علاحدہ صحیح نہین تو درصورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہی کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہی اور شارع کی
رضامندی عتق مین ثابت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اُسوقت مین جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا
کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال پھیر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولی احدہما والمسئلۃ بحالہا صح واخذ ایاًما
منہما بحصتہ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور سابق ہی تو صحیح ہی اور مواخذہ کرے مولی دونون
مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے
فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ لکفالتہ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے پھیر لے
بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر
فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلہ علی العبد وعدم
مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل موجلا تاجل کما مر اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہونا حق
مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہی بعد اُسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہی
تو وہ یعنے مال مذکور حال ہی نہ موجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نلیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی
کے ہی اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پھیر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موجل
کی ہو تو اُس صورت مین مال موجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفلہ رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی
انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مرگیا
قبل اُسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت
کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور ائین قابض پر عین واجب ہی اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہی اسی طرح
ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہی نہ کفیل پر
کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای لنفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل کما مر فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک
مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہو چکا یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت
باطل ہو جاتی ہی بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین
ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہی اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہی ہم ظاہراً غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ اہل
تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدیم التصرفی زائل ہوگئی پھر جبکہ غلام پر دین نہو تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہی لہذا مولی کا اذن اُسکے ضامن
ہونے مین کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہ وکفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ لو بعد

عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اُسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اُسکے امر سے پھر اُسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو تو رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد اُسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلناہ چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک شخص دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اُسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالۃ رجوع دین کی موجب نہوگی اُس دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا و قالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علمانے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہے اداے دین کفالت کے واسطے اُسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اُس سے اداے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر و فائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وہذا لم یثبتہ المصنف قننا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اُسکی گردن سے اور یہ لینے فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنی بطور شرح اُسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالۃ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اُس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ مین اصیل کی برأت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ہی لغۃ النقل حوالہ لغت مین بمعنی نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف وہل توجب البراءۃ من الدین الاصح نعم فتح اور کیا حوالہ برأت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہان یعنی محیل بری الذمہ ہوجاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اُسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اُسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ ویزاد خامس وہو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کما فتح ومن یقبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور کبھی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال لہ بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہین بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون مین فرق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض اُسپر اُتارا اور اُس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ ہے فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مین نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اُسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اُسکے والی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط

نہیں تو حوالہ عبد ماذون اور محجور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ
شرط نفاذ ہے تو صغیر غائب کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ میں
شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامر محیل ہو اور گو
اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ یہ امر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو
بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جسکی کفالت صحیح نہیں اسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر **و الحوالہ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا انہ فی الاول**
وہو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیۃ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا اختلاف مشروط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اسکی رضامندی بنا بر قول مختار
شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ھم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے
اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بال میں متفاوت ہوتے ہیں تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نادہندی سے اور رضامندی محتال علیہ
کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت
ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اسواسطے شرط نہوئی لقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں
اور محیل کا اسمیں کچھ ضرر نہیں بلکہ اسمیں اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہیں کرسکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے
روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی ملی فلیحتیل) یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادائے دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو حوالہ
کیا جائے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز
نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعاً کذا فی الفتح ملخصاً **بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ** بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے
محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ھم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر
رجوع نہیں کرسکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے **لکن استظہر الاکمل ان ابتدارہا ان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا**
اکمل نے عنایہ میں قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتدا حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہو تو رضائے محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں ھم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہو تو احالہ
ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضائے
محال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام میں یعنی احالہ ہے اور زیادات کے
(حوالہ کرانا ۱۲)
کلام میں یعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی **وارادبالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع** اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا
(حوالہ میں لینا ۱۲)
یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہیں اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ھم اور بعضے نسخے میں قبولہا ہے یعنی قبول
محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ
جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر **لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین**
لا حضورہما واقرہ المصنف لیکن درر وغیرہا میں محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور
ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی
لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی **وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی** اور حوالہ صحیح ہے دین
معلوم غیر مجہول میں نہ عین میں جوہرہ میں زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق میں انتہی ھم عین میں اسواسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

اسمین قسم یقین سے ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل ما احال بہ مدعیا قضاءہ دینہ بامرہ فقال المحیل انما
احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے
حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یون مدعی ہو کر کہ اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ مین نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا قول تسلیم نہ
ہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضمان دیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ
کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا وقبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ
قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان یعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی
بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھکو وکیل کیا تاکہ دین
میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ یعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت
محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازا کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی
اس مراد مین لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمین کچھ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید حالکونہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا غریمہ صحت
حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے در انحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر انکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے
ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجر ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع وعاد الدین علی المحیل
لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرا لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر
اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے
کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہوا اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب
ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے
بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا ثمن
اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ
کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھ برابر ہے اسکی
موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال محیل کے سبب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ
اسپر کسی کا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہین ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ
مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ
کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ
یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ مین نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محتال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے پاس
مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کرسکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ
کے ذمہ پر ہے اور ذمہ مین آسانی اور گنجایش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ

اسپر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہو نہ اُسکے پاس اُسکا عین ہو انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن فسد البیع ای للبائع بطل و لو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح
لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا
حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں
اور اسمین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہو گیا بخلاف صورت ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت
مین اکثر اسی شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فھو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال
القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق براءۃ المحتال علیہ لئے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اُسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے
پھر لے اور چاہے محیل سے پھر لے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک اس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ
بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر بیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھر لے

وفیہا من صور فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن
لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین مثلاً محال یہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب
عاجز ہونے محتال علیہ کے اُسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ
قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیچ پر اور اگر بیچ کریگا تو ادا کرنے محال یہ پر زبردستی ہوگی ہم یعنی اگر محیل نے
اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اُسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اُسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل
بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان علی ان احیلک بہ
علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے
اس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن
پر ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے
سفتجہ بضم سین وسکون فا و فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شئ محکم ہے چونکہ اس قرض مین سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگی
لہذا اسے بسفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ اپنا مال دے
کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اُسکے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر مین دے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس
قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی سند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کل قرض جر نفعا فہو ربوا) یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اُسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا
اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (السفتجۃ حرام) یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اُسکی
بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اُسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ
کے مصنف مین عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء سے منقول ہے (کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ) یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح
ملخصاً حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح
نہین وکانہ احال الخطر المتوقع علی المقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یعنی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی

کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یون مذکور ہی کہ سفتجہ معاملہ فی الدین ہی مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دانی
سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہی اس حیثیت سے کہ مقرض قرض دیتا ہی تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہی اُسی مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے
شہر میں ہی وقالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس یہ اور فقہانے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اُسکا کچھ مضائقہ نہیں ھم ظاہر عبارت
اسپر دلالت کرتی ہی کہ یہ قول متفق علیہ ہی اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہی کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہی چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم
ہوتا ہی شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہی خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہی فتاوے
صغرا میں اور واقعات حسامیہ اور کفالۃ شہید میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسی کو مذکور کیا ہی کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت
اسطرح مذکور ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا
تو جائز ہی فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہی کہ فقہانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُسوقت حلال ہی جبکہ اُسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر
معروف اور رایج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہی یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت
ہونے کا محل وہ ہی جبکہ اُسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیہ ولو ان المستقرض وہب منہ
الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہی اور اگر مستقرض اُسمین سے زائد کو ہبہ کردے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہی
محتمل القسمۃ ھم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہی کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اُسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ
نہیں اور اسی طرح اگر عمدہ ترادا کرے مقبوض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تریا وزن میں راجح ترادا کرے اگر وہ کثیر ہی تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہی
تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین میں داخل ہو اور بین الکیلین جاری ہو تو وہ اسکو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اُسکو پھیردے اور ایک درم کو سو درم میں بالاتفاق
پھیردے اور نصف درم میں اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہی اور بعضون نے کہا قلیل ہی اور اگر مستقرض اُسمین سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع
محتمل القسمۃ ہی انتہی اور سکوتامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہی جو محتمل القسمۃ نہیں پھر میں نے
عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو اُنھوں نے قاضیخان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہو تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع
کذا فی الطحطاوی ولو وکل المحیل المحتال بالقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہیں ھم اسواسطے صحیح نہیں
کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء ذمہ حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضی نسخے میں بجاے عن المحتال علی المحتال ہی تو وہان علی بمعنی عن ہی ولو شرط المحتال الضمان
علی المحیل صح ولیطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ الاصیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ
محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہی کذا فی العالمگیریہ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم
جاء المحتال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برھن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضر وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے
مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اُسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ
یعنی محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہوا اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اُسکا انکار فسخ حوالہ قرار
دیا جائیگا ھم تو اس صورت میں محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل بشرط السلامت حق محتال ہی اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ
ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املا صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوہرۃ نکتۃ ومفادہ عدم الجواز
لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدہ انتہی باپ یا وصی جبکہ مال یتیم کا حوالہ

قبول کرے تو اگر یہ یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہی کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین
چنانچہ جوہرہ کی کتاب المنار میں ہی مین کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہون مالداری اور ادا دین مین یا دونون
متقارب ہون اور اسی کا یقین کیا ہی خانیہ مین اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہی اسواسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اس چیز کا اشتغال ہی جو مفید نہین اور شیر و عیت
عقود نہین مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم م مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہو گیا کہ اسکا مکان معلوم نہین بسبب اسکی عسرت اور عاجزی کے
سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھیر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہین جبتک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہی مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے مین لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بالقطعہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات مین واقع
ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع ہی یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون ہین جنمین کفالہ
اور حوالہ واقع ہوتا ہی سو بالمد ولقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہی اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنی حکم ہی م ہر چند قضا لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہا و مضی
و صنع و تقدیر مستعمل ہی کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جاوے و شرعا فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح
شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے م یعنی وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام
ثابت ہو تو فیصل راجح بمعنی قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور حکم فصل خصومات قضا سے نکل جاتی
کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہی چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی م ازانجملہ بدائع مین تعریف یون
مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اور سنت متواترہ
یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہی کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ مین ہی جسمین اختلاف فقہا ہی
یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہی اور اسی طرح تو جو موضع اختلاف
مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہی تو جائز نہین کیونکہ حق انکے متجاوز نہین اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو یہ
واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے مین معزول ہی اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہوگا اور اگر
نادانستہ حکم کرے تو اسکا ابطال بھی مناسب ہی اور بعضی روایات مین اسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی
مانظمہ ابن الغرس بقولہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ٭ ست یلوح بعدہا التحقیق ٭ حکم و محکوم بہ ولہ ٭ و محکوم علیہ وحاکم وطریق ٭ اور ارکان قضا کے چھ ہین چنانچہ ابن الغرس
نے اپنے اس قول مین نظم کیے ہین یعنے اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہی ۱ حکم ہی ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم
۶ طریق م ابن الغرس یعنی معجبہ فواکہ بدیعہ کا مصنف ہی اور اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم
ہی قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ مین نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا مین نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا مین جان گیا اور
حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہی اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی
نہین ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہی کہ دعوی اسکا صحیح ہو اور مدعی ایسا ہو جنکی
شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہی اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہ شرط ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل
۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے

اور مراد ہونا او مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبارت ہے بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی ملخصا واہلہ اہل الشہادۃ ای اداۂا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا
کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہے یعنی ہو اداء شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم اداء شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور
کفر کی حالت میں صحیح ہے نہ اداء شہادت اور مراد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کی طرف ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اندھا نہ محدود فی القذف
نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطروش یعنی جو شور کی آواز
سنے تو قول اصح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکور دیکھتے جو اہل شہادت
علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے ہم خلاصۂ
اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض
یہ ہے کہ یہ قاضی خاص ہے کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہو گی کذا فی الطحطاوی وشرط
اہلیتہا شرط اہلیتہا لان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال
اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہے
اور قضا مخاصم پر لازم ہوتی ہے اسواسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مستفید ہے کذا صرح ابن الکمال ہم چلپی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے قول سابق کے ساتھ
طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق اہل اسپر مترتب ہو والفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی
اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہو گا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا
عاصی ہوتا ہے اسی کا فتوی ہے ہم مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے
قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانت داری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہے
جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی
مختار ہے طحطاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانے میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے
خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ
بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہیں
واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما
انتہی قلت یحی تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ نہر الفائق
میں کہا تو بموجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہو گا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں
فرق کرے انتہی ما فی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کرو ہم کتاب الشہادات میں فتح القدیر سے مذکور ہو گا کہ فاسق صاحب
وجاہت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ ظاہرا ورد الامر بتقدیم
الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے کہ ہرگاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت
میں تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم یہ مفتی ممدوح کے زمانے میں تھا اور اب تو

عدم عدالت مین تساوی موجود ہے تو اب کسکو مقدم کیجیے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانے مین سلطان کے روبرو معروض ہوے اور اُسنے جو
انمین امر کیے کذا فی الطحطاوی **و العدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ ان کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاءہ علیہ لما تقرر ان**
اہل القضاء اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اُسکے دشمن پر جبکہ دونون مین دنیوی
عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اُسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین اسواسطے کہ
ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہی جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا اسی کا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے **قال وکذا سجل**
العدو لا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے اور اسی طرح سجل عدو کا مقبول نہین اُسکے عدو پر یعنی سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہے دوسرے قاضی کی طرف
قاضی کا نب کے دشمن کے مقدمے مین اور سجل سے وثیقہ موثق کا مراد نہین کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے مذہب مین نہین مجکو اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور ضمیر
قال راجع ہے مفتی مذکور کی طرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح مین موجود نہین کذا فی الطحطاوی **ثم نقل عن شرح الوہبانیۃ انہ لم یر نقلہا عندنا وینبغی النفاذ لو القاضی**
عدلا پھر مصنف نے اپنی شرح مین علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہین پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے
اگر قاضی عادل ہو **وقال ابن وہبان یجشان لعلمہ لم یجز وان بشہادۃ العدول بمحضر من الناس جاز انتہی** اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر
قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنی بموجب اُسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر بشہادت عدل ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ **قلت واعتمدہ القاضی**
محب الدین فی منظومتہ فقال اشعار ولو علی عدوہ قاض حکم ۞ ان کان عدلا صح ذاک وابرم ۞ واختار بعض العلماء وفصلا ۞ ان کان بالعلم قضی لن یقبلا ۞ ان یکن بمحضر
من الملاء ۞ وبشہادۃ العدول قبلا ۞ مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا
کہ اگر قاضی عادل ہے تو یہ حکم صحیح ہے اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے
شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے **قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی فی تہذیب ادب القاضی للخصاف**
ان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاءہ ومن لم یجز قضاءہ لا یعتمد علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی
ومن خطہ نقلت انہ لو قضی علیہ ثم اثبت عداوتہ بطل قضاءہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے سلطان ظالم کی تقلید قضا کے
مسئلے کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہین اُسکی قضا جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اُسکے مکتوب
پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہ پوشیدہ نہین تو اسی پر
اعتماد کرنا چاہیے اور اسی کا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اُسنے قاضی کی عداوت
ثابت کر دی تو اُسکی قضا باطل ہے اُسکو یاد رکھنا چاہیے **وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمۃ نعم ہی تمنع الشہادۃ**
فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل فیما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور
قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اُس مقامے مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمہ مین جسمین وہ
وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہے یعنی وصی کی گواہی اُس امر مین مقبول نہین جسکی اُسکو وصیت ہوا اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا فی الطحطاوی
والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع
فی متنہ ولہ فی شرحہ عبارات بلیغۃ وہو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین
اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کیا اور اُسکو بہت متاخرین

فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن میں یقین کیا ہے اور عینی کی شرح مجمع میں عبارات بلیغہ میں اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے و ظاہر ما فی التحریر انہ لا یحل استفتاءہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو تحریر میں ہے اسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مشرح بیان کیا ہے وقیل نعم یصلح و بہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبتہ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی قول پر کنز میں یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے میں کوشش کرتا ہے بنسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اسکو خاطی نہ کہے ط طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذار نسبتہ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہے یعنی بمعنی امر کذا فی القاموس و لا خلاف فی اشتراط اسلامہ و عقلہ و شرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ و ذکورتہ و نطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاءہ اور علما میں خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے میں اور بعضوں نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے نہ اسکی قضا اور گونگے کا فتوی دینا اسوقت صحیح ہے جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا وے یعنی ہاں کہدے تو اسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری میں ہے سزاوار یہ ہے کہ مفتی خوار م مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہے اس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو لیاقت نہیں رکھتا اور شرائط فتوی سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بحرمت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پھر جواب لکھے اور بہتر یہ ہے کہ کاغذ کو پھینک دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہے کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہے کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہیں کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے احتجاج کرے اور اگر فتوی دینے میں چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے نہ شرماوے نہ ننگ کرے اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہیں افتا اس امر میں جو ہنوز واقع نہیں اور فتوی میں تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض میں فساد واقع ہو اور فتوی نہ دے اس حالت میں جبکہ جواس کے سوا ہو اور بہتر یہ ہے کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کر دین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال میں تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اس مفتی کو جائز نہیں جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہیں اور حاکم او مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب انسے کوئی مسئلہ پوچھتا تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے فرمایا کہ جب اسکا صواب اکثر ہو اسکی خطا سے انتہی بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہے کہ اسکے جواب کے بعد واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر و یکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت و الزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے جیسا کہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی میں لفظا صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہیں ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا و اما الاطرش و من یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اس بہرے کے جو مطلق نہیں سنتا و یفتی القاضی و لو فی مجلس القضاء ہو الصحیح درر و من لم یحاکم الیہ ظہیریۃ و سیجیئ اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کروانے نہیں آیا کذا فی الظہیریہ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ افتا مجلس قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح و یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون م جامع الفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں ہمارے

مطلب ۱۲

شرائط و آداب افتا کا بیان

اسمین مختلف ہون تو اگر ابوحنیفہؒ کے ساتھ صاحبینؒ مین کوئی ہو تو دونون کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اُسمین اور اگر صاحبینؒ اختلاف کیا ابوحنیفہؒ سے تو اگر اختلاف اُنکا
بسبب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہان صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملات مین بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا
اجماع ہے اور اُسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ یہان ابوحنیفہؒ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابی یوسف
ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن ابن زیاد وھو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النھر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہؒ کے بعد ابو یوسفؒ کا قول لے پھر اُنکے بعد محمدؒ کا قول لے
پھر اُنکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیۃ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو
خبردار ہو یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق مین اور منیہ اور سراجیہ مین زفر اور حسن بن زیاد ہم رتبہ ہین حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو
مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہین کہ ایک مقدمہ مین دونون قولون کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیون سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی مین اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر ھ تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را
مصدر ہے یعنی ادراک یعنی دو مختلف قولون مین قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے عام وہ شخص جو قوت مدرک کو ادراک نہین کر سکتا علاوہ اسکے کہا ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اُسکے برخلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر یہ شخص مطلع نہین بحر الرائق مین کہا کہ تصحیح حاوی قدسی
اس صورت مین ہے جبکہ امام ایک جانب مین ہو اور صاحبین دوسری جانب مین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ
وہ مقلد ہین امام کے مین کہتا ہون کہ یہ شبہ مجھپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اُسکا جواب مین نے نہین دیکھا مگر جو اب مین سمجھا ہون اُنکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب
سے نقل کیا کہ کسی کو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہین جبتک یہ نہ جانے کہ ہمنے کہان سے کہا ہے اور سراجیہ مین نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اُسکا یہی سبب
تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اُنکو معلوم ہوتی تھی اور اُنپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اُسکے موافق فتوی دیتے تھے سو مین کہتا ہون
کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے مین تھی یعنی اسواسطے کہ اُنکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے مین تو حفظ یعنی حفظ اقوال الامام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ مین ہے تو اب فتوی دینا
بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہان سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے
کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اُسکے فتوی دیا ہے کیونکہ اُنھون نے برخلاف قول اگر فتوی
دیا بسبب فقدان شرط کے اُنکے حق مین یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اُنکی دلیل بیجانین انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن
مجتہد ابل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لاینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وصحح اور قاضی مختار نہین اخذ مذاہب
مین جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اُسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتوی کے واسطے چنانچہ مصنف
نے اُسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول مین قبل کتاب الطہارۃ اُسکو مقدم ذکر کر چکے ہین اور آگے بھی مذکور ہوگا و
فی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاضی لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ مین ہے معلوم کر کہ جس مقام مین علما نے کہا کہ اسمین
قاضی کی رائے ہے تو وہان وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ مین ہے کہ مجتہد فیہ
یعنے جسمین اختلاف مجتہدین ہے اُسمین تو اُسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اُسکا نافذ نہین ھ یہ حکم ہے
قاضی مجتہد کا اسواسطے ابھی معلوم ہو چکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اُسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط
ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اُسکا حکم مخالف نہو جائے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما

بعد ان یکون اور عنایا سراجیہ اور جبکہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب مین مختلف ہون تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونون مین زیادہ تر فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اُسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رائی لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلھم وقضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رایہ برایہ اور ملتقط مین ہی اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اُسکی رائے اُسمین نہو یعنی اُسکا اجتہاد کسی شی پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لے اور اُنکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اُسپر حکم کرے نہ اُس قول پر کہ اُسکے سوا ہی مگر اُس صورت مین جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہی ھ یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اطراف و جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہی حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو در صورت اختلاف جو اُسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اُسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہی لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہی ثم قال وان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدھم و اتباع رایھم فاذا قضی بخلاف لا ینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اُسپر تقلید اصحاب مذہب اور اُنکی رائے کا اتباع واجب ہی تو اگر برخلاف اُسکے حکم کریگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا ھ یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہی اور در صورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہی کذا فی الطحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی عقار لا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ وجہ لیغفی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہی ظاہر الروایۃ مین اور روایت النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اُسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اُس زمین مین جو اُس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہی کذا فی البزازیۃ اخذ القضاء برشوۃ للسلطان او لقومہ وھو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ شرنبلالیۃ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اُسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہی یا سفارش کراکے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن نجم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اُسکے عملہ مددگار نے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اُسکا حکم نافذ نہین ھ جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اُسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہی راشی وہ ہی جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصًا مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا یہ ہی کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہی اگر اُسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہی کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہی کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہی تو جس قاضی کے پاس اُسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اُسکو لائق ہی کہ اُسکے جمیع قضایا کو باطل کردے بزازیہ مین ہی رشوت دیکر قضا لینا عام ہی کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق مین ہی کہ اگر قاضی کے عملے مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اُس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہ ایک قول ہی اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہی کہ جس مقدمے مین رشوت لی اُسمین حکم نافذ نہین اور اُسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہی اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہ ہی کہ دونون مین نافذ ہی اور یہ بزدوی کا قول ہی اور فتح القدیر مین اُسکو ترجیح دی ہی اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہی کہ موجب فسق ہی اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اُسکی قائم ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہی بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہی جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہی جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہی ایک قسم وہ ہی جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہی مثلًا تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور دوسری قسم وہ ہی جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہی خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہی کہ رشوت دے اسواسطے کہ اُسکا امر درست کردے یعنی اُسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت

در تقسیم رشوت و احکام آن

یہ لینے والے پر حرام ہی نہ دینے والے پر قنیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہ رشوت ہی اور قسم ثالث کے حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہی کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہی تو اُسکے منافع مملوک ہو جاینگے پھر اُسکو سلطان کے پاس اپنے کام کے واسطے بھیجے اور جواد شہ فتوی سے یہ ہی کہ اولیس باشانے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امراے اسواسطے کہ فلانے شہر مین اُسپر سے دفع ظلم کیا کرین پھر اولیس باشا مر گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہی اور مستاجر پر اجرت لازم ہی تو مینے استفتا کا جواب یون دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اُس طاعت پر جو اُسپر واجب تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہی اور دلیل اس جواب کی وہ ہی جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ ہدیہ تین قسم ہی ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہی صرف محبت کے واسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہی یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہی کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہی نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اسکا یہ ہی کہ اُس سے اجارہ کر لے تین دن کا کام کرنے کے واسطے پھر وہ اُس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اُسپر جائز ہو انتہی اور بلاشک اس فعل کا اُسکو یعنی اولیس باشا کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہی نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم مرفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہی اور لینے والے پر حرام ہی اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اسکو ٹھہرایا ہی جسکو شاعر لیتا ہی کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہی اور رشوت کی ایک قسم یہ ہی کہ ایک مرد دوسرے کو کچھہ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اُسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہی وجہ اول یہ کہ حاجت اُسکی حرام ہو تو اسوجہ مین دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہ کہ حاجت اُسکی مباح ہو اُسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہی تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین کسی کو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہی کہ دینا حلال ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہی اور علت اعطا اور اخذ کا یہ حیلہ ہی سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اُس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کر لے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہی اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہی جاہے اُس سے وہی کام لے جاہے دوسرا کام فقہانے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہی جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور معطی کو اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہی یا نہین اسمین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہی اور یہی یعنی حلت اعطا کا قول صحیح ہی یہ اسوقت ہی جبکہ اُسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہی اور لینے والے کو لینا حلال ہی محیط مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی دوسری صورت یہ ہی کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نہ کرے لیکن مطلب اُسکا ہدیہ دینے سے یہی ہی کہ سلطان کے پاس اُسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہی اکثر مشائخ کا یہ قول ہی کہ یہ مکروہ نہین یہ اسوقت ہی جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہادات نہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونون مین مہادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اسکا مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہی کیونکہ یہ عوض ہی احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہی کہ اگر ہدیہ بلاشرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہی کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہی کہ اُسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اُسپر ہین کہ اسکا مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلاشرط اور بلاطمع کر دے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہی اسمین کچھہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود کے جو اسمین کراہت منقول ہی سو وہ ورع اور تقوی ہی انتہی ومنہ الوجعل لہ والیہ مبلغا

فی کل شہر یاخذہ منہ ولیفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم مین سے ہی یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھہ روپیہ مقرر کر دے کہ ہر مہینے مین تم مجھہ سے لیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہی کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اُسکے مانند ہی جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہی اتنی زیادتی کے ساتھہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے حلال نہین ہم یہ استدراک ہی جامع الفصولین کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذہا اوبغیرہا وضعہا لانہ المعظم استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر

قاضی عادل ہو پھر فاسق ہوجاے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بنا بر وجوب کے لینے سلطان پر اسکا معزول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہی کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہی یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہی کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہی ہم عادل وہ ہی جو احکام شرع بجالاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الٰہی سے باہر ہوجاے کبیرہ گناہ کرکے چنانچہ استماع غنا و رقص و اخذ رشوت و غیر ذلک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہی خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جسکی گواہی اسکے حق مین درست نہین بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او البصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر خلاصہ مین نوادر سے منقول ہی کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور متقی ہو جائے تو بہ اور اسلام سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہی اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ مین حکم کیا وہ باطل ہی اور اس قول پر بحر الرائق مین اعتماد کیا ہم یہ قول مبنی ہی اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہوجاتا ہی معزول نہین ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہی وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہی اور جو اسکی معزولی کا قائل ہی وہ بطلان احکام کا قائل ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر مین ہی کہ امارت اور سلطنت مین فقہا کا اتفاق ہی عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنا سے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہی لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی مین ہی کہ والی قاضی کے مانند ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہی کہ حاکم جب فاسق ہوجائے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہی معزول نہین ہوجاتا تو یہ استدراک ہی عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہی کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہی محرمات اور خوارم مروت سے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہی اس قوت سے جو مدرک کلیات ہی یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہین جیسا فتح مین کہا کہ اہل صلاح وہ ہی جو مستور ہو یعنی مہجورہ دار نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامل الاذی قلیل السوء نہ شاربہ نبیذ نہ سباب رجال نہ قذاف المحصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضون کے نزدیک وہ قوت ہی جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کے واسطے مستعد ہوجاتا ہی اور سنت عبارت ہی حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود مین اور وجوہ فقہ سے وہ طرق مراد مین جن سے مستنبط ہوتی ہی اور وہ اصول بغیر بنا سے فقہ ہی طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہی کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شروط مین والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہی بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانہ مین متعذر ہی اور قضا کی طرف ہر زمانے مین حاجت ہی لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہین دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت مین عبارت ہی بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح مین اجتہاد عبارت ہی فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح مین کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق مین مین جو جمیع احکام شرعیہ مین فتوی دیتا ہی اور جو ایک حکم خاص مین مجتہد ہو نہ دوسرے حکم مین تو اسپر معرفت اسی قدر کی لازم ہی جو اس حکم خاص سے متعلق ہی مثلا حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر متوقف نہین اور بیان اجتہاد بمعنی اول مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر فتصح تولیۃ العامی ابن کمال وتحکیم بشر وغیرہ علاوہ براین خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر تو اس صورت مین جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکر ابن کمال اور حکم کرے قاضی

جاہل غیر شخص کے فتوے سے ھم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہوسکتا ہے غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن نجیم صاحب فتح کہ بدیہ نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ نا اہل علم اور فہم ضروری اور کمتر مرتبہ یہ ہے کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تفصیل احکام فرعیہ کا کتب مذہب اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حجج مین کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدماء والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان مین ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہین تو دماء اور فروج مین قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہان ہے کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ھم یعنے جب یہ ثابت ہوا کہ بناے فتوی دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بناے قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنے ہر مقدمے مین متصور نہین اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونون مین خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی نے کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اُسمین کیا حکم کرے علاوہ اُسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل مین ہے نہ ہر مسئلے مین ومثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ مین مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین وہو عند الاصولیین المجتہد وامامن یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرے وہ مفتی نہین اور اسکا فتوی بھی فتوی نہین بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اُسکو فتح القدیر مین مشرح بیان کیا ہے ھم فتح القدیر مین ہے راے اصولیین اسپر مستقر ہو گئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہین اور جب اُس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلا امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علماے موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہین بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اُسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہین یا یہ کہ ناقل کی اس نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ رواۃ معتمدین اُسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اُنکی تصانیف مشہورہ ومعتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اُسکا سوال کرے اپنی زبان سے ھم یہ نفی بمعنی نہی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کی طرف سے توفیق خیر اُسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اُسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اُسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجکو دیجائیگی تو اُسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہین حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوگی تو سواے خذلان دارین اُسکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الملاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل من القاضی الاول بغیر جنحۃ نہر اور خلاصہ مین ہے کہ جو ولایت طلب کرے اُسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہوجائے یا تولیت وقف اُسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید سے یہ دعوے کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ھم نہر الفائق مین ہے کہ جیسے طلب جائز نہین ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہین اور اسمین کچھ فرق نہین ہے مابین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہے اور

درصورت دعوی بقصوری اگر قاضی جدید نے بجائی عہدہ قدیمہ طلب کیے تو قاضی اُس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اُسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہی کہ اگر قاضی متعین ہو
اس طرح کہ اُسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اُسپر طلب قضا واجب ہی تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر
نشراً للعلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہی طلب قضا کو شخص گم نام کے واسطے تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو ویختار المقلد الاقدر والاولی یعنی اور
سلطان قاضی کا معین کرنے والا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی
جو علم اور فہم اور حلم مین افضل ہو اُسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ھ طبرانی مین ابن عباس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین
ہو کسی شئی مین پھر وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اُنمین یعنی مسلمین مین کوئی شخص اولی بایں عمل ہی اور اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت
رسول کا تو البتہ اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسولؐ کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اُسکے مسند رک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی مین مروی ہی اور سلطان کو لازم ہی کہ قاضی
کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہی اگرچہ وہ غنی اور مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور لللہ عمل قضا کرے تو افضل ہی اور اصل
اسمین قول ہی اللہ تعالے کا مال یتیم مین جسکو وصی اُسکی زندگی کا کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے
اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رضؓ سلیمان بن ربیعہ باصلی کو بعہدہ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اُنکی عیال کے اور شریح قاضی
کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضیٰ رضؓ شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت مین کم تھی اور غلہ ارزان تھا اور خلافت
مرتضوی مین اُنکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی مین کچھ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا
حلال نہین کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بد خلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق لپسند معاند حق نہو کیونکہ
وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے مین خلیفہ ہی ھ عینی نے کہا مقصود قضا رفع فساد ہی اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد
ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ ھ بعضون کے نزدیک جائز ہی قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا
اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص با نبیا علیہم السلام ہی مانند آدم اور داؤد علیہما السلام
کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہی قضا کا قبول کرنا اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے
ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہی کذا ذکرہ ابن کمال ھ اکثر نسخ درمختار مین کرہ التقلد ہی اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہی اور یہی مناسب ہی
اور اسی طرح اگلے قول مین والتقلد رخصۃ ہی اور بہتر والتقلد رخصۃ ہی کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر
باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اسی شخص مین منحصر ہو
تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہی کذا فی البحر ھ فتح القدیر مین ہی محل کراہت اُسوقت ہی جبکہ قضا اُسپر متعین نہو اور اگر اُسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض
عین ہی اور اُسپر واجب ہی کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھامے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ
بزازیہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہی یعنی مباح ہی اور ترک تقلد عزیمت ہی اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیۃ تو عدم قبول قضا بہتر ہی ھ درصورت عدم
خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہین اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہی اور نہایہ مین ہی کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر زبردستی
سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہی اور صحیح یہ ہی کہ دخول عزیمت ہی اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولی عدم دخول ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دخول فی القضا
عزیمت ہی اور امتناع رخصت ہی بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہی اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہی اُس شخص کے گمان مین جو
اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہی پھر اُسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہی کذا فی النہر ویحرم علے غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد

فی الحرمۃ فقیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہے نا اہل پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو اس میں احکام خمسہ ہیں حاصل خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا اگاہے فرض
میں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ ظلم کا خوف ہو
اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت بیخوفی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر ایسے چند احادیث در باب تحذیر قضا نقل کرنا
مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین) یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے حدیث مرفوع روایت کی ہیں
(استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار
کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر
اسکے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسفؒ نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ (کانی بک قاضیا) یعنے شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم
میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم
کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہوجیو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک
بہشت میں اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اسپر حکم نہ دیا اور حکم میں تجور
کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا
کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجکو اختیار دیا جاے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو
میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباسؓ سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اسنے اُنمیں انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو
وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے بند
اور بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کی طرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈالدیا
جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر (ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم) اور جائز ہے
قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے
عادل وہ ہے جو ہر شئی کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقاید میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وقیل غیر
ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علماے سلف نے اسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اُس بادشاہ
میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ انھوں نے انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا
اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلاضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور ہر شہر میں کہ کفار کیطرف
سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ انپر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو بمقتضاے مصلحت ہے اور وہ بلاد جنپر کفار
حاکم ہیں مسلمانوں کو انمیں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور
مسلمین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد والی لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ
فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو اور نہ وہ جسے

تقلید قضا جائز ہر چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہر کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اُسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ آپس مین فیصلہ کیا کرے اور اسی طرح ایک شخص کو امام ٹھہراوین جو اُنکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہی جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر و من سلطان الخوارج واہل البغی و اذا صحت التولیۃ صح العزل و اذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذہ وقیل لا وبہ جزم الناصحی اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے بادشاہ اور باغیون سے اور جبکہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اُنکا معزول کرنا بھی صحیح ہی یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہی اور جبکہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کی طرف تو اُسکو بحال رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی نے ھم بحرالرائق مین ہی کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہی جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہی اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہی اور یہی قول معتمد ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہی فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاض قبلہ یعنی السجلات پھر جبکہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ھم دیوان اصل مین بھی جریدہ حساب ہی پھر حساب پر اُسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہی ایک اپنے پاس رکھتا ہی کہ شاید اُسکی طرف کام پڑے حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتھ مین ہی وہ اعتماد کے لائق نہین ہی تو قاضی منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اُسکے امین سے کاغذات مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اُس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی مین رکھے تاکہ تلاش آسان ہو پھر بعد قبض کے اُسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نہ آئے اور اُسکو محضر بھی کہتے ہین اور صک وہ جسمین بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہی اور حال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اُسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اُسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اُسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر و نظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے اُن قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین ھم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اُنکی اخبار اور اُنکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے اُنکو مقید کیا واما المحبوسون فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہم اور جو شخص حاکم کے قیدخانے مین محبوس ہین تو امام یعنی بادشاہ پر اُنکے حال کا نظر کرنا لازم ہی فمن لزمہ ادب ادبہ والا اطلقہ سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اُسکو ادب دے یعنے تعزیر دے ورنہین تو اُسکو چھوڑ دے ھم یون کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحرالرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو گا اُس سے قضیہ متعلق ہو و لا یبیت احد فی قید الا رجلا مطلوبا بدم اور کسی کو شب باش نہونے دے قید مین مگر اُس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو و نفقۃ من لیس لہ مال فی بیت المال بحر اور اُس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہی کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہی اور یہی حکم ہی مشرکین کے محبوسون کا اور سزاوار یہ ہی کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اُنکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلاکر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق او قامت علیہ بینۃ الزمہ الحبس ذکرہ مسکین وقیل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے یا اُسپر گواہی قائم ہو تو اُسکو حبس لازم رکھے اُسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ اُسپر حق لازم کردے یہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی والا نادی علیہ بقدر ما یری ثم اطلقہ بکفیل بنفسہ فان ابی نادی علیہ شہرا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اُسپر منادی کراوے جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اُس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامن دینے سے انکار کرے تو اُسپر مہینہ بھر منادی کراوے پھر اُسکو چھوڑ دے ھم طریقہ مدلون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اُسکی سودکاری ہو و عمل فی الودائع و غلات الوقف ببینۃ او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف

فائدہ سجل و محضر و صک و وثیقہ

مین گواہی یا قابض کے اقرار سے حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہی کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے مین تو مال
وقف ناظرون کے تحت مین ہین اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے مین ہین اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودلیعت یتیم کو کسی امین کے پاس
رکھوایا تو اسی کے موافق عمل کرے جیساکہ کتاب مین مذکور ہی ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقہ بالرعایا وشہادۃ الفرد لاتقبل خصوصًا بفعل نفسہ ورد مؤدہ
ردا ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہین
خصوصًا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصًا کا مفاد یہ شہادت معزول ہی اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی
گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اُسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن
نجیم فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہی اور ابن نجیم صاحب فتوی اُسکا تابع ہوا ہی تو خبردار رہ حم طحطاوی نے کہا بحر الرائق
مین تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہی شاید ابن نجیم کے فتاوی مین قبول شہادت کا فتوی مذکور ہو الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول
سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما انہا لزید الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن
المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی لیسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہین مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل وقف
سپرد کیے ہین تو اب ودائع اور محاصل مین معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہین مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول
نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے
مقر قیمت کا اگر ودلیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اُسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے و
یقضی فی المسجد ویختار مسجدًا فی وسط البلد تیسیرًا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد مین بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر
کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہوکر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کذا فی الخانیہ حم چونکہ قضا عبادت ہی لہذا مسجد مین جائز ہی اور مشرک کو مسجد
کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہی تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے مین
تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہین کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق
نہین واجرۃ المحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد ہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہی یہی قول اصح ہی کذا فی البحر
عن البزازیۃ اور خانیہ مین ہی کہ اجرت متمرد سرکش پر ہی اور یہ قول صحیح ہی حم پہلا قول معتمد ہی کیونکہ اصح مقدم ہی صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت
حاضر کرنے والے کی بیت المال مین ہی بحر الرائق مین ہی کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر مین نصف درم سے ہی درم تک اور خارج شہر مین بحساب فی فرسنگ
تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ مین ہی کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اور اسی طرح سلطان
اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد مین جلوس جائز ہی او فی دارہ ویاذن عمومًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر مین اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم حم حاصل
یہ ہی کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس مین جلوس کرے اور دربان اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہی لیکن شرح ادب مین ہی کہ اگر دفع ازدحام خصوم کے واسطے دربان
مقرر کرے تو جائز ہی اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت مین یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت مین اور حین
جلوس کا ارادہ کرے نفل نہ روزہ رکھے اور پہنے احسن ثیاب اور اعدل احوال مین کذا فی الطحطاوی ویرد ہدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ اور سوغات نہ لے
پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کے واسطے یعنی تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہ ہی پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال
مین نہ رکھے اور یہی قول ہی اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال مین رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہی یہی طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم

کذا فی الطحطاوی وفی ما یعطی بلا شرط اعانة بخلاف الرشوة ابن ملک وہدیہ وہ ہی جو دیا جاے بلا شرط اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہ فرق ہی کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربرآری مشروط ہوتی ہی وتوادی الہدیة بالرد لیطیب قلبہما خلاصة اور اگر ہدیہ لانیوالے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو اسکی قیمت عطا کرے کذا فی الخلاصة ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہ فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تاتارخانیة اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہی کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیة ہم یہ دفع دخل ہی یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہی رسول اللہ صلعم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب دیا کہ یہ امر مخصوصات نبویہ سے ہی اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہی کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام قبول الہدیة والالم تکن خصوصیة وفیما یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیة لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہی کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین ورنہ خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہی کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہی اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہی اسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہی ہم شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہی تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہی طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہین آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھین تو جائز ہی چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہی اور اسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من اربع السلطان والباشا اشباہ وبحر وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومة لہما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی کذا فی الدرر یعنی اقربا بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہی کہ سلطان اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہی کہ انکا ہدیہ بیت المال مین سے ہی اور قاضی بیت المال کے مصارف مین ہی اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت مین ہی جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت وعدم تہمت اعانت اور اسی طرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابة دعوة خاصة وہی التی لا یتخذہا لولا حضور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالہدیة اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہی جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہ ہی کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہی ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہی اور اسکے سوا دعوت خاصہ ہی اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہی اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہی چنانچہ سراج مین ہی اور یہی معتمد ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم یہ شیخین کا قول ہی اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہی اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہی کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع ولا یجیب دعوة خصم وغیر معتاد ولو عامة للتہمة اور سراج اور شرح مجمع مین ہی اور قاضی قبول نکرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہر مہینے مین ایک بار تھی پھر وہ ہر ہفتہ مین بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نکرے اور اگر طعام اکثر ہو

عادت قدیمی سے تو وہ قبول کرے مگر اس صورت مین جبکہ شخص مہدی کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ ویشھد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لھما ولا علیھما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہوا اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہون کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان م مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا و اقبالا و اشارۃ ونظرا و یمنع عن مسارۃ احدھما و الاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکسان رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان مین بات نہ کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے م اور امور مذکورہ مین مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہے تا دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا القضا بین المسلمین ہو وہ انمین مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر مین اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمر رضی اللہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس مین تا شریف تیرے ظلم مین طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے نا امید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نہ کر اور نہ وہ تجھسے مخفی بات کرے اور اسکو تلقین حجت نہ کر بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری مین ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ مین اگر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بیٹھے اور قاضی زمین مین بیٹھکر دونون مین فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ انھون نے امیر المومنین علی مرتضی رضی کو اور انکے مخاصم کو اسی طرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم یہ مستحب ہے کہ دونون کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھین دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چارزانو یا اکڑون نہ بیٹھین اور اگر اسطرح بیٹھین تو تعظیم قضا کے سبب سے قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اسکے سامنے کھڑے رہین ہیبت قاضی کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہون تو قاضی مختار ہے چاہے انسے ابتدا بکلام کرے کہ تمھارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہانتک کہ وہی کلام آغاز کرین پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جائیگا تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونون کے کلام ساتھ کرنے مین شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہین پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگر مدعی جواب اسسے نہ طلب کرے یہی قول صحیح ہے تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی مین ترتیب مختار ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا پھر تیسرے وعلی ہذا القیاس اور اسپر ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازے پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق مین تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے اور خصوم پر شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی مین حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا یعنی سلف صالح مین اسکا رواج نہ تھا تو یہ بھی ان محدثات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہین تو قاضی عمل کرے بمقتضاے حال اسسے خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت النفس جو تکبر کی طرف پہونچاتی ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی مین عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا سجل فاسد نہو جاے بعضے شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر مین مذکور ہین کذا فی الفتح القدیر ملخصا نہر الفائق مین ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر و صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی و یضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسی طرح ایک شخص کے واسطے اٹھنے سے باز رہے بطریق اولی م اسواسطے کہ قاضی کے ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونون مین سے ضیافت نہ کرے م اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند مین امام حسن رضی سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی کے گھر مین اگر اترا آپنے اسکی ضیافت کی پھر جب بعد اسکے آیا کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو

علی مرتضیٰ رض نے فرمایا کہ تو یہان سے اُٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر کہ اُسکے ساتھ اُسکا خصم ہو اور اسی طرح عبدالرزاق اور
دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت میلان ہی کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما معا جاز نہر ہان اگر اُسکو دونون کے ساتھ کرے تو جائز ہی کذا فی النہر ھم نہر الفائق مین ہی
کہ ضیافت مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہی اور قیاس اُسکا یہ ہی کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کی طرف ساتھ ہی اشارہ
کرے تو جائز ہی انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا او لغیرہما لذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقاً اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے
کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا باس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک
یہ بھی ہی کہ تلقین حجت مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی العینی ھم تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہی اور دوسرے کی دلشکنی ہی ولا یلقن للشاہد شہادتہ واستحسنہ
ابو یوسف رح فیما یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہی جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو ھم
ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہی کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اُسکی اسطرح اعانت
کرے کہ تو گواہی دیتا ہی ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوے کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد
ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق
کرے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہی کہ طرفین کا قول عزیمت ہی اور قول ابو یوسف رخصت
ہی اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہی تو کہا کہ اگر ہم اُسکو تلقین نہ کرین تو حق ضائع ہو جائیگا
کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیۃ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہی متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے
ھم اور قنیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہی یعنی اکثری ہی نہ کلی وفی الولوالجیۃ
حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت
ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ فنی الملتقی ویصح لمن ولاہ وعلیہ وسیجی اور ولوالجیہ مین حکایت ہی کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الٰہی تو جانتا ہی کہ
مین نے میلان نہین کیا یعنی مین نہین جھکا احد الخصمین کی طرف یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھ مین نے دونون کو
برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی اُسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے
معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہی اُس بادشاہ پر جسنے اُسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہی اور قاضی کا حکم صحیح ہی اُس سلطان کے نفع اور مضرت مین جسنے اُسکو قاضی کیا
اور اُسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع مین ہی کہ منجملہ ادب قاضی یہ ہی کہ قاضی
کلام نہ کرے احد الخصمین سے اُس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہی وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم بینکما لانہ
اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہا اور تاتارخانیہ مین ہی اور زیادہ تر احتیاط یہ ہی کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کرون تو
اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونون کی تحکیم سے ھم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونون سے اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے
تب حکم کرے فائدہ اُسکا یہ ہی کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدۂ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ
السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اُسکو حکم کیا کہ پھر سرنو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور
گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ ھم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہی کہ قاضی پر یہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ
استیناف جائز ہی طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء ہو صحیح ام لا فامتنع الزم بہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہارا اُسنے نسخہ سجل کا مانگا

اس سے جو جیتا نا سجل کو علما کے سامنے کرسکے وہ صحیح ہی یا نہیں سو اُسنے نسخہ نہ دیا تو قاضی اُسپر اُسکا دینا لازم کردے یعنے دلادے کذا فی جوہرۃ النیرۃ وفی الفتح متی امکن اقامتہ الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر مین ہی کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر یہ ہم طریقہ اُسکا مبسوط مین یون مذکور ہی کہ جو شخص ہارا ہی اُس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ ہمنے تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اسی طرح تھا اُسکے سوا نہین ہوسکتا تھا یہ اعتذار اسواسطے ہی کہ وہ لوگون سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اُسکی شکایت سنکر بدگمان نہون کذا فی الطحطاوی وللقضاء ولی لقیبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء ولا والا اخذ با ولا یاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اُسکا یہ ہی کہ اگر قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہی تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات مین کوئی بات نہ پکڑے مگر اُس بات کو البتہ پکڑے جسکو اُسنے بلفظ صریح اقرار کیا ہم حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوی سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ مین مال مضاربت کو سفر مین لیگیا اور فلانے شہر مین اُسکو بیچا اور اُس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اُسکے اور وہ حکایات مراد نہین جو متعلقات دعوی سے نہین مجلس حکم مین سماع حکایات اسواسطے نہین کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے اسطرح پر کہ مدعی کہے کہ اُسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر مین لے گیا پھر اُسنے وہان نگہبانی نہ کی سو مال ضائع ہوگیا اب مین اس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعی علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اُسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اسطرح کہ مضارب کہے کہ مین نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور مین شہر مین حمال لانے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الطحطاوی

فصل فی الحبس

یہ فصل ہی حبس کے احکام مین ہم چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اُسکو علحدہ فصل کرکے ذکر کیا حبس مصدر ہی بمعنی منع یعنے روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اُسکا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیلخانہ بولتے ہین وہو مشروع لقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہی حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائین زمین سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہین کہ متصور نہین تو نفی سے حبس مراد ہی وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد مین محبوس کیا ہم رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے مین اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے مین حبس مسجد مین تھا یا ڈیوڑھی مین یا بانده کر اور ایک قول یہ ہی کہ فاروق نے ایک گھر مکہ معظمہ مین چار ہزار درم کو خرید کیا اور اُسکو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب سماہ نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وتکسر موضع التخییس وہو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اُسکو بانس سے بنایا اور اُسکا نام نافع رکھا سو اُسمین کو نقب دیا چورون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لے گئے پھر حضرت مرتضی نے اُسکے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلون سے اور اُسکا نام مخیس بفتح یا رکھا اور کسرہ یا بھی جائز ہی مخیس موضع تخییس یعنے ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بضم میم وفتح خا وفتح یا مع التشدید اسم ظرف ہی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہی یعنی ذلیل کرنے والا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ شعر الا ترانی کیسا مکیسا ٭ بنیت بعد نافع مخیسا ٭ حصنا حصینا وامینا کیسا ٭ اور اسی مین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجکو نہین جانتا عاقل عاقل بنانے والا مین نے بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور اُسپر دار وغہ امانت دار عاقل ٹھہرایا ہم خلاصہ یہ ہی کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہی اور اُسکے جواز پر اجماع امت قائم ہی کذا فی الزیلعی وصفتہ ان یکون بموضع لیس لہ فراش ولا وطاء لیضجر فیوفی صفت قید خانہ یہ ہی کہ ایسا مکان ہو جہان فرش اور سور رہنے کا بچھونا نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بحذف با و جارہ اور وطاء لون کتاب وسحاب خلاف علما ہی چنانچہ قاموس مین ہی تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہی اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہی جو سونے کے واسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو جی لہ بہ منع منہ اور مفاد تعلیل یہ ہی کہ اگر محبوس کے واسطے بچھونا لایا جاتا تو منع کیا جاتا ولا یمکن احد ان یدخل علیہ للاستیناس والا قاربہ وجیرانہ لاحتیاجہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جاے اُسکے پاس جانے پر جی لگانے کے واسطے مگر اُسکے قرابت دار

اور بڑھ سی جانے یا وہیں مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ہم یعنی اسواسطے کہ نئے مشورے سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادائے دین ولا یمکنون عنده طویلا ومفاده ان زوجته
لا تحبس معه وهی الحالبسته له وهو الظاهر اور اقارب اور ہمسائے اسکے نزدیک زیادہ نہ ٹھہریں اور مفاد خدم طول مکث اقارب یہ ہے کہ محبوس کی زوجہ اسکے ساتھ قید نہ کیجائے
اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور جیران میں داخل نہیں تو افادۂ مذکور کہاں حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی معدد عبارت
کے خلاف کرنے سے نہر الفائق میں یوں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اسکے پاس جائے اگر وہاں آنکا امکان ہو اور اسمین دلیل یہ ہے کہ زوجہ
اسکی قید نہ کیجاے اسکے ساتھ اگر وہ حالبسہ ہو اسکی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بھی یہ خلل ہے کہ حالبسہ ہونے کی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقا ثابت
ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے ساتھ قید کیجائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریته لو فیه خلوة اور ملتقی
میں ہے کہ محبوس کو قدرت دیجاے اسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس میں خلوت ہو ولا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لحج فرض نعیره اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور
نہ جماعت کیواسطے نہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے ولا لحضور جنازة ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخزانة
یخرج بکفیل لجنازة اصوله وفروعه لا غیرهم وعلیه الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہے کہ ضامن
دے کر نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کے واسطے نہ سوا اسکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناه ولم یجد من یخدمه یخرج بکفیل والا لا بلتقی اور اگر
بیماری نے اسکو ضعیف اور قریب اہلاک کر دیا اور نہیں پاتا کسیکو جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہاں کوئی خدمت کرنے والا
ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجة وکسب قیل ولا یکتسب فیه ولو له دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیه اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے بلکہ
محبس میں بھی کسب کرے اور اگر محبوس کے لوگوں پر دیون ہوں تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جاے کذا فی الخانیہ ولا یضرب المحبوس
الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارة الظهار والانفاق علی قریبه والقسم بین نسائه بعد وعظه والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباه اور نہ محبوس پر مار پڑے مگر تین
صورت میں ایک یہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان باری ترک
کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی چیز اسکے قائم مقام نہو سکے اسکے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم
ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں زوجہ کا ضرر ہے اور ہر یادتی حبس میں قرابت دار کا ضرر ہے کیونکہ اسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید حبس
میں زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما فی الوهبانیة شعر وان فر یضرب دون قید تادیبا ولیس بین باب الحبس فی العنت یذکر میں کہتا ہوں اور مسائل تلنہ پر
پروہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاسے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا
سرکشی میں مذکور ہے ہم یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جائے اور ایک سوراخ اسمین رکھا جائے جس سے روٹی پانی اسکو دیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے
کہ اسمین قاضی کی رائے کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا اذا خاف فراره فیقید او یحول الی سجن اللصوص بل بلطیف لباب الرای فیه
للقاضی بزازیه اور محبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیاں ڈالی جاویں یا اس محبس میں بدل دیا جائے جو چوروں کے واسطے مخصوص
ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جاے اسمین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد اور نہ محبوس برہنہ کیا جائے کپڑے اتار کر ولا یواجر دعن
الثانی یوجر لقضاء دینه اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاے اسکے ادائے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی
صاحب الحق اهانة اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جاے اسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلدة لا قاضی فیه لازمه لیلا ونهارا حتی یاخذ حقه جواہر الفتاوی اور
اگر صاحب حق اس شہر میں ہو جہاں قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ لگا رہے رات اور دن یہانتک کہ اپنا حق پا جاے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت
میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر میں نہ جانے دے اور اسی کی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان ای ملازمت

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح و تعیین
مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار مین ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب
المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیۃ مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی القنیۃ وافتی المصنف تبعا لقاری الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک
لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمین یعنی تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان
لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اور نہر الفائق مین ہے لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جاے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت
مکان مین طلب کیا ہو فرع مسئلۃ ملحقۃ شارح فی البحر عن المحیط ویحبس النساء یحبسن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے اور عورتون کے واسطے علیحدہ مردون
سے محبس بنایا جاے فتنہ دفع کرنے کے واسطے و اذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا ہو سدس درہم ببینۃ عجل حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بانکارہ اور جبکہ مدعی
کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر
ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے ہم درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین والا ای وان ثبت بینۃ بل باقرارہ لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ
اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس مین جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نہ مانے تو
اسکو قید کرے ہم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اسکے حبس مین شتابی نہ کرے اور ادای دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے ادای دین پر خود قادر
ہو اسطرح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو دے اور ادای دین کرے
کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نہ کرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہ سکتا ہے در صورت
گواہی کہ مجکو اسکا دین معلوم نہ تھا مگر اب معلوم ہوا سو مین اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور
کنز اور درر مین ثبوت بگواہی اور اقرار مین برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنی گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل نہ کرے اسواسطے کہ انکار دین محتمل ہے
تو حبس مین شتابی نہ کرے تا وقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا
انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی المنیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ
یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن التوفیق مین کہتا ہون اور منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار
کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جاے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ مین
اتفاق ہو جانا چاہیے ہم یہ توفیق تسویہ کے قول مین ظاہر نہین ہوتی اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقر مین شتابی ہے نہ منکر مین تو یہ نہین کہ سکتے کہ حبس مقر
مین تعجیل ہے دوسری اور تیسری بار یا حبس منکر مین تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول راجح ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق مین قلانسی سے مذکور ہے کہ جب
حق ثابت ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ہو
بدل مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیۃ
لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا لفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاے مدیون ہر ایک اس دین مین جو
عوض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہے دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے
اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو

اگرچہ ضامن بکثرت ہون کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب متقسم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تاضیحان نے کہا کہ درصورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس نہین اظہار مفلسی مین لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین اشیاء مذکورہ مین حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہی کہ جب مال اُسکے ہاتھ مین آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہی کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیشقدمی کرنا دلیل ہی قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول متناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکھا و الا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہی نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع ہنا خطاء فتنبہ ہان اختیار شرح مین مختار بدل خلع کو بیان شمار کرنا خطا ہی سو آگاہ رہنا ہم بدل خلع کو بیان شمار کرنا یعنی جہان حبس لازم ہی باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہی کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اُس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہی چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف و دم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب و زوجۃ ومہر موجل حبس نہ کیا جاوے اُسکے غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی نو صورتین ہین ۱-بدل خلع ۲-بدل مغصوب ۳-متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ہی ۴-دم عمد کا بدل ۵-شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶-جنایت کی دیت ۷-نفقۂ قرابت دار ۸-نفقۂ زوجہ ۹-مہر موجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر اطلاق مہر موجل کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہین و فی نفقات البزازیۃ تثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات مین ہی کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہی یہان یعنی نفقات مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بمینہ ما لم تثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ تنگدستی مین منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی تاوقتیکہ اُسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کر ہم مدارک تدارک اسپر ہی کہ بغیر ثبوت سے متبادر یہ ہی کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہی کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اُسکے غیر مین اشہاد سے کیونکہ اسکی عبارت مین تعیین نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن وانہ ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرہن رب الدین طرطوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونون مین اختلاف ہو اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل کا مال نہین ہی اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہی متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہی تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکھا ہی ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین موجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ منہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین موجل مین اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی کہ اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالت مین ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلیے کہ اصل تنگدستی ہی ہم یعنی ہر شخص کے حق مین عسرت اصل ہی اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہی یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اُسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او بتقاضی غریمہ مگر یہ کہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو ہم شارح نے

غنا کو لقدرت علی الوفا اسواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غناے زکوۃ مراد نہین تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہی محبوس ہوگا
کیونکہ حبس جزاے ظلم ہی اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود مقرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہی تو اُسے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون
کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبسہ حینئذ بما رای ولو یوما
ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت مین جسقدر مدت کہ اُسکی راے مین آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہی ھم یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہی
تو مدت حبس قاضی کی راے پر مفوض ہی سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اُسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس مین آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے
محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہدایہ مین کہا کہ صحیح یہ ہی کہ تقدیر لازم نہین اور قاضی کی راے پر
مفوض ہی کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ رح اذا کان المعسر معروفا بالعسر لم احبسہ فی الخانیۃ ولو فقرہ ظاہرا سال عنہ عاجلا وقبل
بینتہ علی افلاسہ وخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات مین ہی کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور با فلاس ہو تو مین اُسکو محبوس نکرون یعنی اُسکے حبس کا حکم نہ کرون اور خانیہ مین ہی
کہ اگر اُسکی محتاجی ظاہر ہو تو اُسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اُسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ قال المدیون حلفہ انہ
ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ مین ہی کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس
نہین جانتا تو قاضی اُسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اُسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اُسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف
وغیرہ نے ثابت رکھا ہی قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ مین کہتا ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اُس قاضی کی راے کا اعتبار ہی جسکو قدرت اجتہاد حاصل
ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہین ھم حلبی نے کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہی مین کہتا ہون کہ ایسا امر لیے تقدیر مدت حبس قاضی
کے مجتہد ہونے پر موقوف نہین انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والاصل بالاظہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کو حبس کرنے کے بعد بقدر اُس مدت
کے جو اُسکی راے مین آوے اگر اُسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اُسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اُسکا حال دریافت کرے وہ اگر
ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہی سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکفی عدل لغیبۃ الدائن پھر بعد حبس
اُسکا حال اُسکے پڑوسیون سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہی ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت مین یعنی اُسکا حضور ضرور نہین ھم
جو اخبار کہ لائق امر ہی اسمین ایک شخص عادل کا قول کافی ہی چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا احوط ہی اور کیفیت اخبار یہ ہی کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس
کا حال محتاجون کا سا حال ہی خوراک اور لباس مین اور حال اُسکا تنگ ہی اور ہمنے اُسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہی کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قولہ
رای القاضی عمل بہ والا لا النفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اُسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور نہین تو
نہین کذا فی النفع المسائل بحثا م بحر الرائق مین ہی کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہین ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی
اور شرط نہین اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی مین تنازع کرین کذا فی القہستانی ھم یعنی اگر مدعی
کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہی اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہین لفظ شہادت ضرور ہی اور اسی طرح خبر واحد در صورت تنازع مقبول نہین
بلکہ بینہ ضرور ہی قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال النفع الوسائل فتنبہ مین کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہی اور نفی
کی گواہی حجت نہین ولہذا اُسکے حال کا سوال کرنا واجب نہین کذا فی النفع الوسائل سو خبردار ہو جا م بحر الرائق مین سغناقی سے منقول ہی کہ یہ شہادت نفی پر نہین
کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہی تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہین کہ مدعی علیہ ضعیف الحال کثیر العیال
ہی اور یہ نفی نہین یعنی اثبات ہی کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا

اور جبکہ صاحب دین غائب ہو مفلس کے مال ظاہر نہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتون مین ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال مین اور وقف کے مال مین
اور مال وقف کو چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اُسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اُسکو قید کرنا ظلم ہے
صاحب بحر نے قیاس کیا ہے مال یتیم پر اور علما متاخرین اُسکے تابع ہو گئے ہین اور قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت غرمیہ غناہ بزازیہ
پھر جب یون افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اُسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اُسکے غیر کے واسطے تاوقتیکہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری ثابت نکرے
کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر
گواہی گذرانی سو صاحب دین نے اُسکا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اُسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اُسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اُسکو دوسری بار قید
نکرا دے ہم شارح نے یہان ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اُسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے
تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علم وقدرہ اخذہ او کفیلا وخلاہ
غائبہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اُسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اُسکو
چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنی مال ضامن او حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین
للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اُسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اُسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اُسکا
چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا
فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ
ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اُسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اُسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے
اور اُسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنے اتنے عرصے مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو لہ عقار یحبسہ
الی ان یبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجئ تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اُسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اُسکو بیچے
اور وہ دین ادا کرے جو اُسپر ہے اگرچہ بیچ بہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اُسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین
مدیون سے اُسکے دین والے بنا بر ظاہر روایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہے یعنے اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب
دیون اُسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے خلافاً للصاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہے تا حصول قدرت
الیفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اُسکے ساتھ رہین تا کہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ
لگے رہین دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت
کرے اور اُسکو جو روا لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اُسکو دونون وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ دائن آپ اُسکے
ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہین کہ اُسکو دھوپ مین رکھے یا برف پر یا جس مکان مین کہ اُسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمرأۃ امرأۃ
تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اُسکے ساتھ رہے کذا فی القنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب
الملازمۃ فہی لہ الا اذا علم القاضی بدخول الضرر بالملازمۃ بان لا یمکنہ فیحبسہ اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے
مگر ضرر سے یعنے اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اُسکے گھر مین نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس راجح ہے کذا فی النہر
وکلفہ فی البزازیہ بکفیل النفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اُسکو مکلف کیا ہے ہم بزازیہ مین ہے کہ اگر اُسکی ملازمت مین اُسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمته بلا امر قاض لو مقر الحقه اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے
حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برهانه علی افلاسه قبل حبسه لقيامها علی النفی وصححه عزمی زاده اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس
ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زاده نے اس قول کو صحیح کہا ہے ھ بلا تاید حبس گواہی نفی پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب چند
مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صاحب بنایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن الهداية وصحح غیره قبولها اور غیر عزمی زاده اور علمانے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ھ اور اسی کا فتوی دیا ہے محمد بن الفضل و اسمٰعیل بن حماد بن
ابی حنیفه اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیه رأیه کما مر قال علم اعساره قبلها والا لا نهر فلیحفظ اور اسمین معتمد علیه قاضی کی
رائے ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النهر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبينة يساره احق من بينة اعساره بالقبول
لان اليسار عارض والبينات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان تو
اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کے واسطے ھ یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق
بالقبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لو بين سبب اعساره وشهدوا به تقدم لاثباتها امرا عارضا فتح بحثا واعتمده فی النهر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور
گواہ اسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہو گی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہو گی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر
نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیه ان لم يبينوا مقدار ما يملك قبلت والا لم يمكن قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منكر والبينة متى قامت للمنكر لا تقبل اور قنیہ مین ہے
کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہو گی اور اگر مقدار بیان کرین تو اسکا قبول کرنا ممکن
نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر لانه جزاء الظلم قلت وسيجئ
فی الحجر انه يباع ماله لدينه عندهما وبه يفتى وحينئذ فلا يتأبد حبسه فتنبه اور محبوس مالدار کی دائمی کیجاے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر
مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اس وقت مین تو اسکا حبس دائمی نہین رہتا تو خبردار رہنا
ھ یعنے بموجب قول مفتی بہ مالی بیچ کر دین ادا کر کے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہان باقی رہا ولا يحبس لما مضى من نفقة زوجته وولده اذا ادعى
الفقر وان قضى بها لانها ليست بدل مال والا زمته بعقد على ما مر حتى لو برهنت على يساره حبس لطلبها اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جبکہ
وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے
چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ نے زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کر لیگی تو اسکی درخواست سے حبس ہے ھ خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ متجمعہ مین
حبس نہین درصورت ادعاے فقر مگر اس صورت مین جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل يحبس اذا برهنت على يساره لطلبها كما لو ابى ان ينفق
عليها او على اصوله وفروعه فيحبس احياء لهم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ
اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاے ان لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وهل يحبس لمحرمه لو ابى لم اره
وظاهر تقييدهم لا لكن ما مر من الاشباه لا يضرب المحبوس الا فی ثلاث يفيده فتامل عند الفتوى مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے
اگر نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم
کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاے محبوس مگر تین صورتون مین مفید حبس ہے تو تامل کیجیو فتوی دینے کے
وقت ھ منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب ہین

داخل نہین اور اقارب مین کسی کا نفقہ واجب نہین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول صریح سے اُس تقیید کی طرف جو ذکر عدد سے ماخوذ ہے و یصح حبس الولی بدین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہے اُسکے ادا کرنے سے ولی اُسکا سرتابی کرے تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کمنقولہ بحر فلیحفظ اور محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا اسر دادا اپنے فروع کے دین مین بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اُسکی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی اراضی کی ہے مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہین کہ حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطیکہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا موجب نص قرآنی کے تو حبس اُس سے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین مین اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اُسوقت قضا دین کی ہے جبکہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اُسوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاضی نائبا الا اذا فوض الیہ

صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اُسوقت جبکہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ مین نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت بیان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونون کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطیکہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُسکے امر کے موافق کرے اور اُسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی وبخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہے سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اُسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جاے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اُسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہین کہ سلطان کا انتظار کیا جاے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا متحمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اُسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اُسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اُسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ در حق اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقدمنا فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اُسکی کچھ اصل نہین وہ تو اُسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ مین مذکور ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہین بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اُسنے بغیر ضرورت جائز کہا اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی

تعریف قاضی القضاۃ

و نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکیل وکذا لا ینعزل ایضا بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل ینعزل بعزلہ زیلعی وعینی وابن ملک وغیرہم فی الوکالۃ واعتمد فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی و تمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وہذا ہو المعتمد فی المذہب لا ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذہب

اس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہی نہ معزول کرنا وہ نائب ہی اصل سے یعنے سلطان کی طرف سے اور اسوقت مین تو قاضی اسکے معزول کرنیکا مالک نہین بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہین ہوتا اسکے عزل سے اور اسی طرح نائب قاضی بھی معزول نہین ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہی چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالت مین ذکر کیا ہی اور درر اور ملتقی مین اسپر اعتماد کیا ہی اور بزازیہ مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی اور مصنف کے فتاوی مین ہی اور یہی قول معتمد فی المذہب ہی نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اس قول کے واسطے مذہب کے ہم ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے مین معزول ہوجاتا ہی قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح

و نائب غیرہ ای غیر المفوض لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ واجازہ القاضی صح قضاءہ لو اہلا لو قضی فضولی او ہو فی غیر نوبتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول رایہ بحر قال وبہ علم دخول الفضولی فی القضاء

اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے مفوض نہین اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت مین فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہی اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہین بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا مین فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہی اسواسطے کہ مطلب تو اسکی رائے حاصل ہونا ہی اور وہ ان صورتون مین حاصل ہی کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اسسے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا مین

فرع سئل بلخۃ شارح کما فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد ففوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصح ولو عتق فقضی صح بخلاف صبی بلغ

اشباہ اور منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہی قضا تفویض کی تو صحیح ہی اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہین اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اسنے حکم کیا تو صحیح ہی بخلاف صبی کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے احکام صبیان مین بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہی انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہین کیا اگرچہ عموم والی مین قاضی بھی داخل ہی کذا فی الطحطاوی

و اذا رفع الیہ حکم قاض خرج المحکم ودخل المیت والمعزول والمخالف لرأیہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافہم آخر قید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال نفذہ ای الزم الحکم والعمل بمقتضاہ

اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کردے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنے اپنے حکم سے اسکے حکم کو نافذ اور لازم کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہی سیاق شرط مین تو عام ہوگا جمیع الانواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ خود اس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنے قبل مرافعہ ایسا ہی ہی یعنے اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہین ہوتا چنانچہ باب التحکیم مین آویگا اور عموم قاضی مین اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہی اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی مین مفتی سے منقول ہی کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہی تو وہ اسکو رد نہین کرسکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی

لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ فلو لم یعلم لم یجز قضاءہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذہب زیلعی وعینی وابن کمال

قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنے جس امر مین مجتہدون کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمین فقہا یعنی مجتہدون کا اختلاف ہی تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین

کو تو اسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھ خلاصہ مقام یہ ہی کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اسکی تنفیذ واجب ہی یہ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اسمین دو روایتین ہین یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو خود اسکے نزدیک خطا ہی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہی قنیہ مین ہی کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہی تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہی نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اسکی تقلید نہین کی مگر اسکے مذہب کی جہت سے نہ اسکے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسنے واسطے قاضی کیا ہی تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہین کرسکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہی اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہی جو بزازیہ مین ہی کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمدؒ کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہی وہی قول معتمد علیہ ہی مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبینؒ کی ایک روایت پر محمول ہی اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہی کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہی جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہوچکی کہ حکم اسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور یہان مین بھی فتح القدیر سے منقول ہی پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ ویفتی بخلافہ

وکانہ تیسیر افلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہی کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ خلاف اسواسطے فتوی دیا گیا ہی یعنی قضا علی المخالف نافذ ہی خواہ قاضی اس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوا کہ بدریہ مین ہی کہ مین کہتا ہون لائق یہی ہی کہ علم بالاختلاف کو شرط لنفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائیکہ علم مذاہب لبقیہ مجتہدین پھر اسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہوچکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہی یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہی نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہی اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم

حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ھ حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہی الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اسکے سامنے یعنے قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاض کی طرف راجع کیجیے یعنے قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوے صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہی بزازیہ مین ہی کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کو

ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلاوے لیکن بلکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہی نام لینا قاضی کا اور بیان اسکے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم بمذہبہ لاغیر بحر اور اگر ایسا نہین تو یہ افتا ہی تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر ھ حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہی بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتا ہی یعنے طلب فتوی ہی نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

مضمون طحطاوی یہ ہی کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا تھا نہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے و سیجئ آخر الکتاب وانہ اذا ارتاب
فی حکم الاول لہ طلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی مین قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ پڑے قاضی اول کے
حکم مین تو اسکو اختیار ہی کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ عرف ان ہنا فیہ زماننا
لا تعتبر لترک ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات معتبر نہین بسبب ترک کرنے اس چیز کے جو مذکور
ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوے اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہی اسطرحپر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہی فلانے قاضی کے
حکم پر تا قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہی مین کہتا ہون اور گاہے یہ لکھدیا جاتا ہی قاضی اول کے
دستخط پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب اور البتہ رائج ہو گیا ہی ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر
حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے فواکہ بدریہ مین
کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا التسلیم مین بیعہ کا حکم
یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک ور اسطرح حکم صریح ہونا اصل ہی اس باب مین پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کے واسطے پھر تو بیہودگی کی یہانتک
نوبت پہونچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہین وہ کہتا ہی کہ مین نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت مین اسکو کہتے ہین جسکو کوئی شئ واجب کر دے
اور اسکو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقتضیہ
اور موجب عبارت ہی معنی متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہی موجب کی طرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہی ہم مثال
اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضا بیع ہی یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل
ہونا اسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم اور تسلیم ثمن اور مثمن مین الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منسوب ہی بیع کی طرف اور متعلق بالبیع
(دینا) (لینا)
ہی قاضی کے ظن مین شرعاً وہی موجب ہی بیان اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہی اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور
اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہی اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہین اور قاضی کو اسکا دھیان بھی
نہین تو یہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس باعث سے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب قاضی
حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ہی بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے
پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہی تو موجب اس صورت مین وہ معنی ہی جو اس بیع محکم بہ کی طرف مضاف
ہی شرعاً قاضی کے ظن مین یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشئ لا یقتضی بطلان لنفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کہ
بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شئ اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہین ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یون کہے کہ مین نے بیع مدبر کی
مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہی
اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہی تو مقتضاء بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا
کچھ مقتضا ہی نہین اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہران الحکم بالموجب اعم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا
کہ حکم بالموجب عام تر ہی حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہی اور عموم تو ابن العرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہی
ابن العرس نے فواکہ مین کہا کہ لازم یہ آتا ہی کہ بیان حکم مین موجب اعم ہی مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہی بدون مقتضا کے قضا کی بعضی صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین انتہی اور موجب اور مقتضا مجمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کے قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہ ہی کہ موجب بیان مقتضا کے ساتھ صادق آتا ہی اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہی فلہذا متبادر ہوتا ہی کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہی الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی الاماعری عن دلیل مجمع در صورت مراجعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ عرا ہو دلیل سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المحیط ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب و سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہی کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین نہ مطالبہ کرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا بلزوم ثمن متروک التسمیہ عمداً ہم سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہی اسکا کھانا اور بیع اسکی صحیح ہی اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہین اور نہ اسکی بیع صحیح ہی بدلیل آیت قرآنی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اُس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہی ہم سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہی کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہی بدون اُسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہی اور یہی حکم ہی حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابۂ کرام کے اُسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا پر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہی بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہی کہ ام ولد کی بیع صحیح ہی تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ ہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور یہی قول ہی محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہی اور شیخین کا یہ مذہب ہی کہ قضاء مذکور نافذ ہی کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر مین ہی کہ قضاء مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہی بدائع مین ہی کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہ صورت ہی کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اُسپر ہین جو دعوی کرے اور قسم اُسپر ہی جو منکر ہو او بقصاص بتعیین الولی واحدا من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعضے علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہی کہ جب مدعی علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ مدعی علیہ محلے مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اُسکے دعوی پر پچاس قسم جب وہ قسم کھالے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہی تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہی کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح المتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہی فصل مجتہد فیہ مین کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین وقضاء عبد وصبی مطلقا اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہین یعنی خواہ

[Margin notes:]
[1] یعنے جان بوجھکر بسم اللہ کہنی چھوڑ دی ہو ١٢
[2] حلال کرنا زوج اول کو ١٢
[3] اسکا بیان کتاب النکاح جلد دوم مین گذرا ١٢
[4] پچاس قسمین یعنی ١٢

حد پر حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی البحر قضاء کا فر الی مسلم ابداً وکذ لک تفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے جیسا کہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وعدمنہا فی الاشباہ نیفا واربعین اور منجملہ احکام غیر نافذ کے اشباہ مین چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین حموی نے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی منقوض ہوتی ہی انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور سیر فیہ اور فتح القدیر مین ہی جسکا جی چاہیے وہ کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لا ینفذ سبع صور منہا کما لو قضت المرأۃ بحد وقود وسیجئ متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین مذکور کین انمین سے ایک یہ صورت ہی کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن مین آوے گا کتاب القاضی الی القاضی مین اسکے برخلاف جیسا کہ مصنف نے شرح مین ذکر کیا ہم اسمین دو قول ہین خانیہ مین نفاذ مذکور ہی اور بزدوی نے قضاء جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ قضا صحیح ہی موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہی کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہی نہ خلاف کے واسطے ہم یہ تفرقہ عرفیہ ہی والا فقد قال تعالی (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہین اور مراد شارح یہ ہی کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وہل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہی قول اصح یہ ہی کہ ہان معتبر ہی کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ مین ہی ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہی یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہی کہ یہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہی یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہی اور اسکی تاریخ معتبر ہی اور قتل کے مانند نکاح ہی اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث اسی کے ساتھ ثابت ہو گی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب لاحق علی الموت سے ہوتا ہی تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہو گئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہیون پر عمل ممکن ہی ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہی تو اسکی تاریخ معتبر ہو گی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود جیسا کہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسا کہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہی تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے مین جسکے ساتھ لڑکا ہی اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہی یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی ولوالجیہ مین یون ہی کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوے کیا کہ اسنے اسکے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اسکا وارث ہون کوئی اسکا وارث نہین سوا میرے اور اس دعوی کو گواہون سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہی سو اسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اسکا ہی اور اسکا وارث ہی اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسمین مین یہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور ولد کو ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کرون اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنے محشوہا من الاول مسائل منہا ادعیاء میراثاً فلاسبقہما تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہین از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو میراث اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق تر ہے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو بیان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن الوکیل علی الوکالۃ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنے طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہین رہتا طحطاوی نے کہا بیان حکم کہان ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا برہن انہ شراہ من ابیہ منذ سنۃ وبرہن ذو الید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذو الید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذو الید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لایخفے اور بھید اسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینۃ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اسکا وارث پائے گا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہین ہم اجناس مین مذکور ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بظلم خالی نہین قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخرین مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہوچکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین اسواسطے کہ بیان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہین اسلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین درباب ارث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات مین لہذا عورت کے گواہ بیان مقبول ہوئے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن مین ہم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوے کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوے کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیان ہین اور مولی کی ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے کذب کو نہ جانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین مانند اقالہ اور طلاق کے

اور ایک نسخہ مین بعد رضی اللہ عنہ کے ...

بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہد نے تیرا نکاح کردیا ھ یہ امام کی دلیل ہی مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اسنے قائم کیے تو آپ نے دونوں مین ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہی تو میرا نکاح اس سے کردیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدون نے تیرا نکاح کردیا تو اگر دونوں مین نکاح منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمین دونوں کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہی کہ مشتری نے غیر پر دعوے کیا کہ اسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہی باطن مین بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہی اور طلاق کی یہ صورت ہی کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اسپر شہود زور قائم کیے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہین اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہی خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہین دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نجانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہی اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہی کہ شہادت حرام محض کو سبب حلت کا نہین ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہی یعنی درصورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہین بلکہ وہ واجب ہی اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہین اور قضا مرتب ہی شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہی بنا بر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی وصدر الشریعۃ بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہی کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن مین تو تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہی کیونکہ قاضی اسکا مامور ہی حق تعالی کیجانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہرا فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر مین نافذ ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ھ یعنی قضا بشہادت زور ظاہر مین نافذ ہی نہ باطن مین اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر مین حجت ہی نہ باطن مین تو قضا بھی اسی طرح فقط ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہی بقدر حجت کے قہستانی مین حقائق سے منقول ہی کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہی کہ قول ابو حنیفہ ہو الاوجہ یعنی قوی ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہر فقط اجماعا لتزاحم الاسباب بخلاف قضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہین تو فقط ظاہر مین نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ھم یعنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہین کہ انمین ظاہر ہی مین فقط قضا نافذ ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ مثلاً نکاح مین نکاح مقدم ہو جاتا ہی قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ مین نے تیرا نکاح اس سے کردیا باہم دونوں مین نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ مین ایسا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہی اور بعض سبب اولی نہین بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو بیان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہین بطریق اقتضا پھر جب باطن مین قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہین اور مقضی علیہ کو حلال ہی لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر مین کریگا تو لوگ اسکو نسبت تفسیق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی وعن الولوالجیۃ حتی لو ذکر سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاءہ تو اگر املاک مین سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ھ یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہی بسبب خریدنے کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے بثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی مین نافذ ہوگی نہ باطن مین والا لا ینفذ اتفاقا کالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہین کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن مین نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہی لیکن ایسا سبب نہین ہی جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اسی سبب پر ہی جو قاضی کے حکم سے پیدا ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع مین ہی کہ میراث اور مطلق ملک

دعوی مین برابر ہین اور اسی قول کو ہم کہتے ہین انتہی وکما لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ او ردۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی ونکاح الفتح
اور جیسا کہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہا کے اور جیسا کہ اگر قاضی گواہوں کی دروغگوئی سے واقف ہو جاے کہ وہاں اصلا قضا نافذ نہوگی جھوٹی قسم
کی قضا کے مانند کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر ہم بشر یہ تھا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتھ تمثیل دیتا کیونکہ دونون صورتون مین اصلا قضا
نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین یمین کاذبہ کی یہ صورت ہی کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ
کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہی تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہی کہ بلاشبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس
رہنا جائز نہین اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہی خلاصہ مین ہی کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہین اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک
شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہی نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع
ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی راے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا نہ بھولکر نہ عمدا
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہی کہ نفاذ پر فتوی ہی چنانچہ صغری مین کافی سے فتوی منقول ہی
کذا فی الطحطاوی ہم یہ مسئلہ عنقریب صحیح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی تقضی من لیس مجتہد الحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور
صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب جیسا کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف
یا محمد وغیرہما امام کے شاگردون کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہین ہی چنانچہ در ر مین ہی یہ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقیید نہ
واقع ہوئی ہو والا فہو معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح
مذہب کے ساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے مین تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہی تو قضا بلا اختلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے
انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلا لیسطر اور البتہ مین نے متغیر کردیا وہبانیہ کی بیت کو سو یون کہا
اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہین نہ عامدا نہ ساہیا اسکو لکھ رکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ
عن سیر التتارخانیہ وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا ہی کتاب السیر تاتارخانیہ
وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جاے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب
کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین قول مفتی بہ پر کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی بدلیل
حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہی جو ابو داؤد مین مروی ہی کہ
جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونون خصم بیٹھین تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے
سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا
حکم کا مانع ہی اور یہ ثابت ہی خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہی کہ منکر عاجز ہو دفع
اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہین ہو سکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ
کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہین مگر اسکے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہی جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ جیسا کہ غائب کا
وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا ہم خواہ وکیل خصومت اور دعوے کا ہو خواہ حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسنے کسی کو وکیل

مقرر کیا اُسپر حکم ہوا قنیہ مین ہو اقامت بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اُسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا موصی پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مرگیا، وارثنا
وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہے اسو بینہ مذکورہ سے اُسپر حکم ہوگا جو حاضر ہو انتہی اور وصی سے وہ وصی
مراد ہو جو میت کی طرف سے ہو نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہو اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی الغائب
والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرة وکیلہ وبحضرة وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے
یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہو نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت
کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان احد الورثة کذلک نیتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم جر
لبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین
منحصر نہین اسواسطے کہ ایک شخص وارثون مین سے اسطرح خصم قائم ہوتا ہی باقی وارثون کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک
خصم ہوجاتا ہی دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہو خصم ہوجاتا ہی یتیم کی جانب سے اور جنپر وقف ہوا ہی اُن مین
سے ایک دوسر کا نائب ہوجاتا ہی یعنی اگر وقف ثابت ہوچنانچہ باب الوقف مین مذکور ہوچکا او نائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما یجیٔ یا قضا جائز
ہی غائب پر اُسکے شرعًا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا
مسخر وہ ہی کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سُنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب
سببا لا محالة لما یدعی علی الحاضر کما اذا برہن علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیة لا محالة مثال سبب لا محالہ
سببا لا محالة فلو شری امة ثم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب واراد ردہا بعیب الازدواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال
لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہی غائب پر اُسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو
شخص حاضر پر دعوی کیا جاے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی
نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اُسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہوگیا ہو کذا
صرح ابن کمال ھ شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج
غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیة لا محالة مثال سبب لا محالہ
کی چنانچہ دعوی کیا اُس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے مین ہی اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اُس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا
پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہوجائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید
کرنا مالک سے سبب ہی ملکیت کا لا محالہ قطعًا اھ اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شرار دار سبب ہی ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک
سے خرید کرنا سبب ہی ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیة ولہ صور کثیرة ذکر منہا فی المجتبی اثنتا وعشرین اور غائب کی نیابت حکمی کی
بہت صورتین ہین انمین سے مجتبی مین اُنیس صورتین مذکور ہین ھ ازانجملہ یہ ہی کہ مدعی گواہ لایا اُسپر کہ اُسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہی اور یہ شخص حاضر اُسکا
ضامن ہی اُسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت با مر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازانجملہ یہ ہی کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ
تونے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور مین اُسکا شفیع ہون اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اُسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اُس سے خرید کرنے کا
اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہی اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہی جسکو شارح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح عن المجتبی

ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطاً لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید و برہن علی التطلیق لغیبۃ زید لایقبل فی الاصح اذا کان فیہ
ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امراتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوے کیا جائے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوے کیا کہ اُسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق
واقع ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جبکہ اُسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب
کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہی تو ثبوت
دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین ھم قضا فی الشرط مین اختلاف مشائخ ہی اور
صحیح یہ ہی کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہی کہ سبب اصل ہی نسبت بہ مسبب تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا
نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہی نسبت بمشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی المشہود
علیہ ان الشاہد عبد فلان فیبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ فتقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہی کہ مشہود علیہ یہ دعوے
کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہی سو گواہ لاوے مدعی کہ اُسکے مالک غائب نے اُسکو آزاد کر دیا ہی تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق
حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہی عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ھم صورت اُسکی یہ ہی کہ عورت ایک مرد پر دعوے
کرے کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہی سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے طلاق
پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی
تصریح ہی اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کے واسطے جامع الفصولین مین ہی کہ باوجود اسکے اگر قاضی اُسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے
سبب سے ودعوی کفالۃ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ھم صورت اُسکی یہ ہی کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا
کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج تجکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا ضامن ہون سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ
قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان لاینزی فحیلتہ ما فی دعوے البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا
وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولایحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اُسکا حیلہ وہ ہی جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہی کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اُسکے زوج غائب نے اُسکو طلاق دی
اور اُسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اُس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اُسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے
عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہی حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہو گا ھم طحطاوی
نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہی تو اُسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہی اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہی اور طرز بیان شارح اُسکا موہم ہی کہ دعوے دروغ مین یہ حیلہ
جاری ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہی اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہی حالانکہ دونون
مین تلازم نہین سو اگر یہ مراد ہی کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہی انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان کیا ہی اُسکو
ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہی اُس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین
بحر الرائق مین ہی کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہی بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہی یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

قضا علی الغائب جائز ہی خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہین اور ظاہر یہ فتوی اُس قاضی کے حق مین ہی جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہی اسواسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہی کہ قضا علی الغائب
جائز نہین چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہی اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا عدم مذہب لازم نہ آوے یا فتوی نفاذ کا مفقود کے حق مین محمول ہی
نہ مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ مرجحہ غیر واحد وفی المنیۃ والبزازیۃ وجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہی کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہین اور اسی
قول کو راجح کہا ہی اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور جمع الفتاوی مین کہا اور اسی قول پر فتوی ہی ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا
علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہو گی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کر دے ہم
طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہی کہ توقف کا قول تیسرا قول ہی حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہی عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ
وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہی اور قول معتمد وہ ہی کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہین مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہی ہم مسخر کی تفسیر
عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہی کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع
چھپ رہا ہم یعنے مشتری نے مدت خیار مین رد مبیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہی تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے
تا اُسکو مبیع پھیر دے صاحب بحر نے اسمین دو قول نقل کیے ہین بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مکفول لہ چھپ رہا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا
حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہی سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اُسکو نہ پایا یہان تک کہ مدت گذر گئی
تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اُسنے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ
ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایت مین ہے ہی کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفیہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ
یہ ہی کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہی یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو
قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا اسی قول پر فتوی ہی شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہین اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہوگا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہی اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا بقول مفتی بہ کذا فی الطحطاوی
وجعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع
طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسۃ اذا تواری الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیہ پانچوان
مسئلہ یہ ہی کہ جب متخاصم چھپ رہے دار القضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتون مین اور یہ قول ہی ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ
قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بینہ مرۃ بعد اخری ثم ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی
سے نقل کیا کہ یہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہی اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے
ولا یبیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین لغیرہم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہی نہ وارثون کو بسبب
نہ مالک ہونے وارثون کے جبکہ دین وارثون کے سوا اور کسی کا ہو ہم مثلاً متروکہ ہی پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اسکو بیچ کر ادا دین کریگا
نہ اسکے وارث مگر جبکہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہی تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون
سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نہ کرین تو قاضی کو بیع متروکہ کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی یقرض القاضی مال
الغائب واللقطۃ والیتیم من ملی موتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور
مال یتیم مالدار امانت دار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے ہم قاضی بسبب

کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہذا مستحب ہی کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہی نہ ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہی کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسی کا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہی مگر غنی سے نہ محتاج سے ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہی چنانچہ قنیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہی جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کمانے والا ۱۲ سبیہ وله اخذ المال من اب مبذر ودفعہ عند عدل قنیہ اور قاضی کو جائز ہی فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اُسکو رکھوا چھوڑنا مرد عدل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصک ندبا لیحفظ اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صک عبارت ہی مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہی لا یقرض الاب ولو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اُسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہی اور قاضی کو اپنے فرزند کے واسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسی کو قرض دے سو اگر باپ وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اُنپر لازم ہوگا بسبب اُنکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہی ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اُس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہی کیونکہ ولایت اُسکی قاضی کی ولایت سے عام تر ہی اسواسطے کہ نفس اور مال مین دونون کی ولایت یکسان ہی مگر مزید شفقت مین باپ زیادہ ہی قاضی سے تو ظاہرا باپ اُسکو قرض نہ دیگا جو لیکر منکر ہو جائے خلاصہ جواب یہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہی بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق ونہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنے ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر ومتی جاز للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہی تو اُسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طالب کا ہو تو اُسوقت اُسکا خیرات کرنا جائز ہی تو اس حالت مین قرض دینا بھی جائز ہی ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان تعمد واقر بہ ای بالتعمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی لہ ذرر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہی اُسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہی یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ خلاف حق واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد مین ہو تو اگر حق العباد مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اُسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہی قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اُسکا بیت المال مین ہی اور اگر قاضی نے عمداً حکم کیا حکم مین اور اُسکا اقرار کیا تو اُسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمۂ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد لو قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

قاضی اگر حکم میں خطا کرے

وفیہ عن ابی یوسف اذا طلب جوہ ورشوۃ ردت قضایاہ وشہادتہ اور فتح القدیر میں ہے سراج کی طرف نسبت کر کے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ مین نے عمداً ظلم کیا تو نزدیک ہو جایگا قضا سے اور اشباہ میں البزازیہ سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہم یعنی حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم نہ ثابت نہیں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی وتخصیص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصوصیت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم ظہیریہ کے مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے یعنے یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نہ کرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہون تو اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہوئے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاذ یحیی منقار سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین روم نے قاضیون کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوا وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تردد کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے در باب عدم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصراً امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا مشروعیت نافذ ہوتا ہے جبتک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اُس سے کہیں کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نہ کروائے جس سے آپ کا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعۃ امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جواز تحلیف منقول ہے یعنے شاہدون سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رائے ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب الرائے نہو تو تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اُسکا قاضی کی طرف جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح سفتی بہ نافذ ہے چنانچہ ادب الخصاف میں ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلون میں جنکو ہمنے ذکر کیا ہے شرح کنز میں یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اُسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کی طرف تو اگر اُسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی خصمین ضرور ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضافہ میں جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جائے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر دعا علی الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں مکتوب محکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا مکتوب اُسکی طرف جائز نہیں اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا بنہایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر

محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہے اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کی طرف نہین پہونچتا اور محکم کا حکم بغیبت بائع کے بائع کی طرف نہین پہونچتا مگر جبکہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہوا اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہین بلکہ اسکا حکم جائز ہے جمیع بلاد مین یعنی بعد رضا کے متخاصمین اور اگر محکم مین اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین چلپی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم مین ہے انتہی ملخصا اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الطحطاوی حرمی فصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جاتا ہے اسکو اور تعزیر دیجاوے وفی الاشباہ لایجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے حموی اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمے مین گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ انمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو انسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ انکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر انکی عداوت کا سبب ہوجاتا ہے بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہے تو حتے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو ارضائے خصمین کی توقع ہو تو اسکے رد کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نہ کرے شاید صلح کرلین اور انکو دوبار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فک کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی الطحطاوی

ولا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنے اُسپر عمل نہ کرنا اور اسکو باطل کردینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا امام اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہوگیا کہ اسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پھر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی امام نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہوچکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدۂ قضا کے وقت اس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض دیا بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے یا حالت قضا مین جانا تھا مگر غیر شہر مین پھر اس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہے پھر وہ معزول ہوگیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً افسل

القاضی حکم فلو زوج الیتیمة من نفسه او ابنه لم یجز قاضی کا فعل حکم ہی تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہم فعل سے مراد وہ ہی جو
قاضی سے صادر ہو بلا تلفظ صیغۂ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز ہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے فرزند
کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہم یہ استثنا ہی فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی للقاضی
بتزویجها کان وکیلا ایک صورت یہ ہی کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہوگا تو اگر اسکے عقد کا
مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان له اعطاء غیرہ دوسری
صورت یہ ہی کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقراء کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہی ہم اس مسئلہ میں قید یہ ہی کہ قاضی نے فقیر کے واسطے
راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم نہ کر دیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلة الوقف المذکورة
فامرہ فتوی فلو صرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم ہی مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہی تو اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہی ہم مثلا قاضی کا
یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ مگر اسکو تسلیم کرا دیں ادا کر تو یہ حکم ہی اشباہ میں عمادیہ اور بزازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضی قرابت دار وقف
کے محتاج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف میں سے انکو دیا جاوے تو یہ امر بمنزلہ فتوی کا ہی یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کی
طرف صرف کرے تو صحیح ہی القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر به المریض قاضی قسم دے میت کے دین والے کو اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب نکریں کذا فی الطحطاوی لا القبول قول امین القاضی انه حلف المخدرة الا بشاهدین قاضی کے
امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہدوں سے ہم بزودی اسلئے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہی جسکو غیر محارم نہ دیکھیں
کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضی بلاد میں عادت ہی وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی من اعتمد علی امر
القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العهدة انتهی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انتهی کلام الاشباہ
ہم مثال اسکی یہ ہی کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو نقد دینا خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہاں تک نہ پہونچ سکے اور
موصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہی جسپر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیروں کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی رہیگا اور مدیون
کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منا فی الوقف عن المنظومة المحبية معزیا للمبسوط ان للسلطان مخالفة
شرط الواقف لو غالبة قری ومزارع وانه یعمل بامره وان غایر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے نسبت بمبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط
واقف کا جائز ہی اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
مفتی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امراء کے اوقاف میں واقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی ملوک یا بیت المال کی طرف
راجع ہی اس طرح پر کہ واقف انکا رقیق ہی بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہیں انتهی اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہی جنمیں واقفین کی ملک ثابت نہیں
اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہی تو شروط کی مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف قلت واجاب صنعی افندی بانه متی کان فی الوقف سعة ولم یقصر فی
اداء خدمته لا یمنع فتنبه میں کہتا ہوں اور صنعی افندی نے یوں جواب دیا ہی کہ جب وقف میں گنجایش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کرا دیا
بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے میں قصور نہ کرے تو ممنوع نہیں یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہیں سو آگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہی جبکہ وقف
واقف کا ملک ہو یا جواب اس اعتماد پر ہی کہ گنجایش وقف ظاہر اس دلیل پر ہی کہ اصل اسکی بیت المال سے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانية یحبس الولی بدین الصغیر
حتی یوفیه او یظهر فقر الصغیر قلت لکن قدم شارحها عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل لنفیه هنا قاله الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہی کہ

قبول کرے اور مانند اُسکے یہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین اُسکو قبول کر لین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے تو اُسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنے پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو مع پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی البنایہ وشرطہ من جہۃ الحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنے پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اُسکا ہے قضا کے واسطے چنانچہ اُسکا ذکر ہو چکا یعنے پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی ہم ظاہر ا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاہلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم ووقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد بفتح اللام مشددۃ بخلاف الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جاوے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادائے شہادت کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت وقدمنا انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی افندی للمتبغی اور پہلے ہمنے اُسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اس قول کو متبغی کی طرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر یہ ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالۃ فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اُسنے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونون اُسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد و قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین اُسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب مجہول ہونے کے ہم شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بحکمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم بکرہ خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اُس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ زبردستی سے پنچ کیا گیا ۱۲ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اُسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اُسی پر نافذ ہے جو راضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذہ لا یجوز بالصلح فلا یجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہوگی وینفرد احدہما بنقضہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین میسے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنے موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اُسکا ماننا لازم ہو گیا اور اسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی مسئلۃ ما لو حکم احد الشریکین وغریم لہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک یتعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح تجر اور متعدی نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کی طرف مگر اُس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اُسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اُسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اُسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح تو اگر بائع اور

محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اُسکو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہی قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے مین برابر ہین تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو بیان یہ قول ہی شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اُسکا کاہیکو محبوس ہوگا اور خلاصہ مین ہی کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین کے استہلاک سے ولیکن اُسکا باپ یا وصی حبس کیا جائیگا انتہی اور ظاہر وجہ توفیق بین القولین یہ ہی کہ قاضی خان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہی چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی قال

ولیس للقاضی البیع مع وجود اب اووصی وہی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیہ ومتی باع فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ للمتن مغیر البعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہی مین کہتا ہون اور یہ مسئلہ تو قنیہ مین ہی اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اُسکا توڑدینا جائز ہی اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہی سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یون کہا ہے وینقض بیع من اب

او وصیہ ٭ ولو مصلحا والاصح النقض یسطر ٭ اور توڑی جاے بیع باپ یا اسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہی یہ حکم مسطور ہی کتب مذہب مین ویحبس فی دین علی الطفل والدہ ووصی وللتادیب بعض یصور اور حبس کیا جائیگا طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعض علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہین یعنی بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہی تاکہ وہ ڈھیٹ نہو جاے وفی الدین لم یحبس اب مکاتب ٭ وعبد لمولاہ وبالعکس

ومعسر ٭ اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب مولی کے دین کتابت وغیرہ مین اور نہ غلام مولی کے دین مین اور نہ مولا غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہی قلت لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ہان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اُسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہی یعنی حبس مولی اسواسطے ہی تاکہ اُنکو وہ دیون حاصل ہوجاے دین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسی طرح مولی محبوس ہوتا ہی اپنے مکاتب کے دین مین مگر اُس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلاً دس درم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغائر ہی دین کے تو مولی محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہون پر ہوئی ہی تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہوگا ففی عتاق الوہبانیہ سے وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ٭ مکاتبہ والعبد فیہا مخیر ٭ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہی اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولی کو مکاتب اُسکا اور غلام کتابت مین مختار ہی یعنے چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفی حجرہا ٭ ویحبس ذو الکتب الصحاح المحرر ٭ علی الدین اذ بالکتب ما ہو معسر ٭ اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہی اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہم قنیہ مین ہی کہ فقیہ پر دین ہی اور اُسکے پاس کتابین ہین تو وہ در حق قضاء دین مقدور والا ہی تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہی درحق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہ باب ہی تحکیم مین یعنی پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہی قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اُنہی پر مخصوص ہی جنہے اسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہی کسی چیز مین تو میرے پاس آتے مین سو مین اُنمین حکم کردیتا ہون تو مجھسے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہی رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فی مالک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہی اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہی متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہی یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرلینے دوسرے کے یعنے محکم کے اسکو یعنی مخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اُسکو

قبول کرے اور مانند اسکے یہ ہے کہ حکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے
تو اسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطه من جهة الحكم بالكسر العقل لا الحرية والاسلام فيصح تحكيم ذمي ذميا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنی
پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو حکم پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی
کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایہ وشرطه من جهة الحكم بالفتح صلاحيته للقضاء كما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنے پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کے
واسطے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنے پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے
تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی ہم ظاہر فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاهلية المذكورة
وقت اي التحكيم ووقت الحكم جميعا فلو حكما عبدا فعتق او صبيا فبلغ او ذميا فاسلم ثم حكم لا ينفذ كما هو الحكم في مقلد بفتح اللام مشددة بخلاف الشهادة
اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا صغیر کو
پھر وہ بالغ ہو جائے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادائے شہادت
کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت وقدمنا انه لو استقضي العبد ثم عتق فقضى صح وعزاه سعدي افندي للمتبني اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی
مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اس قول کو متبنی کی طرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر یہ ہے
ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حكما اول من يدخل المسجد لم يجز اجماعا للجهالة فحكم بينهما ببينة او اقرار او نكول ورضيا بحكمه صح لو في غير حد وقود ودية على عاقلة
متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اسنے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونون اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت
علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہے مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین ہے بسبب اسکے مجہول ہونے کے ہم
شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا
بحکمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم نکرہ خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اُس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ
زبردستی سے پنچ کیا گیا ۱۲
حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت
اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اُسی پر نافذ
ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا الاصل ان حكم المحكم بمنزلة الصلح وهذه لا يجوز بالصلح فلا يجوز بالتحكيم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور
قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہوگی وينفرد احدهما بنقضه اي التحكيم بعد وقوعه كما ينفرد احد العاقدين في مضاربة وشركة
ووكالة بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت
اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنے موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حكم لزمهما ولا يبطل حكمه بعزلهما لصدوره عن
ولاية شرعية پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اُسکا ماننا لازم ہوگیا اور اسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے
ولا يتعدى حكمه الى غيرهما الا في مسئلة ما لو حكم احد الشريكين مع غريم له رجلا فحكم بينهما والزم الشريك يتعدى للشريك الغائب لان حكمه كالصلح بحر اور متعدی نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین
کے غیر کی طرف مگر اُس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کر دیا تو
دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجار کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر فلو حكماه في عيب مبيع فقضى برده ليس للبائع رده على بائعه الا برضى البائع الاول والثاني والمشتري بتحكيمه فتح تو اگر بائع احد

مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا بیع کے عیب میں سو اسنے رد بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اسکا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری اسکے راضی
ہو جاتے اُس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک ونحو ذلک کیونکہ بیان
کرنا چاہیے کہ تین یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہد فیہا میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم کرنا اور
یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم از انجملہ یہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم
مقرر کیا کہ وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا لکن ہذا مما یعلم ولا یفتیٰ وظاہر الہدایۃ انہ یجیب بلا یحل فتامل
لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہیں ہے سو تامل کرو یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے
جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس
ہم مذہب پر دلیر ہو جاویں وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی
عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعی علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے
یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحطاوی
لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہو گیا
تو اب اسکا اخبار بجائے شہادت شاہد یعنی نہیں ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت
کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے
اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہما ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین
کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع
محکوم بہ پر ضروری ہے یعنی اب ایک رائے پر فیصلہ صحیح نہ ہو گا تا وقتیکہ دونوں متفق الرائے نہوں وامضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا
اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا
رافع نہیں ہم اسواسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہو گا ولیس لہ ای للمحکم
تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہیں محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو
جائز رکھے تو جائز نہیں مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الطحطاوی ثم حکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیہ اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا
رافع خلاف امام نہیں بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہو گا فلو رفع الی موافق
لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا پھر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا حکم
کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی و
الحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج الی التحکیم جدیدا بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر
چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں انمیں سے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کیے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہو گا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید
کی حاجت ہو گی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہوتا ومنہا لو رد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت
کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہو اور میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا

ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے طحطاوی نے کہا صدر الشریعہ نے تصریح کی ہے کہ محکم کو حبس کا اختیار ہے وکذا لہم ارکم قبولہ الہدیۃ وینبغی ان لا یجوز ان اہدی الیہ وقت التحکیم
اور اسی طرح میں نے نہیں دیکھا محکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصم نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اراد بغیرہ قولہ والمراۃ تقضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا
والمراۃ تقضی الخ یعنے عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام میں ہم کتاب بمعنی مکتوب ہے اور غیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس
باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اسمیں ہیں القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکھے بھیجتا ہے
دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں اسی کا فتوی ہے بطریق استحسان کے ہم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصاء اور موت اور
وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور اعیان منقولہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے
اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسی کا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد و قود للشبہۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہ کے یعنی شبہہ بدلیت
عن الشہادت سے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو انمیں خط پر عمل کرنا انکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدر رفان شہدوا علی خصم حاضر
حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ یعنے اسواگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ
تحریر مکتوب الی القاضی کا توطیہ ہے کذا فی الدر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جائے ورنہ تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے
یا اسکے وکیل سے مگر جبکہ غائب ہو جائے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم
وہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی
کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح پچھلے سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاویں ہم مغرب میں ہے کہ سجل قاضی کا
نوشتہ ہے جسمیں اسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی وصف دعوی اور اسامی شہود اور دراہم انکی
اور کفالہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جسمیں دعوی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی
الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رایہ وان کان
مخالفا لرای الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمے الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے
گواہی کو اس قاضی کی طرف جسکی ولایت میں خصم ہے تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے
کیونکہ یہ ابتدائے حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمی بہ کتاب حکمی
ہے اور یہ سجل نہیں ہم سجل اسواسطے نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقراء الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود
الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کردے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط
لیجائیں دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت کے تا ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور ختم کے
اسیر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ وہو ان
یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ کہ اسمیں اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت
دونوں کی لکھے ہم یعنے فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اس واسطے کہ

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

نام اور کنیت مین لوگ شریک ہوتے ہین اور حموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بوجہ امتیاز لکھے
اور حق اسمین ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی الظاہر لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل
یہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنے لفافہ پر تو مقبول نہوگا لیکن مصنف نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف مین تھا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر
عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی الخزینۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف رحمۃ نے کفایت کی ہے اسپر
کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنے خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہین اور
اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ خزینہ مین ہے کفایہ سے اور ملتقی مین ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہم یعنی ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انھون نے وقائع کو دیکھا اور
جسمین مصلحت تھی اسکو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معائنہ نہین ہوا تو معائن تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل
الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نہ کرے یعنی
اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اسی
خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین
جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے
اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے
کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود
کی کچھ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھ حاجت
نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طالب امان ہونے کے واسطے
انتہی تو اب اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی دار الحرب کے من دار الحرب لکھتا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البرآت اور اشباہ مین ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان کے
ملحق ہین فرامین سلاطین دربارۂ وظائف ہم برات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور یہ الحاق
صاحب اشباہ کی طرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر لینے
انکے بہی کھاتے ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو السعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اسکے قول
پہ خرید و فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتابت مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے
شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے
کے اتنے درم ہین تو اسپر دین لازم ہو گیا سرخسی نے کہا اور اسی طرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت مین ہے کہ جب کاتب پر دین ہو
نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل مین ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال مین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہے پھر وہ مر گیا اور
اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ مین انتہی طرسوسی نے ان مسائل
پہ اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جواب
دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسیپر ہے انتہی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کی اصل وضع اس

دین مین ہی جو کاتب پر ہی چنانچہ نفس حمص متند الیہا سے معلوم ہوا یا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر آتا ہی اُسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے نہین کہا
بلکہ بعضے ناواقفون نے ابن وہبان کی تبعیت سے اُسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہی کہ کہان سے یہ ہمکو معلوم ہوا کہ سواے مال اور
مال الیہ کے وہ کچھ نہین لکھتا اسواسطے کہ گاہے صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم نہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے مین
تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اسکے دین کے ثبوت مین اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی اصل نفس خزانۃ الاکمل سے اور منشار غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اسکا یقین ہو بعضون نے
کہا اور اسی کا فتوی ہی حم خزانۃ الاکمل مین ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی مین جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو
انتہی عیون مین کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ مین نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور کمتر
مشتبہ ہوتا ہی خط ہر وجہ سے تو جبکہ تیقن ہو جاے تو اُسپر اعتماد جائز ہی تا لوگون پر وسعت ہو جاے تنگی اسمین باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی بتصرف تتمہ خانیہ مین ہی
کہ ایک شخص کے پاس زمین ہی سو ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور اُسنے صک ظاہر کی جسمین خطوط مین عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اُسنے
حکم طلب کیا اُس وثیقہ کا علمانے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہین اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی یا اقرار یا نکول اور صک یعنے نوشتہ
حجت ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اسی خانیہ مین ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ
کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہین سوا اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط مین مشابہت ظاہر نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے
کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی مین ہی کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اُسوقت کا باقی نہو اور
اسمین حکم یا شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند مین لکھا ہو کہ یہ میرے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدون کے ہی تو جائز ہی اُسکے موافق
حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ نقض اور تزویر کی تہمت اُسمین نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہاے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ بمنزلہ دو بینہ
کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کہاے تو اُسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی جو اصل مذہب کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی
ولابد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہ الثانی بحیث لا یعود فی یومہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ و سراجیہ اور
ضروری ہی مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت مین مسافت مذکورہ ضروری ہی ظاہر الروایہ مین اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی
کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اتنی مسافت مین جسمین آدمی عود نہ کر سکے اُسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب
بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی
معزولی سے قبل پہنچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی [illegible] ولا یبطل لو بعد
وصول کتابہ اور بعد قراءتہ کے اگر کاتب مر گیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہین یعنی اُسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد
عدالتہ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے
سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکل جانے کاتب کے بحیثیت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ
لخروجہ عن الاہلیۃ اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ [illegible]
مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنے یون لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کی طرف
یا جو مسلمانون کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوبہ کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا ہی سے تعمیم کرے

جو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ لا یبطل بموت الخصم ای کان لقیام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا
مدعا علیہ کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر بلکہ وکذا لا یبطل بموت شاہد الاصل کما سیاتی متنا فی باب [illegible]
لما نقل فی الخانیۃ ہنا فانہ مخالف لما ذکرہ نفسہ ثمہ فتنبہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادۃ علی الشہادۃ کے باب میں متن کے
اندر آویگا بخلاف اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادۃ علی الشہادۃ کے باب میں ذکر
کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء
بعلمہ فی الاصح بحر فمن جوزہ جوزہا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کرو کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست
کے واسطے حکم کرنیکے اپنے علم و دانست سے ہے قول صحیح میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بالعلم قاضی جائز رکھی ہے اسنے کتابت بھی اسکی دانستگی جائز رکھی اور جسنے قضا بالعلم ناجائز
کہی اسنے کتابت بھی ناجائز کہی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم کہتے ہیں جب قضا بالعلم معتمد نہ ہوئی تو کتابت بالعلم کیونکر معتمد
ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید
کما قدمناہ فی الحدود ولم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ان المختار الآن عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو گویا سلطان قید ہے قضا بالعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم
اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار یہ عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا ہم شارح نے شرح وہبانیہ
سے استدراک کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد [illegible] سے ہو حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی
الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ لله تعالی کرتا وہ مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ لله تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا
یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نشہ ہوا ہو چنانچہ اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
غیر انہ یعزر من بہ اثر السکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جسمیں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں وعن الامام
ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت
کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت
از دواج اور مولی کو عدم استخدام قن اور عدم وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن یہ امر بطریق احتساب [illegible]
ثابت ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام کما لک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی
رستاق الی قاضی مصر او رستاق واعتمدہ المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہے سلطان کی طرف سے کہ جو اقامت
جمعہ کا مالک ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں
اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابتہ ہذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے
تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہی نہ ٹھہرا ہم
ابتدائی مذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیہا لو تعین الخطاب بالمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کیطرف
متعین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہم اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر والمرأۃ
تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوائے حد اور قصاص کے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوا اُس قوم کا جسنے اپنا کاربار عورت کو دیا ھم بحر الرائق مین لن یفلح قوم ؕ یعنی ہرگز بھلا نہوگا اُس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہر کہ انھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر لائق اُس سے نہوسکیگی **و تصلح ناظرۃ** لوقف و وصیۃ لیتیم و شاہدۃ فتح تصحیح لتقریرہا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہر وقف کے ناظر ہونیکی اور یتیم کے وصی ہونیکی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہر مقرر کرنا اسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال رقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور مین نے فتوی دیا اُس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پھر اسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ھم یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہر اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہر کہ عرف واقفین واجب الرعایۃ ہر اور تا حال کسی وقت اُسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کامل ہر تو اُسکی غیر مراد کی طرف کیونکر اُسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور ہر کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونیکو اختیار کیا ہر نہ اُسکے رسول ہونیکو کیونکہ عورتون کا حال تستر اور اخفا پر مبنی ہر ھم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہر تعلیم اور اقامت دلائل کے واسطے اور یہ نہین ہوسکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہین بدء الامالی مین کہا کہ عورت کا ہے نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہر علم عقائد کا صاحب فتح القدیر نے اُسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہر کذا فی الطحطاوی **ولو قضت فی حد و قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ** ابطالہ کخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہر اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کردیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ھم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہر انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو اُنمین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا **کما مر والخنثی کالانثی** بحر اور خنثی عورت کے مانند ہر کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا **واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ** او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیہ اور دریافت کر کہ جب قاضی یا اُسکے ولد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اُسکی قضا جائز ہر چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہر یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہر ھم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہر کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہر کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول ہر تو اُسکے نفع اور نقصان مین اُسکی قضا بھی صحیح ہر انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہر چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہر کذا فی الطحطاوی **ولو قضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ** وہو قضاء الاصل بما شہدوا بہ عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اُسکے یعنی اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہر کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اُسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقۃ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہر کذا فی الاشباہ ھم معین الاحکام میں ہر نہ قضا سے

مانند افتا ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اُس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا یقضی لنفسہ
ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ مین ہی کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت مین ھم یون مناسب تھا کہنا مگر الفیا مین صورت اُسکی
یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہی یا قاضی کے بعضے اقارب پر جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مردنے دعوے کیا کہ مین
میت کا وصی ہون اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ اس حالت مین
قاضی شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر قاضی دین
دیگا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہی پھر دینے کے بعد اُسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اُسکی نافذ ہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ ہوگا اسواسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس مرد کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس گواہی مین قاضی کی منفعت ہی یعنے
براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہین اسی طرح قضا بھی صحیح نہین تو اگر قاضی مذکور مرجاے یا معزول ہو جاے تو قاضی ثانی اُسکے حکم کو باطل کریگا اور
مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اُسکے قرابت دار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امراتہ ولامراۃ
ابیہ ولو فی حیاۃ امراتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین صحت قضاے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے
باپ کی زندگی مین دیا ہو وانہ تقضی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف ونادبیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی اُن اوقاف مین جو اُسکے تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے
مضمون مذکور دو بیتین زیادہ کین سو یون کہا ؎ ولقیضی لام العرس حال حیاتہا * وعرس ابنہ وہو حی محرر * اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات مین اور حکم کرتا ہی اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہی یہ حکم محرر ہی - وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ * بمیراث مقضی فیتبصر وا * اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہی بشرطیکہ جسکا اُسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اُسمین حکم کرے جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت مین
دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہی خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فیتبصر دبر آ بیت ہی یعنی بصارت حاصل کر و اس حکم کو دریافت
کرکے - ولیقضی بوقف مستحق لرجہ * بوصف القضاء والعلم او کان ینظرہ * اور حکم کرتا ہی قاضی اُس وقف مین جسکی آمدنی کا بوصف قضا و علم مستحق ہی یا وقف قاضی کے
تحت نظر ہو ھم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہی تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہین ھم شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی (ان سعیکم لشتی)
یعنے مختلف الخبر و جاؤا اشتا ای متفرقین عرب بولتے ہین وہ لوگ شتی یعنی متفرق ای بمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ اٰخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ ہو البیت
التحتانی منع کیا جاے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی مین ھم ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہی
اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا
کہ زمین مین تصرف جائز ہی خانیہ مین ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنوان وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین
کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی الحبح یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاے اور اسی طرح
بالعکس کذا فی دعوی الحبح یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح و
ضم کاف وتشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ فہو القیاس بحر یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی
دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونون مین سے ہر ایک کو وہ فعل درست
ہی جو دوسرے کو ضرر نہ دے ھم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر حموی مین ترجیح سے منقول ہی

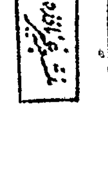
کہ یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے ولو انہدم السفل بلا صنع ربہ لم یجبر علے البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اسکے مالک کے بدون کرتب کے تو اُسپر اُسکے بنانے میں زبردستی نہو گی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنہ او اذن قاضی والا فبقیمۃ البناء یوم بنی و تمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنے نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر جو اُسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیرے اگر اُسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو پھیرے اور پورا بیان اُسکا عینی میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تتشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر یمنع اہل الاولے عن فتح باب للمرور لا للاستضاءۃ والریح عینی فی القصوی الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغہ مستطیلہ یعنے لنبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ چھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسری جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ چھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین دروازہ چھوڑنا جائز ہے عینی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے ہم یعنے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہے اور اُسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اُسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے واسطے ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اُسمین ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اُنکو پہلے کوچے میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اُسمین اُنکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین سب کا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع میں نص محمد مصرح ہے اور اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعا حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہے اور مثال عــه کوچہ مستطیلہ اور منشعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے و فی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاہا ای نہایۃ سعۃ اعوجاجہا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا کساحۃ مشترکۃ فی دار اور گول کوچے میں جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ چھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اُس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ہم فتح باب سے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہیں اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچ ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کم تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُسمین فتح باب جائز نہیں تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیئین پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا تابع نہوا کذا فی شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ میں تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارۃ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اُسکی حاشیہ عــه سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یمکنہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ

کوچہ مستطیلہ اولے کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اُس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع

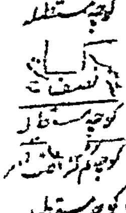
غیر نافذہ نافذہ مستدیرہ مربعہ

ہے و لہذا کوچہ مربعہ والون کو نصب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگا دین اور اس محل کی صورتین نسخون میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دین ہین تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہان کے لوگون میں سے ایک شخص نے گار ابنانے کا ارادہ

عــه کوچہ مستطیلہ



عــه کوچہ مستطیلہ



کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر مین
ہو سو اُسنے اپنی دیوار مین مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور
مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہی سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہی یا اُسکا نابدان ہو دوسرے کے گھر مین سو اُسنے اسکے صاف
کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اُسکے گھر کے داخل ہوے اور وہ منع کرتا ہی تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو داخل ہونے سے منع نہ کر تا وہ درست
کرلے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اُسکا مطلب پورا کر دے یہی مروی ہی محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان
یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اُسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اُسپر زبردستی نہین پھر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اُسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر
مذہب ہی حکایت ہی کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہی یعنی میری دیوار کو اُس سے ضرر ہی امام نے کہا تو اپنے
گھر مین اُسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اُسنے ناچار ہوکر کنوان بند کر ڈالا امام نے
منع جائز کا فتوی نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا بینا فیمنع
(کھودنے والا)

من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیہ واختارہ فی العمادیہ وافتی بہ قاری الہدایہ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وہذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص اپنی
ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ اور اسی کو پسند کیا ہی عمادیہ
مین اور اسی کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روشندان کھولنے سے اور یہ جواب ہی مشائخ کا بطریق استحسان کے اور ضرر بین
یعنی ضرر صریح وہ ہی جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسا کہ روشنی کا بالکل بند کرنا
اور اسی کو علمانے فتوی کے واسطے پسند کیا اور اگر ادنی مضرت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جائیگا رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر
کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہی اور اُس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اُسمین تنور بنادے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین دوکان کے مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون
کی کندی کرنے کی بڑی بنادے تو جائز نہین کیونکہ اُسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہی جس سے بچاؤ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ تنور دھوئین سے بکثرت و شدت دھوان پھیلیگا اور
چکی اور کندی کی بڑی سے دیوارین بودی ہو جائینگی بخلاف حمام کے کہ وہ مضر نہین مگر بسبب حرارت کے اور اُسکے بچاؤ ممکن ہی درمیان مین دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر
کے جو گھرون مین ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت مین جو مشرف ہی کسی کی
زمین یا گھر پر لائق اختیار ہی وہ یہ ہی کہ اگر روزن دھوپ یا نسیم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہی
تو پہلی صورت ہی اور اگر اعالی عمارت مین ہی یا اُسپر شباک یعنی جالی ہی تو وہ دوسری صورت ہی کہ ظاہر روشنی کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر الروایۃ عدم المنع

مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح فی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثمہ فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول

علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا
ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہی چند علمانے جیسا کہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اُسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہی اور مجتبی کی کتاب القسمۃ
مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہی سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع
ہوا ہی اور لائق یہ ہی کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر
لازم ہی جیسا کہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی بارہا سو تامل کر حاصل جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہی کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہی کسی کا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہوچکا کہ

اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہی نہ ہر ضرر بین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل ہل یضر ام لا

وقد حرر محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یتید اذا اضر وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فکذا التصرف فی ملکہ ان اضر او اشکل یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیغتنم فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع دیا جاویگا میں نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جاویگا اور اگر مضر نہیں تو منع نہ کیا جاویگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینتہ فقال قد جحدنیہا ای الھبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل ذلک اذ جحدنیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعوی کیا کہ اسنے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا ہبہ سے تو مین نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اسکے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام من اقوال الاربعۃ اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ہم جس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو بیان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختارہ الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دافع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعدہ و قبلہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنے مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا ھم بعد ومنا ظرف ہر شراکا نہ اقامۃ کذا فی الجلی وقبلہا لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ طلب ہے تو اسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق میں القولین واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان میں خرید کیا تو اسمیں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب لہ سبب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہیں ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

تاریخ مذکور کی تو دعوے مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہے کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وہل یشترط
کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان بہ التناقض اور کیا شرط ہے کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہون یا فقط
کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ھم علامہ
مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے بیشتر ہوا جبتک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونون مجلس
قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر واقرہ المصنف اور
تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا
بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ھم تکذیب حاکم کی یہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے
ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوے
کیا کہ مین اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت بھر لینا جائز ہے یعنی مدیون یہ نہین کہہ سکتا کہ کفیل
ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی اولا انہا
ای الدار مثلا وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہے مجھ پر پھر اسکی
ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ھم یعنی یہ
ہے یعنی قبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان
لفلان ثم اشتریتہ درر فی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مین نے اسکو خرید
کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی
ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہے تو مقبول ہے ھم منح الغفار مین اسی طرح ہے اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو بموجب
عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کردے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے
جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہو سکتی ہے کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ تقبل چنانچہ اگر اسکا
دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ وانکر الآخر
الشراء جاز للبائع ان یطاہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود ما عدا
النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تونے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے
جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا
جماع اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین
داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث
تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ھم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہے جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ
بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی
مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہو گیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلذا

لو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ و برہن علی النکاح یقبل برہانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہین کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اُسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اُسکی مقبول ہی ہم نکاح محتمل فسخ نہین کسی سببے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہین کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہین تو قاضی کو حاجت ہی کہ اُسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مین نے اُسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہی پھر مرد مر گیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اُسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوے کریگا تو مقبول نہین بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اُسکی کچھ حاجت نہین اور اُن مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین مناسب تھا مگر بیان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا اُنمین مذکور ہو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجہ صدق بیمینہ لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لغلبۃ غشہا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہی بخلاف ستوقہ کے کہ اُنکو اسم دراہم شامل نہین بسبب غالب ہونے اُنکے غش کے ہم زیوف جمع ہی زیف کی زیف وہ درہم ہی جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاوے اور سوداگر ان مین اُسکا لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا جاتا ہی اور ستوقہ وہ درم ہی جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی حموی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہی کہ نبہرجہ کے لفظ مین ب مقدم ہی نون پر جیسا کہ مغرب سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی و لذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق لو بین موصولا نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہین اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہین تو اُسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اُسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل مذکور مفصول مین ہی نہ موصول مین ہم یعنی تفصیل زیوف اور نبہرجہ مین اور ستوقہ مین در صورت انفصال بیان ہی یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنے جب جودت کا اقرار کیا تو اب اُسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہی ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ لو بین موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اُسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اُسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اُسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اُسکو موصول بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند ہی دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہی نہایہ مین ہی کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درہم کہنا مفسر ہی تو محتمل تاویل نہین بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہی یا نص تو اُسمین تاویل کا احتمال ہی کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر جسمین مقصود وہ جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اُسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہی جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہی جسمین غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہی بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہی یا نص تو اُسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہی اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہی اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا و برہن علیہ قبل برہانہ قنیہ عن علاء الدین وسیجی فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہی اور بعض بیاج ہی اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی اُسکی مقبول ہوگی جیسا کہ قنیہ مین ہی علاء الدین سے

دوسرے کتاب الاقرار مین آویگا قال لآخر لک علی الف درہم فردہ المقر لہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئ علیہ للمقر لہ الا بحجۃ او اقرار ثانیا وکذا الحکم فی کل ذی الحق دوسرا ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اسنے اسکا اقرار رد کیا یعنی یون کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہین یا وہ درم تیرے ہین یا فرض کرو اس شخص نے
پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس مین تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرا اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک حقدار مین ہے یعنی ایک شخص کا
حق ہے مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کردینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی ہے تو انکے ثبوت کے
واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور ولاکا اقرار رد کرنے سے مردود نہین ہوتا
اور تصدیق بعد الرد کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کا کریگا تو مردود نہوگا اسی طرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام
ہوجاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور اسی طرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کردیا تو رد ہوگا تصدیق مجلس
کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو بیان مقر لہ مسئلہ اقرار
ہے بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ
بیع مین منفرد نہین جیسے عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز مین دو شخصون کا حق ہے اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کی طرف قبل اس بات کے
کہ شخص آخر اسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا
فی الطحطاوی ملخصاً ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ ما کان لک علی شئ قط فبرہن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرہن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او
الابراء ولو بعد القضاء ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجئ قبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضے ویبراء منہ دفعا
للخصومۃ اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہین اور مدعا علیہ الفاء
دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی الفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا
دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول
ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور الفا یا ابرا مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے یعنی
جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین ال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کردیا ہے اور اسکو بگواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہے لیکن گواہی مقبول
ہے کیونکہ رفع تناقض بیان متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کردیا ہو یا واقع مین مدعی کا حق
مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کردیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمین علما کے پانچ قول ہین وسیجئ فی الاقرار انہ لو برہن
علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبۃ اولیس لی علیہ شئ صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء اور کتاب الاقرار مین آویگا
یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اسپر کچھ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشراء مین ذکر کیا ہے استشراء یعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرہن المدعی علی القصاص
ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار
کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کرلینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم بیان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس
احتمال سے ممکن ہے کہ واقع مین اسپر قصاص نہوا اور اسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کرلی ہو یا قصاص ہو مگر بعد اسکے معاف کردیا ہو وکذا فی دعوی
الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یصالحہ اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق مین اس طرح پر

اور دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سواسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اُسکو آزاد کردیا ہی تو برہان عالیہ مقبول ہو اگر اسنے صلح نکرلی ہو مدعی سے ھم یعنے برہان درصورت عدم صلح مقبول ہو اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابراپر تو اُسکی برہان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر اور اگر مدعا علیہ نے ایفاے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اُسکا برہان ایفا پر مقبول ہو کذا فی البحر ھم یعنی صلح دعوے ایفا کی مبطل نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کا ہے غیرحق بھی دیاجاتا ہو کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقران علیہ للمنکر ثلث مائۃ سقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحرالرائق مین ہو کہ مدعی گواہ لایا کہ اُسکے چارسو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہین تو چارسو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہو کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اُسکا ذمہ مشغول نہین اُسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہی واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک ونحوہ کمارایتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجکو نہین پہچانتا ہون اور مانند اُسکے چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہو بسبب متعذر ہونے توفیق کے ھم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور مین تجھ کو نہین پہچانتا یا یون بولا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلط نہین اور نہ دینا اور نہ لینا یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوے اور مانند اُسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ مین ہو کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہو اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہین ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ لا یقبل اور بعضون نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہو اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہو اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اُسکو معلوم کرتا ہو تو اگر مدعا علیہ اُن لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطۂ وکیل تو اُسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ھم یہ تفریع ہو قاضی خان کی محتجب وہ ہی جو متولی اعمال بذات خود نہوا اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اُس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہو کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مدیون صحت اقرار دائن کا مانع نہین ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہو اُس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہ ہو کہ جب توفیق ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ مین نے اُسکو کچھ نہین دیا پھر اُسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہو کہ شی واحد مین دافع غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنے جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اُسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اُسنے یہ اقرار کیا کہ دین اُسکو پہونچ گیا ہی مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہو اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف اقر ببیع عبدہ من فلان ثم جحدہ صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اُسکا انکار کیا تو اُسکا انکار صحیح ہو اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہو چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہو ھم صحت انکار کا مطلب یہ ہو کہ کلام تناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی علی آخر انہ باعہ امۃ منہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع انہ ای المشتری بری الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوے کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اُسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو

تیرے ہاتھ نہین بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برات کر چکا ہی اسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ؂ وجہ تناقض یہ ہی کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برات عیوب مبیع بدون بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ بائع کی گواہی مقبول ہی بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ؂ جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ مین نے بیع نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہین ہوا اور برات عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہی وہذہ واقعۃ سمرقند اور از جنس مسئلہ متن واقعہ ہی سمرقند کا جسمین تناقض واقع ہی ؂ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اسنے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوے مقبول ہی یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہی کہ مرد کا نکاح اسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصۃ ؂ یعنی اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہی کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہو جاتا ہی تمام مضمون اس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہی ؂ شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہی خواہ اسمین ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہی وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجح علی قول فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہی جو ان شاء اللہ تعالی سے متصل ہی اور قول صاحبین استحسان ہی جو راجح ہی امام کے قول پر کذا فی الفتح ؂ وجہ استحسان یہ ہی کہ جمل مین اصل استقلال ہی یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہی اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہی تو استثنا اسی کی طرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا علی ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل سکوت کے مانند ہی ؂ فرجہ یعنی اثناء تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہی جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ تعالی مابعد فرجہ کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہی وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کی طرف اور ان جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہی اور انکے اخیر مین شرط ہی ؂ چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ اسکی عورت مطلقہ ہی اور اسکا غلام آزاد ہی اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہی ان شاء اللہ تعالی تو شرط تینون جملون کی طرف راجع ہی یعنی طلاق اور عتاق اور مشی کچھ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہو چکا وبدلے ہوتے ١٢

اما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا لقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہو جاتا ہی چنانچہ اس قول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہمون کی طرف راجع ہی نہ اخیر کی طرف بطریق استحسان کے ؂ قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہی واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کی طرف بالاتفاق راجع ہی ؂ جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہی جسمین تعلیق واقع نہین بالقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کی طرف راجع ہوتا ہی محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی ابو یوسف کے

؂ تعلیق جب جملہ کا حکم واقع ہو آگر آتی وقت ... سکی ... جاوے اور ... یعنی اسلیے ... آگے اور یہ بیان مقابلہ مین ... غیر معلق ہونا ... طلاق والی ہی اور یہ ... ١٢

نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال (ان دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ انشاء اللہ) اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال (ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر)
اور یہ خلاف تعلیق مین ہی اور صک مین تو دونون کا اتفاق ہی ولو بلا عطف او بہ بعد سکوت فلا خیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد جمل غیر متعاطفہ کے یا جملون مین عطف
ہو لیکن مابین مین سکوت واقع ہوا ہو تلفظ مین یا فرجہ واقع ہو اثناء خط مین تو استثنا اخیر کی طرف راجع ہی بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہی کذا فی الطحطاوی
وعطفہ بعد سکوتہ لغو الا بما فیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہی مگر اسمین لغو نہین جسمین سخت گیری ہی اسکی ذات پر
اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی ہم یعنی جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہی تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہی چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل
ہوئی تو تجکو طلاق ہی پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جسمین
سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہی اور چپ ہوگیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ بھی
مین داخل ہوگی کذا فی الطحطاوی **مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال** ذمی مرگیا سو اسکی زوجہ نے کہا
کہ مین مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثون کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے ہم
یعنے بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہی کہ استصحاب عبارت ہی اس امر
محقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہین **کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ** جیسے حال حاکم ہی پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے مین ہم
یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی
کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہی تو سابق مین جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہین تو سابق مین
بھی جاری نہ تھا **ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق** پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہی حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ
مسئلہ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے **کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف لاقرب
اوقاتہ** چنانچہ حکم ہی اس مسلمان کے باب مین جو مرگیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ مین اسلام قبول کر چکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اسکی وارث ہون اور
میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہی تو وارثون کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہی
یعنی مابعد موت اقرب ہی ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث
کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ مثال ہی استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہ ہی کہ
مسئلہ طاحونہ اصل متن مین نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونون مین وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے خلل
پیدا ہوگیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول
لمدعی الاسلام بحر** واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہی کذا فی البحر ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اسکے والدین ذمی ہین
اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو **قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر
المیت لا وارث لہ غیرہ رفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی** کہا مودع بالفتح نے یعنے جسکے پاس غیر کی ودیعت ہی اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر
یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہی اسکا یہ بیٹا ہی کوئی اسکا وارث نہین سوا اسکے تو واجب ہی کہ ودیعت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ
اس قول مین تسلیم دین واجب ہی کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہی یعنی بعد موت **وا بن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا**
مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری ہی میت سے تو اسکو ودیعت نہ دے

فان اقر ثانیا بابن آخر لہم یفد اقرارہ اذا کذبہ الابن الاول لانہ اقرار علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اُسکا
اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اُسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہین اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اُسکا کوئی مکذب نہین
بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ویضمن للثانی حظہ ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب
ولد ثانی کو بقدر اُسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ہم قول بالضمان بھی صواب ہی جیسا کہ
فتح القدیر مین ہی اور مقابل اُسکے غایۃ البیان کا قول ہی عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود لم یقولوا النعلم کذا فی نسخ
المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا لا نعلم لہ وارثا او غریما لم یکفلوا اخلافا لہا لجہالۃ المکفول لہ ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے
اُن گواہون کی گواہی سے جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح ہی لفظ لنعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے
نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہی کہ اُن شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین جانتے
تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ
شارح کے نسخہ متن اور شرح مین نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہی اُسمین لا نعلم مذکور ہی اور لم یکفلوا مبنی للمجہول بمعنی العین ہی اور ضمیر ورثہ
وغیرہم کی طرف راجع ہی انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص متروکہ چھوڑکر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین
لیکن اُنھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے اُنمین اور اُنسے ضامن طلب نکرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضے اور قاضی کچھ مدت قسمت
ترکہ مین تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہی کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو
حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہی نہ تاخیر دفع بعد القضا اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہی اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہی کذا فی
الطحطاوی ملخصا ولو ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضمانت دین بالاتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشہود
ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود یہ کہیں یعنی یون کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا اُنکے نہین جانتے ہین تو نہین ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی
علی آخر دارا لنفسہ ولاخیہ الغائب ارثا وبرہن علیہ علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل جحدہ ذو الید دعواہ او
لم یجحد خلافا لہما وقولہما استحسان نہایہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوے پر تو
مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑدے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنے
اُنکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اُسکے پاس نہ رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہی کذا فی النہایہ ہم امام کی دلیل یہ ہی کہ حاضر خصم نہین غائب کی طرف
سے استیفاء وارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ جب اُسنے دعوے ارث کا انکار کیا تو اُسکی خیانت ثابت ہوئی تو
اب اُسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہین ولا اعادۃ البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی یقضے منہا دیونہ اور گواہی
کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کی طرف سے یہانتک کہ
ادا کیے جاوینگے متروکے سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہی باقی وارثون کی طرف سے
اُسمین جو میت پر دعوے کیا جاے نو شرطون سے جو شرح مذکور ہین بحر الرائق مین ہم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بشروط ثلثۃ کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل
وارث کے قبضہ مین ہو دوسرے یہ کہ اُسمین قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اُسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہی میت سے انتہی اسواسطے
کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شروط نہین بلکہ بعضے شروط ہین اور بعضے احکام اور وہ ہیگی آٹھ ہین نہ نو کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفسرق

بين الدين و العين اور حق یہ ہے کہ دین اور عین مین فرق ہے م یعنی احد الورثہ خصم نہین باقی وارثون کی طرف سے اُس عین کے دعوے مین جو میت پر ہے
مگر جب کہ عین اُسکے ہاتھ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اسواسطے
کہ دائن کا حق جمیع متروکہ مین شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین مین بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ مین ہونا شرط
ہے بحر الرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے یعنے فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اُس صورت مین ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر
وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگرچہ انہے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوے
کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ مین نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوے
ارث کا حاضر اور غائب کے حق مین مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و مثله اوشل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح دُرر اور مانند اُسکے یعنی غیر منقول کے
مانند منقول بھی ہے امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر م یعنے اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس
چھوڑے لكن اعتمد فی الملتقى انه يوخذ منه اتفاقا و مثله فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین
کے اور اسی کے مانند بحر الرائق مین ہے م اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہے اور اُس سے لے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال
واجمعوا انه لا يوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اُسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنے منقول مین اگر ذی الید مقر ہو م طحطاوی نے
کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصى له بثلث ماله يقع ذلك
على كل شئ لانها اخت الميراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملوکہ پر اسواسطے کہ وصیت
میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالي او ما املكه صدقة فهو على جنس مال الزكوة
استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہے کہ
ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس جس چیز مین حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اُسی مین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوٰۃ مین سوائم اور نقدین
اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اُسکی
جنس معتبر ہے قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم يجد غيره امسك منه قدر قوته فاذا ملك غيره تصدق بقدره اور اگر شخص مذکور
نہ پاوے سواے مال زکوٰۃ کے یعنی اُسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُسمین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی
خیرات کرے پھر سواے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے م علماے متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات و عیال کے واسطے
ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر
اتنا رکھ لے جو اُسکو کفایت کرے یہان تک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت كذا فما املكه صدقة فحيلته ان يبيع ملكه من رجل
بثوب فی منديل ولم يقبضه ولم يره ثم يفعل ذلك ثم يرده بخيار الرؤية فلا يلزمه شئ بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنے مثلاً اگر
زید سے کلام کرون تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اُس کپڑے کے جو رومال مین
لپٹا ہوا ہے اور اُسے قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اُسپر
کچھ صدقہ لازم نہ آویگا م اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اُسکی ملک مین نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ
ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درهم من مالي صدقة ان فعلت كذا ففعله وهو يملك اقل لزمه بقدر ما يملك لم يكن الا شئ لا يجب شئ اور اگر بولا کہ
قسم توڑنے ۱۲

ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہی تو اُسپر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہی اور اگر اُسکی
مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفہ اور صحیح ہی وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہی تصرف وصی کا
یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اُسکی بیچڈالی تو صحیح ہی لا
یصح التوکیل بلا علم وکیل نہین صحیح ہی وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اُسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف الوصی خلافۃ
والوکیل نیابۃ ایضاً اور توکیل مین فرق یہ ہی کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہی ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو
علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہی تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچڈالے تو جائز ہی اور وکیل کا تصرف
بطریق نیابت موکل ہی نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہی تو یہان علم ضرور ہی تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر
مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اُسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے
تو مالک کو اختیار ہی چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کراوے اور پھر تلف ہو تو کسی
پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق
سے معلوم ہو تو اب اُسکا تصرف صحیح ہی ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایہ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہی دو شخص مستور العدالت
سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول اصح مین کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختار اللفداء مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جانب سے تو اگر باخبار عادل
یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اُسنے اُسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہی یعنی اُسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا والشفیع بالبیع
اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر بالنکاح
اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اُسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح
ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اُس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ
کی خبر پہونچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اُسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا
اُسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہی کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہی وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکۃ وعزل قاضی و
متولی وقف فھی عشر یشترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسی طرح عیب مبیع کی خبر دینا خرید کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور
فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہی نہ لفظ شہادت ہم
شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کے اخبار مین ایک جز شرط ہی یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی اور
متولی وقف بحث ہی صاحب بحر کی نہ نص مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنی آزاد اور بالغ
ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو نامع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہی بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہ سب
مذکور امام کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر مین شرط ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقہ وبکون المخبر غیر المرسل
ورسولہ فانہ یعمل بخبرہ مطلقا کما سیجئ فی بابہ اور قید لگائی ہی بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اُسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نہ کرے اور اُسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہی چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہی اور عزل

حکمی مین تو قبل علم معزولی کے معزول ہوجاتا ہی عزل حکمی یہ کہ موکل مرجاے یا اُسکو جنون مطبق ہوجاے غیر مرسل غلط ہی بلکہ صواب غیر خصم ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی یعنی اگر خصم خبر دے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہی اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہی اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہی خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اُسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاضٍ او امینه وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعه علی الصحیح ولوالجیة عبدا للغرماء واخذ المال فضاع ثمنه عند القاضی او استحق العبد او ضاع قبل تسلیمه لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منهم لا یضمن بل لا یکلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اُسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجکو امین مقرر کیا اُسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین والون کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اُسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین ضامن نہین اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہی اور قاضی سلطان کے مانند ہی اور ہر ایک اُنمین سے تاوان نہین دیتا بلکہ اُنسے قسم بھی نہین لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اُسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہم قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین کہ اگر اُنپر تاوان ہو تو اُسل امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرین تو رعایا کی مصالح معطل ہوجاوین کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہم اور قاعدہ یہ ہی کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اُس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہی اور عقد کی طرف اقرب الناس وہ ہی جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون مین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جب تک صاحب دین طلب کرے کذا فی الحموی بتصرف ولو باعه الوصی لهم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امره فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانه وان نصبه القاضی عاقد انیابة عن المیت فترجع الحقوق الیه وهو فیرجع علی الغرماء لانه عامل لهم اور اگر غلام کو وصی نے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کی جانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بناکر حقوق عہد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہی اُنھین کی منفعت کے واسطے ہم جو کسی کے واسطے کام کرے اور اُس کام کے سبب سے اُسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اُس سے پھیرے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجاے فیرجع کے ولو ظهر بعده للمیت مال رجع الغریم فیه بدینه هو الاصح اور اگر بعد اُسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اُس مال مین سے پھیرے یہی قول اصح ہی اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطهم ایاه حتی هلک کان الهالک من مالهم ای الفقراء والثلثان للورثة لما مر قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور اُنکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاضٍ عدل برجم او قطع فی سرقة او ضرب فی حد قضی به بالذکر وسعک فعله لوجوب طاعة ولی الامر ای مخاطب تجکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کرچکا ہی یعنی بثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجکو اُسکے فعل مین گنجائش ہی تنگی نہین بسبب واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہی اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہی ومنعه محمد حتی یعاین الحجة واستحسنوه فی زماننا وفی العیون وبه یفتی اور منع کیا ہی فعل مذکور کو محمد رح نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی ہم وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہی اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام اُنکے باطل ہین اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہی بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد رح نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہی چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی خلاصہ یہ ہی کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوے پھر اُنکا رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی۔

الاٰ فی کتاب القاضی للضرورۃ مگر قاضی کے خط میں اسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہی بسبب ضرورت کے یعنی لضرورت احیاء حق اور اسواسطے کہ خیانت امیر

کم واقع ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہی اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہی ابو منصور

کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہی اور یہ امر عالم عادل میں منتفی ہی اور اسبیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس

صورت میں ہی جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول

کشف ہی مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہی اگر اس سے

استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا میں یہ ہی کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے مقر

سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال مقر سے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہی اور اسپر میں نے سنگساری کا حکم کیا

اور حد سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ اسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اسنے عمداً بلا شبہہ

قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی المنح وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسی طرح قاضی کا

قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہی یا جاہل

غیر عادل ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہی اور قاضی ثانی اگر سوال سب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہی اور قطع جائز ہی اور ثالث

اور رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جبکہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول

مقبول ہی ہم اسواسطے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی نرہے شارح نے حجت کو ماول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صب دہنا الانسان عند الشہود

فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکر المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم النجاسۃ

ڈھلکایا کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سو اسکے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اسکا انکار

کرتا ہی تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہی بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب عدم

ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاوے تو اسکی تطہیر ممکن ہی اور تیل ناپاک کا چراغ میں جلانا درست ہی غیر مسجد میں اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اسپر

پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہی تو جواب ظاہر ہی یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ

لئلا یودی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور کہا

کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلجاوے

لیئے اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور

قاضی کہے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہی سو وہ مہمل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ من کتاب الاقرار خون کا امر عظیم ہی لہذا مال میں

ایک قسم کفایت کرتی ہی اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہ ای بالالف لبکر ودفعت الیہ

او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذ الالف وقطع الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید

او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ

تصدیق کیجاویگی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ میں نے تجھ سے دہ ہزار درم لیے جبکہ میں نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے

اور میں نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں اور زید نے اسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے

دعویٰ کیا اور اقرار کیا کہ دونون امر یعنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت مین واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو
گمان کیا قبل التقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے
منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا مین نہین واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اس فعل مین کذا فی الحسینیہ
ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اُسکا قضا مین باقرار
مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من

اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اُسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور
اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اُسکے انکار مین مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر
فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ہم اس مسئلہ کا بیان ذکر مجمل ہے علاوہ برین یہ قول محرر اور منقح بھی
نہین اشباہ مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات
وقف کا دسوان حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھ حاجت نہین
اور اس پنچکی والے لوگ اُسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی علامہ پیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اسوقت مین مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا اجرت مثل سے
تو زائد کو پھیر دے اور تلخیص کرے اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت

لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لھما اخذ الاجرۃ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لھما علی قدر کتابتھما لان الکتابۃ

لا تلزمھما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونون کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہین
جیسے صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور
مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہین اور پورا بیان اُسکا شرح وہبانیہ مین ہے ہم خلاصہ مین ہے
کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اسکے سوائے حلال ہے
اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ مین کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت
کے ہے اور کہا ہے ایک سو کے وثیقے کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت پر مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے ہے اور یہ
جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت
ثمن کی تحریر مین اُسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور نقاب کے مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی مین
نصاب سے منقول ہے کہ اجرت تو واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ
کے طول اور قصر اور اُسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ولیس لھا جر انکان قاسما وان کان یقسم من
بیت قال مقرر اور شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہین اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو اور خص بعضہم

لانعدام مقررہ وفی عصرنا فالقول الاول اخصر اور بعضون نے بسبب نعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے مین تو پہلا قول مقصود اور مختار ہے وجوز للمفتی
علی کتبہ خطہ علی قدرہ اذ لیس فی الکتب یکتسب اور مفتی کو اجرت مجوز رکھی اُسکے لکھنے پر بقدر اُسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت مین منحصر نہین یعنی اُسپر کتابت واجب

اور لازم نہین ہم شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہی کہ فقہانے کہا کہ مفتی کو لچھ مضائقہ نہین جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہی نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہی یعنی تاقیل اور قال سے بچے اور ابروا بتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہی شہادات کے احکام مین ہم شہادات جمع ہی شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہی لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اخرہا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہی اور قضا مقصود ہی اور مقصود مقدم ہی وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہی خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک وتردد نہین وشرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح فتنت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہی اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہی نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہی ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہی اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا مین بہ لفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہی تو تعبیر بہ لفظ علم ویقین کافی نہین فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی مین ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہین بلکہ جمیع شہادت حسبیہ کا یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہی یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہوجانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب آدمی مگر درصورت خوف فوت حق اور حق اللہ تعالی کی ادا شہادت مین تو شاہد شرعاً مطالب ہی شرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائط مکانہا واحد ومکان شہادت کی شرط ایک ہی یعنی ایک شرط یہ ہی کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیگا مگر اسکا معاینہ شرط نہین جسمین بتسامع گواہی ثابت ہی ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہوجا اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور انتحاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین بعض انواع شہادت مین خاص ہین منہا الضبط از انجملہ ضبط ہی یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو یہانتک کہ تردد ہو تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہی یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہی اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہی والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھ کر دونون مین فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولاد وزوجیۃ اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہی

باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہے تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسی طرح زوجین کی گواہی اور عداوت دنیویہ اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم اور جر مغنم کا آگے آتا ہی یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا ہونا ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی شرط ہو کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہے ماتن اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہی کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں انہیں سے پانچ وجوب وقبول کی شرطیں ہیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اور اپنی ذات کے واسطے جر منفعت نکرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شرط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں انمیں سے اسلام ہی اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمیں تو انمیں شرط ہی اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادت میں تو یہ اداے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور معاینہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور انیس ذکر کیا جاتا ہے یہ شرط سے زائد ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہی تو باعتبار سمع اکیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی ورکنہا لفظ اشہد لا غیر

لتضمنہا معنی مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد اطلعت علی ذلک وانا اخبر بہ وہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک

اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم نہ کوئی اور لفظ سواے اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اسپر اور میں اسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسی واسطے لفظ اشہد کا متعین ہو گیا یہانتک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہے لفظ اشہد بصیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا ہی تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہی تو اگر شہدت کہے (میں نے گواہی دی ۱۲) تو اخبار ماضی کی اسمین محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا سوے جبکہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک یقین ہی تو شہادت مقبول نہیں اور شارح پہ شرط ہی کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا

بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلاث قدمناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہی قاضی پر بمقتضاے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم معنی افتراض علم ہی فوراً مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہے یعنی جب تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضاے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ

فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعاً زیلعی سو اگر قاضی بمقتضاے شہادت حکم نہ دے شرائط مذکورہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجاویگی بسبب اسکے مرتکب ہونے اس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفران لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ علیہ ابن ملک

واطلق الکافیجی کفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول

اول یعنی درصورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے جسکا فہیم ایک عالم ہی جسکا رسالہ مسمی البینۃ القمراء علی البغاۃ کذا فی النہر ووجب اداؤہا بالطلب ولو حکما کما مر اور واجب ہی ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف ہو فوت کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہے ہم افتراض ادائے شہادت مجمع علیہ ہی حق تعالی نے فرمایا (ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنے نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہی تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہی تو قاضی سے اظہار فرض ہے اشاہدون پر جسے کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہی تو یہ تاکید پر تاکید ہی اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہی دل کی طرف جو اشرف الاعضاء ہی اور بدن کا رئیس ہی کیونکہ دل محل کتمان ہی تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہی کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہی تحمل اور ادائے شہادت مین لیکن تحمل متعاقدین کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو انکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادائے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور اداکے واسطے کوئی نہووے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہی مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسی طرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور اداکے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ قاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن ادائے شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین ازانجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اسکے شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہی بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہی اگر تحمل و اداکے واسطے سوائے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہی کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہی کہ ادائے شہادت اسپر متعین ہو ۲ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہی اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنے اور ضرر نہ پہونچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اسپر ادائے شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہی علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی وجہ تامل شاید یہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہی جس سے حق ثابت ہو سکتا ہی تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ۴ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی الشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور انہون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہی کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی یا مشتری نے

غلام کو آزاد کر دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہی تو اب اسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہین اور اگر مخبر عدول نہو تو شاہدون کو
اختیار ہی چاہین گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہین گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین شرط سایع یہ ہی
کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اُسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا
الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ لا للشاہد حتی لو ارکبہ بلا عذر لم تقبل وبہ تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہی یعنی کتابت فرض ہی جبکہ کاتب
متعین ہو جاوے یعنے جب اُسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہی نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لیگا تو اُسکی گواہی مقبول
نہو گی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود ھم عذر یہ ہی کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے
کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہی پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یون روایت کی ہی کہ (اکرموا الشہود فان اللہ
تعالی یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم) یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالی اُنکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہی اور اُنکی سبب سے ظلم دفع کرتا ہی کذا فی
الطحطاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہی وجوز الثانی الاکل مطلقا وبہ یفتی بحر واقرہ المصنف اور ابو یوسفؒ نے شاہدون کو کھانا دینا مطلقاً
جائز رکھا ہی اور اسی کا فتوی ہی اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین ھم تجویز اکل مطلقاً ہی خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہدون کے آنے سے پہلے یا اُنہین
کے واسطے تیار کیا ہوا ہو اور محمدؒ نے مطلقاً منع کیا ہی اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہی ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالی اور ادا شہادت
واجب ہی بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق مین ہو ھم واجب سے مراد فرض ہی خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب
کی وجہ یہ ہی کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہی تو شاہد بھی منجملہ اُنکے ہی جنپر یہ واجب ہی تو شاہد مدعی ٹھہرا من جہۃ الوجوب اور شاہد ٹھہرا
من جہۃ تحمل الشہادۃ تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضون نے حق اللہ مین قاضی کو مدعی کہا ہی وہی کثیرۃ عدمنہا فی الاشباہ اربعۃ عشرۃ اور حقوق
اللہ تعالی کے بہت ہین اُنمین سے اشباہ مین چودہ شمار کیے ہین ھم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہی طلاق[1] عورت عتق[2] جاریہ تدبیر[3] جاریہ وقف[4] ہلال[5] رمضان
حدود[6] سوا حد قذف وسرقہ نسب[7] خلع[8] ایلا[9] ظہار[10] مصاہرت[11] حریت[12] اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح[13] عتق[14] عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہی
کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر باعیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے
نزدیک بدون دعوے مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوے مقبول ہی اسی کا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہی اور ہلال
رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوے مقبول ہی اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہی اور راضح یہی مین اختلاف ہی بعضون نے
اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور نسب مین خلاف ہی صاحب محیط نے قبول بلا دعوے کو نقل کیا ہی اور بعضون کے نزدیک بلا دعوے مقبول
نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہ ہی کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوے کے ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہی اور عتق عبد مین
صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہی اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد
غالب ہی اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی قال ومتی آخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبۃ اپنی شہادت
مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اسکی مردود ہو گی ھم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہی کہ بعضی مشائخ نے اُن گواہون مین جواب
دیا جنھون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اُنکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہی جس سے ثواب آخرت کی توقع
ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امراۃ ای بائنا وعتق امتہ وتدبیرہا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اسکا مدبر ہونا ھم
عورت عام ہی خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالف شرع نہین اسواسطے کہ اسطرح

مطلب شاہدون کی توقیر سواری کرو دو

کا رسنا رجب مین شمار نہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اُسکی شرمگاہ اب حرام ہو گئی اور اسی طرح تدبیر سے اُسکی شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد وتدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسی طرح ہے غلام کی آزادی اور اُسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ م ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسی طرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہو چکا وہل یقبل جرح الشاہد حسبۃ للظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہے کذا فی الاشباہ م حسبۃ حال ہے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر مقبول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہو چکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اُسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اُسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستر افی الحدود ابر لحدیث من ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین نیکتر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپایگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیباک پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر م ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہے لیکن اُسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے از انجملہ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہے (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اُسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہے کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اُسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے کہ اُسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے م یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہے یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقًا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اُسکا جواب دیا کہ اسطرح سے گواہی دے کہ موجب قطع نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعاء ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے انمین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اسکا مال اُسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا انھون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اُنکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اُسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اُسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو م ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے یہ عبارت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی مان زندہ ہو

اور اگر ایسا نہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہی بحر الرائق مین کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہی کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہون
اُنین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اسنے زنا کیا اُنکی سوتیلی مان سے تو گواہی مقبول ہی مگر جبکہ باپ مدعی زنا ہو یا اُنکی مان زندہ ہو تو گواہی
اُنکی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقہ بالزناء وقع برجلین ولاحد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یون بولا کہ اگر
مین زنا کرون تو یہ غلام آزاد ہی تو آزادی واقع ہوگی دو مردون کی گواہی سے اور حد نہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دین تو ہر چند مولی
پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شہد البقیۃ ثم اربعۃ بزنائہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجمہ برجع الکل ضمن الاولان قیمتہ للمولاہ
والاربعۃ دیتہ لہ ایضا لوارثہ اور اگر دو شاہدون نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو
قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنے اُسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنے کذب شہادت کے قائل
ہوے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اُسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولی غلام کا وارث
ہو ولبقیۃ الحدود والقود ومنہ اسلام کافر ذکر لما لہا القتلہ بخلاف الانثی بحر ومثلہ ردۃ مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت
دو مرد ہین اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہی کیونکہ انجام کار شہادت کا اُس کافر کا قتل ہی بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر
کے مانند ارتداد مسلم ہی یعنی مرد کافر کے اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہوے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت
کافرہ کے کہ اُسکے اسلام پر عورتون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اُسکا مآل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد
شرط ہین اسواسطے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہی بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہی کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون
کی گواہی مقبول ہی نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ
ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے بعد دونون خلیفون سے یہ سنت جاری ہی کہ جائز نہین
عورتون کی گواہی حدود اور دماء مین یعنی قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ معظم تقرر شرع اور طریق احکام
اُنھین دونون کے زمانے مین ہوا اور اُنکے بعد اور خلفا مین نہ تھا مگر اُنکا اتباع انتہی الا المعلق فیقع ولا یحد کما مر مگر مثلاً عتق معلق واقع ہوگا اور حد نماری
جائیگی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہی یعنی اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو میرا
غلام آزاد ہی پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود مین شہادت عورات کی
مجال نہین کذا فی الطحطاوی والولادۃ واستہلال الصبی للصلوٰۃ علیہ وللارث عندہما والشافعی واحمد وہو ارجح فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع
علیہ الرجال امراۃ حرۃ مسلمۃ والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اُسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب النساء کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع
نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہی اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہی اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور
شافعی اور احمد کے نزدیک ہی اور یہی قول راجح تر ہی کذا فی الفتح ہم یعنی امور مذکورہ مین ایک عورت کی شہادت کافی ہی قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی
سے ولادت ثابت ہوتی ہی یعنے بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور
امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہان اُسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہی عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا
لونڈی خرید کرنے مین اُسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہی زیلعی نے عورت شاہدہ مین بالغہ عاقلہ عادلہ کی قید زیادہ مذکور کی ہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر
مین ہی کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہی جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا (عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء

بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اُسمین جسکی طرف مرد نہین نظر کرسکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی بالف ولام ہے مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اُسپر کہ عورتون کی گواہی اُس امر مین جائز ہے جسپر انکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا اس قبیل سے ہے ولادت نسا اور عیوب نساء انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ در ایک مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ حم بحرالرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اُسپر پڑگئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے بالقصد اُسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اُسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تاخون ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کیواسطے ہو لان فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اُنمین تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے حم ابوسعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ایہان صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اُن امور مین جنمین مرد مطلع نہین ہوسکتے مانند ولادت و عیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتون مین بدلیل قول حق تعالی کے تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو حم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہین ہوسکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے انکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین وخصہن الائمۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور انکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ مین انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق حم یعنی شہادت مین یہ ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اسکا تو مقبول نہین کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالی (واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ) وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رایت مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار

اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم مین برابر ہی اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ مین منحصر نہین انتہی ملخصا بتصرف وکل ما لایشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورویۃ ہلال فہو اخبار لا شہادۃ اور جسمین کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہین جیسے طہارت پانی کی یا رویت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہی شہادت نہین والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع مین عدالت شاہد کی لازم ہو وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہین بدون عدالت شاہد ھم عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والون کو اپنون سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہی اسواسطے کہ شہادت خبر ہی جسمین صدق اور کذب دونون کا احتمال برابر ہی بنظر نفس مفہوم تو اس سے آشکار است ہونا لازم نہین آتا کہ اسپر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن و لا فرج ومنہ الکذب لخروجہ من البطن ینابیع مین ہی کہ عادل وہ شخص ہی جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ مین اور ازانجملہ کذب ہی بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ھم علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت مین بہتر قول یہ ہی کہ عادل وہ ہی جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور خطا سے صدق اسکے استعمال مین ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہی ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہی یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہین اور اگر کہے گواہی دیتا ہون مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہی اور اوزجندی نے اسمین یہ قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اسنے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ مین ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی لا الصحۃ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ واثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہی نہ صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کردے اس سے یعنے قضا بالشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی ہی زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ مین وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی مین ہی صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہی کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابلہ مین تو مقبول نہین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی ھم فتح القدیر مین ہی کہ ابو یوسف سے روایت ہی کہ فاسق جب کہ لوگون مین صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ بسبب اسکی رو داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اسکے واسطے اجورہ مقرر نہین کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہی بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہی کیونکہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابل مین تو مقبول نہین انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہی یعنے (واشہدوا ذوی عدل منکم) طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہی آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہون وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہی تو شاہد کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت ہی یعنے مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہی بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ھم مثلاً یون کہے شاہد کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہی اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا نقل شہادت مین یا میت پر گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہی نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا تک تو ذکر کرنا اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا

کافی نہیں مگر جبکہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفے میں اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین والملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہی نہ تکثیر حروف یہانتک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہی کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم بحر سرا وعلنا بہ یفتی وہو اختلاف زمان لانہا کان فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہی اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہی اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے ھ حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہی تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے مین مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہین مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہی اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہی اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اسکی تصریح نکرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو ابتصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ مین ہی اور اخفاے سوال کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور متہم ہین تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہی کہ مزکی اور شاہد کو دونون کو یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تونے عادل کہا ہی ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سری کے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہوگیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہی جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو انکے متصل مین پھر وہ لوگ جو انسے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہانتک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ مبنی ہی اسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو جیسا کہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہی ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہی مدت زمانے سے اور اسکی تحدید مین اختلاف ہی دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہی کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہی کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی السراجیہ ھ فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہی وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو لعبارتہ جواب عن النقص بالعبد وبدلالتہ عن النقص بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہی کہ وہ عادل ہی قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہی اسمین اصل حریت ہی تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہی نقص عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہی محدود فی القذف کے نقص سے کذا ذکرہ ابن کمال ھ یعنے فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہی تزکیہ مین اسواسطے کہ اسکا غلام نہوتا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہی اتنا فرق ہی کہ نفی عبدیت لعبارۃ النص ہی اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہی طحطاوی نے کہا یہ اسوقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہوا اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور

محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا نہین والہذا سرخسی کا مختار یہ ہی کہ فقط عدل کہنا کافی نہین اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر
جائز الشہادت ہی اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہی زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ مین ہی بحر الرائق مین کہا کہ
یہ قول ترجیح کے لائق ہی انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی مین ہی کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین ہین اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد
کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہی چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درم کی خوش معاملگی مین معروف ہو پنجم یہ
کہ اداے امانت مین قاصر نہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی ما فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی
لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اُس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل مین رجوع نہین کیا گیا صحیح نہین ہم جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح
نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہین حموی نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہین کہ مدعی اور اسکے شہود کے گمان مین مدعا علیہ کاذب ہی انکار دعوی مین
اور مبطل ہی اپنے اصرار مین لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہین رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ اُن لوگون مین ہو جنکی
طرف تعدیل مین رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اسکی صحیح ہی کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول زاد لکنہم اخطاؤا او نسوا او لم یزد اور مدعا علیہ
کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہی یون کہنے سے کہ شاہد عادل ہین خواہ اُسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدون نے خطا کی یہ بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب
مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف
بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہین یا وہ عدول ہین سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہی
تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کریگا نہ گواہون پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہ در
حقیقت اقبال دعوی ہی تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہون کی کچھ حاجت نہین اور اسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہین
واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی
بحر الرائق مین ہی تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہون کو ہمارے زمانے مین بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہین پہچان سکتا
مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی پھر اُسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنے اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدون
سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہی اور مجہول ثانی سے شاہد یعنے مزکی کی عدالت اس زمانے مین خود
مجہول ہی تو وہ شاہد مجہول کو کیا پہچانیگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ مین کہتا ہون اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہوچکا ہم کتاب القضا
مین قبل تحکیم اشباہ سے مذکور ہوچکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیون سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اُسکا نصیحت کرنا واجب ہی اسطرح کہ کہین تکلیف
نہ دے اپنے قاضیون کو اُس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کرین انتہی علامہ
مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہین کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہی کہ شاہد پر قسم نہین اور
یون نہین کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہی اسواسطے کہ شاہد مجہول ہی مزکی کے مانند غالبًا اور مجہول بنایا نہین کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہین کہ
فی الواقع حال اسی طرح ہی لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی مین نہایت کد و کاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہوجاوے اور
کوئی مومن بلا عیب نہ ملے چنانچہ قائل نے کہا ہی شعر ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا کفی المرء نبلا ان تعد معائبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہی جسکے سب
خصال پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہی کہ اسکی برائیان گنی جاوین ولہ ان یشہد بما سمع او رائی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون
من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہی کہ گواہی دے اسکی جسکو سُنے یا دیکھے بیع کے مانند مین اگرچہ بیع بطریق

تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا ہم یعنی اگر شہود بہ مسموعات
سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شی مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب
اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو
بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے اور خریداری کی شہادت مین بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات
سے ہے اور اقرار بالکنایہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اس
طرح کہ اُسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت
اور پیام کے یون لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کر اے مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہین اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے
تو انکو اُسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر
انکو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی
و حکم الحاکم والغصب والقتل و ان لم یشہد علیہ و لو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر
گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا منھ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو ہم خلاصہ مین ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے
سُنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہون اور اسکا کلام سنتے ہون تو
انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر درصورت آئندہ متن کذا فی الطحطاوی **ولا یشہد علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت
غیرہ** لکن لو فسر للقاضی لا یقبل درر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہے اسپر گواہی نہ دے اُس سے بات سُنکر مگر جبکہ ظاہر ہوجاے قائل اسطرح کہ اسکو کوٹھری
مین سوا اسکے لیکن اگر شاہد اُس کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ہم یعنی جبکہ شاہد کوٹھری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو
دیکھا پھر شاہد نکل کر اُسکے دروازے پر بیٹھا اور اُس کوٹھری مین کوئی راہ نہین سوا دروازے کے تو اب اُس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی
الطحطاوی عن الخصاف **او یری شخصہا** ای القائلۃ **مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم والنسب و
علیہ الفتوی** جامع الفصولین یا دیکھے عورت کلام کرنے والی کا جسم دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی
اور یہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ہم رویت شخص کی قید اسواسطے
لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہین بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہین
کہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکور کا بتا وین تو
عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح
کما فی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لان عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر مین ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی
لکھنا لینے وثائق پر اسواسطے کہ اداے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اُنسے تو بغض اسکو ضرر کریگا ہم وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور
لوگون سے جو شرعاً محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اُس
صورت مین ہے جبکہ اہل علم مین تحمل یا اداے شہادت متعین نہو **و ان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خطا اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ
خطہ فاستکتب فکتب و بین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح** خانیۃ وان افتی قاری الہدایۃ

بخلافه فلا يعول عليه وانما يعول على هذا التصحيح لان قاضي خان من اجل من يعتمد على تصحيحاته كذا ذكره المصنف هنا وفي كتاب الاقرار واعتمده في الاشباه واكر دو خطون
مین تشابہ ہو اسطرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا
گیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونون خطون مین ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول
صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہے یعنے ثبوت مال کا تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے
کہ جن لوگون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اُنمین سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہے ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کتاب الاقرار مین ذکر
کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہے ھم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہین کہ مدعی علیہ اقرار
کرے کہ یہ میرا خط ہے اور مین نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر مال نہین ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہین ہوتا تو اسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی النح

لكن في شرح الوهبانية لو قال هذا خطي لكن ليس على هذا المال ان كان الخط على وجه الرسالة مصدرا معنونا لا يصدق ويلزم بالمال ونحوه في الملتقط وفتاوی
قاری الهداية فراجع ذلك لیکن شرح وہبانیہ مین ہے اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھپر یہ مال نہین ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو
انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہے تو اُسکی طرف مراجعت کر ھم یہ قول ہے
قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو
کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف پر ہین اسواسطے کہ لکھنا کا ہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصا **ولا یشہد علی
شہادۃ غیرہ ما لم یشہد علیہ** وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ جاز وان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے
اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اُسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ مین اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس
کے سوا اور کہین سُنے تو گواہی دینا جائز نہین بدون اُسکے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضا مین اُسکو سُنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اُسکو
گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ھم وجہ جواز یہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہے اور یہ تعلیل اُسکی مفید ہے کہ قاضی نے اُس شہادت پر حکم کر دیا
کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہین ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر
ھم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یون بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کو سُنا تو اُسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز
نہین انتہی تو اگر اُسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاے کذا فی الطحطاوی وقولہم لا بد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل
على الاظهر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنے گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل
کے بقول اظہر ھم قولہم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین
اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اُسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اُسکو قبول نہین کیا اور جواب یون ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت
کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ بقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ
ان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اُسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے
یعنے شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا مین سُنا ہو اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ
الفی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلون
مین چنانچہ اشباہ مین ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ھم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالت

کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہ صورت ہی کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے مال کا عوض ہی اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اُسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی **و التزکیۃ** ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا **و** عادل واحد کافی ہی تزکیہ سر مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہی بالاجماع ھ تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہی جو شہادت مین شرط ہی سواے لفظ شہادت اور ظاہر ا تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین **تنبیہ** قاضی کو چاہیے کہ اُسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہی اور کون نہین لالچی اور مفلس نہو تا مال پاکر دھوکا نہ کھا وے اور اگر شاہد کے پڑوسی مین یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تو اتر اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی **و ترجمۃ الشاہد والخصم** اور شاہد اور خصم کے ترجمے مین ایک عادل کافی ہی ھ مصباح مین ہی ترجم کلام عرب بولتے ہین جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہی بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح مین اور ضمۂ تا بھی جائز ہی اور کسا ہے جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہی کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہی چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی **و الرسالۃ** من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہی عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہی ھ اسی طرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہی [illegible] تزکیہ [illegible] الدا اور جائز ہی تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی **وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال** اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ہے ؎ ویقبل عدل واحد فی تقوم ٭ وجرح وتعدیل وارش یقدر ٭ اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے مین اور جرح اور تعدیل شاہد مین اور دیت مقدر مین ھ یعنی صید حرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کر ڈالنے کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اُسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہی کہ اتنی قیمت اُسکی نہ تھی تو اُسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہی لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہی کہ اُسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہی چنانچہ عنایہ مین ہی اور بسر کے زخمون کی دیت ٹھہرانے مین مثلاً ایک عادل کافی ہی – **وترجمۃ والسلم ہل ہو جید** ٭ **وافلاسہ الارسال والعیب یظہر** ٭ اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مُسلَم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہی یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہی ھ سلم سے مسلم فیہ مراد ہی یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اُسمین کافی ہی اور جبکہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہی کذا فی الطحطاوی **وصوم علی ما مر او عند علۃ** ٭ **وموت اذا الشاہدین یخبر** ٭ اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت مین جبکہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ھ مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر کافی ہی اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہی حسن کی امام ظاہر الروایہ یہ ہی کہ در صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہی اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی **والتزکیۃ للذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم یعرفہ المسلمون سألوا عنہ عدول المشرکین** اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہی امانت داری سے اُسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہی

صحبت نہین ہی پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اُسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار ھم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقد شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اُسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہی کذا فی الطحطاوی و فی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادتہ و لو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط مین ہی کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول ہی یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہی اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اُسکی مقبول نہین ھم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اور مستی انجیل مین حرام ہی تو وہ فاسق ٹھہرا نصاریٰ کے دین مین ولا یشہد من رای خطہ و لم یذکرہا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اُسکو یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر بدون یادداشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ھم خلاصہ مین ہی کہ ابوحنیفہ نے جمیع امور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اُنسے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہی تو اگر اُنمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اور میری مہر ہی تو اُسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اُسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی کذا فی المنح اور فقط تذکرہ مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ لو فی حرزہ و بہ ناخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اُسکو جائز کہا ہی اگر کاغذ مرقوم اُسکے قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے مین کذا فی البحر عن المبتغی ھم خلاصہ مین ہی شرط یہ ہی کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور منشی کے ہاتھ مین نہو جیب سے کہ اُستے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اُسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہی کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کے واسطے جائز کہا ہی نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہی اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہی کہ صاحبین اسمین متفق ہین جو بحر الرائق مین ہی وہ معلوم ہو چکا اور اسی طرح عینی اور زیلعی مین ہی ابو السعود نے کہا دفعہ تنافی یون ممکن ہی کہ ابو یوسف سے دو روایتین مین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اُس چیز کی جسکو اُسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین بلا معاینہ گواہی درست ہی چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہی ھم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہی یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکھ کے معاینہ یا سماع سے اُسکی گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود مین کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیۃ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہی ۲ ولاء ابو یوسف کے نزدیک ۳ مہر بقول اصح کذا فی البزازیہ ھم شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہی اور سرخسی کے اُستاد حلوائی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہی سو ابو یوسف سے جواز منقول ہی تو معتمد عدم قبول ہی عتق مین جیسے ولا مین عدم قبول معتمد ہی اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پھر اُسنے حلوانی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولا مین محمد کا کلام مضطرب ہی اور ظاہر امام کا قول معتمد ہی کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین مین اصح یہ ہی کہ مہر تابع ہی نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اُسکو مذکور کیا ہی اور اسی کے مانند ہی بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہی خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ۴ نسب ھم تو جسنے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سُنا صاحبین کے نزدیک کہ وہ شخص فلان بن فلان ہی تو اُسکو اُسکی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے اُسکی ولادت اُسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی الطحطاوی والموت ۵ موت ھم تو جب لوگون سے سُنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اُسکو موت کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے موت کا معاینہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہی کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا

شوہر مرگیا تو اسکو نکاح کرلینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اُسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز نہین اُسکی موت کی خبر دے جبتک شخص معتمد اُسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اُسکی موت کا معائنہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا ہے موت پر مقدم ہو جاتے ہین حیلا کی راہ یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی **و النکاح** ۶ نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سُنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بشہرت اور بتسامع نکاح مین جائز ہو تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سُنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اُسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معائنہ نہین کیا اور درر مین ہی کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اُسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی **و الدخول بزوجتہ** ۷ دخول بزوجہ لینے یہ بھی بالسماع ہی اور قبول شہادت پر احکام مترتب مین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب **و ولایۃ القاضی** ۸ ولایت قاضی ہم یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اُسکو اُسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہی کہ امیر قاضی کے مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے **واصل الوقف** ۹ - اصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ ہان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین یہی قول مختار اگر وقف قائم ہی تو فقیرون کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اُسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبی مین ہی قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہی انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہی معراج اور فتح القدیر مین **و اصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ و توقف علیہ والا فمن شرائطہ** اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور انجام کار کو اُس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن

کا فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہی جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہی اُس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سے سوائے موت کے کہ اُسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معائنہ بخبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہی دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسی طرح موت کو ہر شخص معائنہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہی سو اُسکو کوئی معائنہ نہین کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسی طرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے مین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اُسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر دونوں مل کر قاضی کے سامنے گواہی دیں تو قاضی انکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکرہ ابو السعود وقیدہ شارح الوھبانیۃ بان لایکون المخبر منہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کی وصیت کی ہو وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شئی سوی رقیق علم رقہ ولیعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع لک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوا اس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہے اور وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجکو اس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبول قابض کی ملک ہے ھ خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا النقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی بابت سرے کی دلیل ہے کیونکہ جمیع اسباب میں مرجع دلالت قبض ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ اور تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہے تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہے کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان کرسکتا ہے تو بمجرد معائنہ قبضہ اسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اسکی مملوکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو دھوکا شرنبلالیہ کی عبارت سے ہے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہے رقیق معتبر کے سوا یعنی جبتک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معائنہ قبض سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معتبر میں اسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہے تو اسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جبکہ اسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا (سوا اسکے رقیق لیعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع) تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ حالت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہے لسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہو اسی واسطے کہا ہے کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر دیں تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جبکہ تیرے دل میں یہ جم جائے کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے والا اونہیں تو نہیں

یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جازلہ القضاء بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اسکو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی البزازیۃ یعنی اسوقت حکم جائز ہے کہ جبکہ مالک اسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں ھ دعوی ملک کی قید میں شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہیں خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا فیہ اخبرنا بہ من نثق بہ تقبل علی الاصح

سوائے اس رقیق کے جو اپنا حال بیان کرے اور اسکا مملوک ہونا معلوم نہ ہو ورنہ وہ متاع ہے

خلاصہ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی تسامع سے ہی یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہی اُسنے جسپر ہمکو اعتماد ہی تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصہ حموی نے

کہا علمانے فرمایا ہی کہ شاہد کو مناسب ہی کہ مطلق گواہی دے اور اُسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ

معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ دُرر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہی کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہی کہ شاہدین کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگون سے سُنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معائنہ نہین کیا و لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جمیع امور مین شہادت بالتسامع جائز ہی اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہی حموی شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہی کہ شہرت وہ ہی جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لامن یصح قبولہا ولا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہی قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنے کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہی اور کسکی واجب نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہی اور کسکی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہی تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہی گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک اُن چھ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے بہتّر فرقے ہو گئے حموی ہوی عبارت ہی خواہش مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہی بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہی مغرب مین ہی کہ اہل اہوا وہ لوگ ہین جو طریقۂ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کرین اور اہل قبلہ سے ہون یعنی اپنکو مسلمان کہتے ہون اُنکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی کہ انکا فسق اعتقادی ہی اور بدعت مین اسکو نہین ڈالا مگر اسکی تدین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر اسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہی لہذا اسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہی جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہی جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہی اور رافضی فرقہ مشہور ہی اور خارجی وہ لوگ ہین جو حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کے صفات ثابت کرین اور قہستانی مین عوض اُنکے مرجیہ کا ذکر ہی مرجیہ وہ فرقہ ہی جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل التعطیل و معطلہ وہ فرقہ ہی جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جنکی تکفیر ثابت ہی چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین اُنکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی تو شارح نے اُن فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہی نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہی چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہی کہ اصول ہوی چھ مین پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا للبدعۃ بل للتہمۃ الکذب عنہم ولم یبق لمذہبہم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہی سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہی روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور اُس شخص کے واسطے جو قسم کھالے کہ مین حق پر ہون تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہی اور اُنکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی البحر یعنی اُس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا حموی خطابیہ نسبت ہی ابو الخطاب محمد بن ذہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین

خروج کیا اور عیسی ابن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق رضی کی اطاعت کیطرف دعوت کی اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی رضی خدا اکبر ہیں اور جعفر صادق خدا اصغر سو کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رد شہادت فقط بدعت کے اسواسطے نہین کہ محض بدعت لائق تکفیر کے نہین اشہر بلکہ اپنے رئیس کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہون کذا فی الطحطاوی

ومن الذمي لو عدلا في دينهم جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتون مین ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین ہے ہم منجملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی دین اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجاوے گی ۲ جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دین اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ ادا مین کفایت نہ کرتا ہو ۳ جبکہ ذمی کی خرید پر مسلم سے گواہی دین اور مسلم منکر بیع ہو ۴ جبکہ چار شخص گواہی دین نصرانی پر کہ اسنے عورت مسلمان سے زنا کیا اگر درصورتیکہ اسکرا مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافرون نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اسکا حکم دیا ہے

وتبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اسکے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسی طرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی دی چنانچہ قصاص کذا فی البحر ہم اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجاوے تو گواہی باطل ہوجاوے گی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہین وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری سو اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنے مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہین کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار الاسلام مین رہتا ہے ولا مرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد کی بقول اصح وتقبل منہ علی مستامن مثلہ مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک مین رہنے کے ساتھ یعنے جبکہ دونون ایک ہی ملک کے رہنے والے ہون اسواسطے کہ دونون کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونون دار الاسلام مین ہون تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہین اور اسی طرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یا من من التقول علیہ کما سیجئ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمین اطمینان نہین دروغ گوئی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب مین ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت کا ہے واجب ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے واہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونون مین عداوت دینی ہے کذا فی الحموی واما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الاخر فتاوی المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی تو دوست کے واسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال مین تو اب مقبول نہین چنانچہ مصنف کے فتاوی مین ہے معین الحکام کی طرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب الکبائر کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اسکا غالب ہو اسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہون تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر مین کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل مین یون منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت اسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیان کرے اور ننانوے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہین کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم واقرہ ابن کمال اور

خلاصہ مین ہی کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑ اوے وہ کبیرہ گناہ ہی اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ابن کمال نے ہم فتح القدیر مین اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ قول منضبط

اور صحیح نہین لہذا المحشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہین ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال ومتی ارتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے

کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہو گئی ہم حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت حکم ہو گا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور مین پہونچے ولذا اتشریح تم

مین اوہان شرط ہی اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ مختار یہ ہی کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اسکی شہادت مقبول ہی ومن اقلف

لو من عذر والا لا وبہ ناخذ بحر اور غیر مختون کی گواہی مقبول ہی اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر

ہم عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہی ویسے ہی اسکی امامت بھی صحیح ہی اور ختنہ کے وقت مین اختلاف

ہی خلاصہ مین کہا مختار یہ ہی کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہین اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی المنح والاستہزاء بشیء من الشرائع کفر ابن کمال اور

خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع اور گواہی مقبول ہی خوجہ اور دست بریدہ کی ہم اسواسطے کہ

خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسی کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری مین کاٹا گیا اسکی گواہی اسرقہ مقبول ہی جبکہ وہ عدل ہو کذا فی

الطحطاوی ہم وولد الزنا ولو بالزنا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہی اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم اسواسطے کہ

فسق والدین فسق ولد کا موجب نہین جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال اور خنثی عورت کے مانند ہی اگر خنثی مشکل ہو اور

اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہین ہم شرنبلالیہ مین ہی کہ خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کے مانند ہی انتہی تو اسکی گواہی دوسری عورت کے ساتھ

برابر ایک مرد کے ہو گی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنے اگر علامت مردی غالب ہی تو اسکا مرد کا حکم ہی اور نہین تو عورت کا ذکر ہم لمستقیم وعکسہ الا لتہمۃ

فی الخلاصۃ شہد العبد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتر لم تقبل بحر انتفع باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کے واسطے

اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہی مگر بسبب تہمت کے مقبول نہین اسواسطے کہ خلاصہ مین ہی کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن

کے وقت دو غلامون نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہو گی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ہم جر منفعت کی وجہ یہ ہی

کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونون قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے مقبول ہی کہ شریح

نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کے واسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ الا اذا شہدت

الخصومۃ وخاصم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہی گواہی بھائی کی اپنے بھائی کے واسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتے کے محرم سے

گواہی مقبول ہی مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہین چنانچہ قنیہ مین ہی ہم محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی

رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور سوا انکے مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہی کہ املاک

ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہین اور ایک دوسرے کے مال مین تصرف نہین کرتا تو محل تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے ساتھ

خصومت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہو گی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا اور خزانہ مین

ہی کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہی اگر شاہد عادل ہون ہم یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہی صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے واسطے

اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہی یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل حر کافر موکلہ

مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہی گواہی کافر سے اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہی یا اس وکیل حر کافر پر

جسکا موکل مسلمان ہی نہین جائز ہی اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول مین قیام شہادت ضمنا نہ قصدا اور

خنثی مشکل ... علامتین دونون ... برابر ہون ... خلاصہ

ضمنا جائز ہے نقصداً ہم بالعکس یعنی یہ ہے کہ گواہی دے کافر اُس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذا فی الطحطاوی وتقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ

دین لمسلم مجر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اُس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لاتقبل شہادۃ

کافر علی مسلم الا تبعا کما مر او ضرورۃ فی مسلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی

ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ مین ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہین مگر کافر کے ساتھ ہوکر چنانچہ مذکور

ہوچکا مسلم کی گواہی عبد کافر مین یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلون مین وصیت کرنے مین چنانچہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہ گواہی دی

کہ اسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اُس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب مین بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافرون نے گواہی

دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اُسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر مین مذکور ہے ہم وجہ استحسان لیلئے کورہے

کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت مین موجود نہین ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور

اہل اسلام کفار کے نکاح مین نہین ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا مین جو موت پر مبنی ہے اور نسب مین جسکی بنا نکاح پر ہے

مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہوجاوین جو ایصا سے متعلق ہین تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا

کہ ظاہر قبول شہادت اُس صورت مین ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے

اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اُسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی

والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ہم عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہین جو حقوق واجبہ مانند خراج

وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہین یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم

فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک

وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہون تو انکی گواہی مقبول

نہین بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہین بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنے جو ظلم سے خراج جمع

کرے اور صراف کی اور جہازون کے معرف کی یعنے جو تجار اہل جہاز اور مشتریون سے شناسائی کرواتے ہین اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری

اور مہترون کی اور اُسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور جہات

کے ضمانت دارون کی گواہی مقبول نہین مانند اُن لوگون کے جو ٹھیرون کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہین یہانتک

کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر ہم صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دین اور

وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے مراد پیشہ ورون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہین اور وکلائے

مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہین جو دعاوی اور خصومات مین ذمہ دار ہوجاتے ہین تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہین

اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی جعلسازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض مین اعانت چاہتے ہین اور توکیل حقیقی کا قصد نہین کرتے اور صکاک بضم صاد

مثلہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق وقبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ وہ لکھتے ہین کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور ضامن

درک ہوا اور بیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکورہ واقع نہون اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ

ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ وتشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر مین ہے اور گواہی مقبول نہین اُسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور

مغالطہ کے لیتا ہی یا اُسکے وثیقے پر گواہی لکھتا ہی مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہی کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہی سو کیا حلال ہی اُن لوگون کا جو ٹھیکہ لیتے ہین
سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہین انتہی نخاسین بجاے مہملہ ہی اور بعضی کتب مین بجاے معجمہ جمع نخاس یعنی بائع دواب ورقیق
کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ وتوابعہ ورعایاہم لاتقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہی امیر کبیر نے دعوی کیا سو
اُسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اُسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ھ عمال
اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لائقۃ بہ وہی حرفۃ آبائہ
واجدادہ والا فلا مروۃ لہ لو دنیۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال سے مقبول الشہادت سے پیشہ در مراد
ہین یعنی وہ پیشہ جو اُسکے لائق ہی یعنی جو پیشہ ورکے باپ دادون کا پیشہ ہی اور اگر اُسکا پیشہ نالائق ہی باپ داداکے مخالف تو اُس پیشہ ور مین مروت
اور جوانمردی نہین اگر اُسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہی تو اُسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہو چکا کذا فی الفتح
اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ھ فتح القدیر مین ہی کہ ترک مروت مسقط عدالت ہی مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان
ایسا فعل نہ کرے جس سے اُسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک اور حفظ لسان اور سبکی عقل کے
اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لاتقبل من اعمی ای لایقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز
بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقا یعنے اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہی اور مصنف کا مطلقا کہنا
عام ہی اُس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد اداے شہادت قبل قضا کے اور اُس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک تسامع
کی شہادت جائز ہی ھ عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہی کہ اداے شہادت مین اشارے سے تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندھا
امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہی کہ اُسکو کچھ خصم تلقین کردے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہی وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا
بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ھ گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اُسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہی
یا اُسکے غیر مین خواہ یا شارہ ہو خواہ بہ کتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہی کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد و
مملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اُسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال صحتہ اور
صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہی ھ محیط مین ہی کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت
ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہی لیکن یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہی کذا فی الطحطاوی الا ان تحملا فی الرق
والتمییز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ
آزادی اور بلوغ کے اداے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہی اگرچہ غلام آزاد شدہ آزاد کرنیوالے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد البصارۃ و
اسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہی بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق
کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر اداے شہادت کا حال ہی کذا فی شرح التکملہ ھ عطف اُسکا مقتضی ہی کہ اگر تحمل کے وقت
اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہی حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہی اور باقی مسائل ثلثہ مین حکم
صحیح ہی کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہ لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا اربعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علے مسلم اور بحر الرائق مین ہی جب کہ
شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جاے پھر شاہد اُسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر

چار شخصون کی گواہی مقبول ہی بعد روکے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی سلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ مین اُسکی گواہی مقبول ہی بعد
ردشہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ مین رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ مین قبول
کرنا جائز نہین اگرچہ اُسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ مین ہو چار شخصون کے استثناء سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اخرس اور مغفل اور
متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہو کہ تحمل اور ادائے شہادت حال البصارت مین ہوا اور تحمل اور
ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہو یعنی وکذا بعد البصار واسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین
مع الاربعۃ سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہو ہم چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا او محدود
فی قذف تام الحد وقیل بالاکثر وان تاب بتکذیبہ فتح لان الرد من تمام الحد بالنص اور اُسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور
بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف
کے ہو بنص قرآنی سے ہم قاذف کے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم
شہادۃ ابدا اولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم) یعنے جو حرامکاری کا عیب لگاوین محصنات کو پھر
چار گواہ نہ لاوین تو انکو اسّی کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری
کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہو انتہی تو ظاہر اعطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہی کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہی اسواسطے کہ
عدم قبول شہادت مولم اور دردناک ہی کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی موید ہی و اللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو واولئک
ہم الفسقون) اور استثناء راجع ہی اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہی واولئک ہم الفاسقون م استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہی واولئک ہم الفاسقون
کی طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ استثنا جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین مین اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد
توبہ کے مقبول ہی وتمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف
ماری جاے پھر وہ مسلمان ہوجاے تو اُسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اُسکے مسلمان ہونے کے ماری جاے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف
اُس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہی کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہی تو اسکی رد شہادت
منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اُسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہی بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مرقی
کی حالت مین مطلق شہادت کی اہلیت نتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اُسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت
منجملہ اُسکی تمامی حد کے ہوئی او لیقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل الجلد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے
اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کذا فی المنح اُسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل
حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہی کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اُسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اُسپر سے
اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بالقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق مین ہی کہ فاسق جب کہ
توبہ کرے تو اُسکی گواہی مقبول ہی مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے
گواہی مقبول نہین کہ اُسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہوسکتا بخلاف سائر انواع فسق و شاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا لسقوط الکن سے ہی

ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود یہ ہے کہ فقیہ ابوجعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی المنح ومسجون فی حادثۃ تقع فی السجن کذا لاتقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب لاشہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات

وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر منسوبا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری وشرنبلالیہ لکن فی الحاوی

تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہین گواہی محبوس کی اس حادثہ مین جو واقع ہو محبس اور جیلخانے مین اور اسی طرح لڑکون کی گواہی مقبول نہین اُن حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اُس واقعہ مین جو حمامون کے اندر واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اُس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت مین تقصیر انھین کی طرف منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی مین ہے کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تا خون ضائع اور باطل نہو جاے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان مین ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال مین حاضر ہو تو اُسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہوگیا اور ہر محبوس کے فسق مین گفتگو ہے اسواسطے کہ گاہے انسان بقصور بھی قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نساء مین البتہ ظاہر ہے نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپ کے حق مین اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اُس چیز مین جو دونون مین مشترک ہے لیکن غیر مشترک مین جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولی کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی (عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ

ولا المراۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی) کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ

مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہین ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدون کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا دعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیہ فعلم منع الزوجیۃ

عند القضاء لا تحمل وادار احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ مین ہے کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت مین ہے تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر اُس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادا شہادت کے وقت ہم شارح کو مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے اُسکی گواہی رد کی یہان تک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اُسکی گواہی نافذ ہے انتہی جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور بعد انقضاے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین مذکور ہو چکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہین ہی گواہی شاخ کی یعنی جڑ کے واسطے یعنے اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا اور نانا؛ پرنانا مصر دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ رضی ہی جو مذکور ہوچکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا مین متصل ہین تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو زکوۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہان تک کہ حسن مجتبیٰ رضی کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰ کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضیٰ رضی نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن رضی اور حسین رضی دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے یعنی بروایت مین آیا ہی کہ علی مرتضیٰ رضی نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روزینہ انکا زیادہ کردیا تو بعضون نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہی کذا فی الاشباہ صم صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہی وہ صورت یہ ہی کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اُسنے دعوے کیا کہ یہ انکا اسی زوج سے ہی اور زوج منکر ہی تو زوج کے باپ اور اُسکے ولد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہی اس عورت سے، تو دونون کی گواہی مقبول ہی اور منح الغفار مین وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہی کہ خانیہ مین قبول مطلقاً منقول ہی بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہی کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہی پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہی اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہی فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہی گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی مان کے واسطے اگرچہ اُسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ مان اُسکے باپ کے نکاح مین ہی صم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہی کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنے مین اسواسطے مقبول نہوئی کہ اُسمین جر منفعت ہی مان کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ مین آٹھ ورق کے بعد ہی کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکی طرف صم القاتل کا الف لام جنس کا ہی جو متعدد پر صادق آتا ہی صورت اسکی اشباہ مین یون مذکور ہی کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا پھر انھون نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اسطرح کہ اُنمین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہی اور حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہی انتہی ملخص کبری مین ہی کہ فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہی لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق مین ہان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے صم وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہی تو گویا اپنے حق مین گواہی دی وسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اُس مال مین جو دونون مین مشترک ہی اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہی ایک راہ سے فی الاشباہ للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ مین ہی کہ مدعی علیہ کو جائز ہی کہ شاہدین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے صم جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہین تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے اُنکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہین تو طاعن پر اقامت بینہ لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہی مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہی اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہین ظاہر الروایۃ مین ہی کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہی کذا فی الطحطاوی یہ فی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل ما لم یکن خراج کل ارض معینا او لا خراج للشاہد اور فتاوی نسفی مین ہی کہ

اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہین جبتک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو ہم اور اگر خراج ہر زمین کا

معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمین جر منفعت اور دفع مضرت نہین اور اسی طرح جبکہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا

من قریتہم لا تقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون لشئ من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا آخذ شیئا قبل وکذا فی وقف المدرسۃ

انتہی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اُنکے گانؤن مین سے ہے تو مقبول نہین اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح

اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے سکنے مین سے ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے

حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اُس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح

وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق

کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے

کہ شاہد کا اسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم والتابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر

لنفسہ ونفعہ نفع لنفسہ ورد ہو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی اجیر

خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص

مراد ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع

اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اُنسے یعنی گھر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین

اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے

جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور مٹکڑا ہے اس حدیث کا جو ابوداؤد مین عن عمرو بن

شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ ورد شہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا

لغیرہم) یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کے واسطے

اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم

سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین

جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسے خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے

مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستحق ہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع مستاجر کے مستحق

ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کرسکتا مدت اجارہ مین تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے منافع کے ہے

تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر للاستاد لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور اُستاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے

قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہین بخلاف اجیر خاص کے ہم یہ مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ولوطی اور مخنث کی گواہی مقبول

نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اُنکے

ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب ور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا

فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابوداؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء) یعنی لعنت

کرے اللہ مردون سے مخنث پر اور عورتون مین سے اُن عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین واما بالکسر فالمتکسر المتلین فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ فتقبل بحر اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی جرم اپنے بجا ہوا اپنے اعضا اور لفظون مین تو اسکی گواہی مقبول ہے کذا فی الجرم اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا المنع رفع صوتہا ذکر اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے سوت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی فرمائی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیئے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصًا جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بما دستہا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو ذکرہ الوانی اور لائق ہے راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تا کہ قاضی کے نزدیک اسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی نے ہم اسی طرح جمیع الواجبات کبائر مین مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہین ہے ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا باجر درر وفتح زاد العینی فلو فی مصیبتہا تقبل وعللہ الوانی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا وکان کالشرب للتداوی اور اُس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اُسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اُسکے صبر اور اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت مین مانند شرب مسکر کے ہو علاج کے واسطے وعدو بسبب الدنیا اور مقبول نہین اُس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ مین لٹا اُسکی گواہی رہزن غارتگر پر اور یہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے کذا فی البحر وجعلہ ابن کمال عکس الفرع لا اصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لا اصلہ بالعکس قرار دیا ہے تو اسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اُسکے ضرر پر واعتمد فی الوہبانیۃ والمحبیۃ قبولہا مالم الفسق بسببہا قالوا الحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ہم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اُنکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزی اور اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام کے قاعدے کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ شرعًا فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ ولا علی غیرہ وللحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من الترکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوے مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے شرعًا یعنی احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اُسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر امر اد تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور بعض الآت علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی ومجازف فی کلامہ اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو البسا کثیر الکلام ہو

کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی ص فتح القدیر
مین حکایت ہی کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اُسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے
شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہی جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اُسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مین نے اُس سے
سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اُس کلام مین صادق ہی تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہی تو کاذب کی بھی گواہی
مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ حرکا یون کہنا کہ مین تیرا غلام ہون باختیار مجاز کے ہی
یعنی قائم بخدمت ہون اور سلیع اور مجاز کلام مین شائع ہی یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہی بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہی کہ اس محاذ مخصوص مین اپ کو ذلیل
کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہی الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہی انتہی مختصراً او یحلف فیہ کثیراً او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول
نہین اُسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہی ص کثرت
حلف اگرچہ راستی مین ہی مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہی اور رفتہ رفتہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہی اور گالی دینا یا اُسکے سامنے ہی یا پیچھے
اگر سامنے ہی تو شوخ چشمی اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہی جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہی تو غیبت ہی اور وہ موجب فسق ہی اور مسقط عدالت
ہی اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت ہی چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہی کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریتہ جیسے
ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہی بموجب روایت وجوب علی الفور کے ص یعنی تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہی یعنی مختار ہی فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل
فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہی ص بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل مین کی
قید ہی یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر
کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بُعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہی اور بعضون کے
نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہی اور اگر بعذر مؤانست مہمان یا بنیت روزہ زیادہ کھالے تو ساقط العدالۃ نہین کذا فی الطحطاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر
اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ص ظہیریہ مین فتوی اُسیپر ہی کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلین بلکہ تماشے کے واسطے
تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہی ص اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے
اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا تا مالدار ہوکر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہی کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے
کہا رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہرا رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اُسوقت تھا جبکہ ہندوستان تمام کفرستان تھا
چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہی اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہی مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کیے
بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہی جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی
بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہی اور طفیلی اور
مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وفی
شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصے فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مقبول نہین شہادت
بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہی اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہی تو صاحب عدالت نرہا ص ایک نسخہ
مین یقبض ہی بجائے یقرض کے اور اسی طرح خلاصہ مین ہی اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہی بہ یائے تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

ولا الشہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب اُنکے تعصب کے ھم اہل عراق کی عادت ہی کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہی تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہی تو سید قوم اُسکے واسطے گواہی دیتا ہی اور اُسکی سفارش کرتا ہی تو عجب نہین کہ جھوٹی گواہی دے یعنی پاسداری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اُسکی گواہی مقبول ہی جو امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ھم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اُسکو جرأت ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے تو اُسکی گواہی مقبول نہین انتہی ملخصاً تو مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہی کیونکہ وہ منع ہی کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح مین اور اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا رکھنے اُس شخص کے موت کو ھم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اُسکی گواہی مردود ہی نہ ہر کپڑا بیچنے والے کی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہین ھم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہی کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اُس چیز کو بیچا ہی فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین فتح القدیر مین ہی کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہی کہ اُنکی گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ قوم صالحین نے اِن پیشون کو اختیار کیا ہی تو جب تک قادح شہادت معلوم نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہو سکتی اور یہی حکم ہی نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہی تو گواہی مقبول ہی اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہی کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یون نہ کہے کہ مین وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل ھم اسواسطے گواہی مقبول ہی کہ قیام نکاح کی گواہی ہی نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہی واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معزیا الی البزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والسکاکین والمحضرین وکلاء المفتعلۃ علی ابواب القضاۃ ونحوہ فی فتاوی مؤیدزادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہی قدری افندی نے اپنے واقعات مین اور مصنف نے اُسکو ذکر کیا ہی اپنی کتاب مسمی بالمعین کی کتاب الاجارہ مین بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور اُنکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہین اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور اسی کے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہی ھم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور غیاثیہ او فتح القدیر سے ہی کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہ ہی کہ اُنکی گواہی مقبول ہی انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اُنکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق کے ابطال مین کوشش کرتے ہین اور وہ فسق ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا وصی اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للیت ابدا وکذا الوکیل بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ مین ہی کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اُسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبھی اور اسی طرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نہ کی تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ھم اِس مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن مین آویگا ومدمن الشرب بغیر الخمر لان بقطرۃ منہا ترتکب الکبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شربہ صغیرۃ اور گواہی مقبول نہ ہمیشہ پینے والے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہی تو گواہی اُسکی مردود ہوگی اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہی سو

غلط ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم شارح
نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہے نہ خمر مین سو لائق اعتماد کے نہین کہ صریحاً نقول مذہب کے مخالف ہے کافی مین ہے کہ ادمان
اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اسکا یہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت
اسی وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلین تو ایسے شخص مین مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین
کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی
مین ہے اور نہایہ مین ہے کہ ادمان شرط ہے خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق مذکور
ہو چکا ہے کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب نہر نے
کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہے انتہی تو خمر مین ادمان اشتہار کے واسطے
شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی فلا یبطل العدالۃ لشبہۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب
مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال
ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو بمقتضائے حکمت نہین اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل
مین داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالباً کافی اور اسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے
ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالباً کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے
غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع مین تو اسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول
ہے کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہین کیونکہ وہ خفیف ہے والطیور الا اذا امسکہا للاستیناس فیباح الا ان
یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہے مگر
جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود
ہوتی کہ مورث غفلت ہے اور وہ محمول ہے اس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نساء پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر و
الطنبور وکل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعاً نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان رقصوا بہ خانیہ لدخولہ فی حد
الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون
مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جبکہ اسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اسپر
لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر مین کذا فی البحر ہم محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے
مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ مین ہے کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار
خواہ وہ خشت کی ہون یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ (ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر) یعنی حق تعالی
نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح مین اور
نکاح کے مانند ہے ہر سرور حادث اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

مشکوۃ مین مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس مین ہے کہ معازف ملاہی ہین مانند عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلہ غنا اور جس قصب
یعنی نَے اور بانسری مین گاوین اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہین امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے
مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے تحت ترکذا فی ترجمۃ المشکوۃ للشیخ عبدالحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہین جو راگ
گاتا ہو لوگون کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگون کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہے وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتامل اور سعدی
افندی کا کلام یعنی متین اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اُس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو ہم طحطاوی
نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ و
حکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور
اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود مین وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے ہم محل اباحت سرود وہ ہے کہ باجا نہو اُسکے ساتھ
اسواسطے کہ بزازی نے مناقب مین اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور بنایہ اور عنایہ مین ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے
گانا معصیت ہے جمیع ادیان مین ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب
حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح مین جیسے دف بجانا اسمین
جائز ہے اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور بغیر نکاح مین اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی
کلام العینی اور بحرالرائق مین ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی
ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بحرالرائق مین ہے کہ شارحین نے تصریح نہین کی کہ سرود مین مذہب کیا ہے
اور بنایہ اور عنایہ مین ہے کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہے جمیع ادیان مین اور زیادات مین کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے
نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہوا انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو
اختلاف منقطع ہو گیا انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی موید نہین کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت
مقید بلہو ہے اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اسوقت ہو گی جب لوگون کے سامنے گاوے وجہ افادہ قید شہرت یہ ہے کہ وصیت
منفذ ہوتی ہے متعارف کی طرف اور عرف مین مغنیہ یا مغنی نہین کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی مین مصنف
کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہین گواہی اسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور انکو
سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اسکا مضائقہ
نہین اور عدالت اسکی ساقط نہین ہوتی قول صحیح مین انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو ولعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے
بلا خلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے
کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہین اور
بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ مین تغنی کرے مکروہ نہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی
مین فقہا کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے
پاس گئے اور وہ زاہد صحابہ مین تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام

نے لیا ہی اور محمل حدیث براء بن مالک کا یہ ہو کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ او رحکم تھین اسواسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہین ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی (من لم یتغن بالقرآن فلیس منا) اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہی پھر جبکہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہی کہ صاحب ہدایہ تعمیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہی اگرچہ مواعظ اور حکم ہون تغنی مین ہو کہ ملاہی دو قسم مین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ دف ہی نکاح اور اسکے مانند اور سرور حادثہ مین اور اسکے غیر مین مکروہ ہی عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور اجناس مین ہی کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہی جواب دیا کہ یہ اسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک منع ہی اور مختار یہ ہی کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچھ علمانے ذکر کیا ہی اور ہم باب الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تلحین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہی انتہی ما فی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہی یا راگ کی مجلس مین بیٹھتا ہی عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق وفجور یا شرب کی مجلس مین بیٹھتا ہی اگرچہ وہ نشانہ پیتا ہو اسواسطے کہ اسکا مختلط ہونا انکے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مسقط ہی ہم مجلس غنا مین بیٹھنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہے اور اسی طرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اس چیز کا جسکے سبب سے اسکو حد ماری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اسکا یہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھ کہا ہی مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہی یعنی حق یہ ہی کہ کبیرہ گناہ وہ ہی کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہی قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوٰۃ متعمدا کو یا اسکے مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا انسے زیادہ تر ہو شر اور برائی مین بحکم بداہت عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ مین نے ان احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی سے اور بے خوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہمکو انسے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے واسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بنرد او طاب مطلقا قمار اولا یا اسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقا خواہ بازی بدے یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہی ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کے مانند اسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہون وہ مطلقا حرام ہی انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہی جو کسر بالنرد کی طرح اسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فلشبہۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہ اختلاف کے سقوط عدالت کے واسطے

جھہ چیزون سے کوئی ایک چیز مشروط ہی تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جواب دے شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہین ہم امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک شطرنج حلال ہی اور اسلئے مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا او یترک بہ الصلوۃ حتی یفوت وقتہا یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے ہم ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہی او یحلف علیہ کثیرا یا شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کہاتا ہو ہم زیلعی نے اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب بہ علی الطریق او یذکر علیہ فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنے وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے جیسا نچہ شتم اور قذف اور غنا او یداوم علیہ ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہی اور غالباً بعض ضروریات مین خلل پڑتا ہی یہان تک کہ بعضے شطرنج باز لڑکا مر گیا اور اسکی تجہیز وتکفین کے واسطے انھون نے بازی موقوف نہ کی نعوذ باللہ من انہماک المعاصی او یاکل الربوا فیدہ بالشہرۃ ولا یخفی ان الفسق یمنعہا شرعا الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا لعند ظہورہ لہ فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کہاے بیاج کہانے مین علما نے شہرت کی قید لگائی ہی اور یہ امر مخفی نہین کہ فسق مانع ہی شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہی کہ اگر یتیم کا مال کہائے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہین اور بیاج خوری مین شہرت شرط ہی صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہین فسق ہونے مین دونون برابر ہین اور اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اسواسطے شرط ہی کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہی او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروۃ ومنہ کشف عورتہ لیستنجی من جانب البرکۃ والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کہاے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہی از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا تالاب کے کنارے سے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہی اسکی گواہی مقبول نہین جو افعال مستحقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کہانا اور نقط سراویل یعنے پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہین کہ جہوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہی کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام بایا ہی وہ یہ ہی کہ جب تجکو حیا نہین تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہی طحطاوی منجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین غل وشور کرنا مروت عبارت ہی دین اور اصلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک و حفظ لسان اور بہکی حقیقت سے کنارہ گیری اور بلند ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقہ بخلاف من یخفیہ لانہ فاسق مستور عینی قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالۃ بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنہایۃ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہو جانے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب سلف کو مخفی رکھتا ہی اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہی پس مقبول الشہادت ہی کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہاے مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تہا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہی ہم سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہی کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق مین معیوب ہو حدیث مین وارد ہی کہ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین منہم ابو حنیفۃ

رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ مین ہی کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہی کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہی انہین سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہین جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہین جنکو عرف مین ناخلف کہتے ہین کذا فی البحر ھم صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماے مجتہدین ماضیین ہین رضوان اللہ علیہم اجمعین ذخیرہ من العنایۃ عن ابی یوسف

فرق سلف و خلف

لاا قبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علے باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحرالرائق مین عنایہ سے ہی کہ ابو یوسف سے مروی ہی کہ مین قبول نہین کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہی اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہی کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہی تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل مین رکھا بخلاف بدگو کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا م ظاہر ایہ مسئلہ متفق علیہا ہی اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شہد ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما وصیین لثالث علی الایفاء دو بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہی تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے مین اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے مین اور میت کے دو وصیون کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے مین صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہین اسواسطے کہ قاضی مالک نہین کسیکو بزبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے مقبول نہین گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہی اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ مین یہ ہی کہ قاضی مالک نہین غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اسمین قاضی کو اختیار ہی شہد الوصی ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذا لک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنے میت کے وصی نے میت کے حق مین بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق مین اسکے مال اور غیر مال مین مقبول نہین خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجاے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی م درصورت بقاے وصایت وصی کا بجاے میت کے ہونا ظاہر ہی اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہین تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق مین اگر اسنے خصومت کی ہی مجلس قاضی مین پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہی یعنے وکیل جسمین خصومت کر چکا ہی اسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہی گواہی دیکر والا قبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق مین بعد معزولی کے مقبول ہی بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہین تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضیۃ ان یصیر خصما ولم ینصب

[illegible]

خصما بعد تقبل وہذان الاصلان متفق علیہما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الوکالۃ مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمے مین تو اُس مقدمے مین گواہی اُسکی مقبول نہین اور جبکا مخاصم ہونا درپیش ہی اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اُسکی گواہی مقبول ہی اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا اُسی شرح مین ہی ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ جبکہ اُسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اُسکو ترک کیا تو اُسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہی جب کہ اُسنے خصومت نہ کی اور شفیع ہی جبکہ اُسنے شفعہ طلب نہ کیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا فی الطحطاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندہما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ وعلیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اُس مقدمے کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہی کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہدا ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی وخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اُسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اُسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہی غیر متعلق بوکالت بخلاف اُس صورت کے کہ اُسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اُسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اُسکا اُسی کتاب مین ہی ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہی کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہوا اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اُسکی مردود ہی ہر ایک اُس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہی مگر جبکہ اُس حق کی گواہی دے جو پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندہما خلافا للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شتے فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ لغیر عین کما فی وصایا المجمع وشرحہ وسیجئ ثمہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین ثابت ہی ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اُسمین بخلاف اُس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اُسکی شرح مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اُسکے واسطے تلث مین وصیت کی ہی تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اُنکا حق ترکہ مین ہی یعنے تلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہی تو یہ گواہی ہوئی اُسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے اُن دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہی کیونکہ اُسمین شرکت نہین وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علے اقرار المیت بشئ معین لوارث بالغ فتقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہی ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہی کذا فے البزازیہ صم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فے الطحطاوی ولو شہد فی حالہ ای المیت لاخلافا لہما

دو نو نصف لم یجز اتفاقاً وسیجی فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا ولا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح او فسق مجرد عن اثبات حق اللہ تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اُس فسق کے اظہار پر جو خالی ہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے اور جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہی اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر کوئی خصومت شہود علیہ سے مترتب نہو فتح القدیر مین ہی کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہی حکم کے واسطے تو ضرور ہی کہ شہود تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہی اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال قادر ہی توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہی کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہی کیونکہ اشاعت فاحشہ بنص قرآن سے ممنوع ہی اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ پوشیدہ قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہی انتہی وان تضمنتہ قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ قبل الاخبار ولو من شاہد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعاً لما اقرہ صدر الشریعۃ واقرہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال رد ہا تبعاً لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہی بلکہ اخبار مقبول ہی اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرار داد کی پیروی کر کے اور اسیکو ثابت رکھا ہی ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل کیا ہی اُسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہی رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہی بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہی اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہی باتباع عامہ کتب فقہ اور اُسکی وجہ مذکور کی ہی ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہی کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہی قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت درصورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہی کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہی شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہی واسطے اسمین خبر واحد مقبول ہی اور بعد تعدیل کے رفع ہی شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہانتک کہ قاضی پر عمل بالشہادت واجب ہی جبتک کہ جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہی کہ دفع اسہل ہی رفع سے اور یہی سبب ہی کہ جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہی بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہی انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہی کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسیمین مقبول ہوتی ہی جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیئے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہی نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہی کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین گرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہی کہ وہ معتبر نہین بایں معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مفید نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہی کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت ... قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دونگا کہ ہان مانع ہی لیکن یہ منع اس سبب سے ہی کہ خبر فسق الطعن ... سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا دلیل اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہی اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتا تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی اور یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہی اسواسطے کہ ہر چند اُسنے یہ کہا لیکن اُسنے یہ بھی کہا ہی کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت در حقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اس باب میں انکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ یہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا

کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرا وعلنا فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور سیطرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمیں یعنے نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ تجکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنوی مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں بسبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے

او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ دُرر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہم بالشہادۃ بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور رد دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی یا اقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ المکل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی

او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں

یا گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا اسکا باپ ہی کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہوا اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہی او انھم زنوا و شہدوا او شربوا الخمر وصم بتقادم العہد لکا مر فی بابہ یا گواہی دی کہ مشہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا مشہود نے ایسا فلانا ال ہی چرایا اور مال مسروق کی اسنے تصریح کی یا مشہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب بتقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم ذہاب ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا یعنی یا گواہی دی کہ شاہد نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکا ء للمدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہی وہ مال ہی ہم مراد یہ ہی کہ ایسا شاہد ہی یا شاید مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی ہی مین ورنہ اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی

کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا الھا الشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال ولو لم یقیمہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو دنا انہم ثم حرا ہم یعنی جب یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور ہی جرح مجرد ہی جو مقبول نہین

او انی صالحتہم علی کذا ودفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم تقبل علی ان لا یشہدوا علی زورا وقد شہدوا زورا فاطلب ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر کریگا تو صلح معنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق العبد او العبد فمست الحاجۃ لاحیاءہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی

شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطاب بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ جمیعا لو عدلا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیہ وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو نہ وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہانتک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مخالفت یعنی مناقضہ نہین تو اسکی گواہی مقبول ہی سب چیز مین جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیہ والبحر ہم خطا بعض شہادت خواہ زیادت ہو خواہ نقصان زیادت اس طرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے گاہے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الاکمل و سعدی ترجیحہ فتنبہ و تبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اسی قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا مشارح کا یہ استدراک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی بابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اسمین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور

بعضون نے کہا فقط مابقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلطی کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصرًا ولو قال الشاہد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطًا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اُٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنابر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھم وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلایا ہو طمع دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اُس صورت مین ہی جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہی جیسا کہ لفظ شہادت کو اُسنے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس مین اُسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کیسا کا نام نہ لیا تو مقبول ہی اسواسطے کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود والنسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ھم مثلًا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کرگیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اُسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہی اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدون نے ایک حد یا دو حد مین غلطی کی پھر اُسکا تدارک کیا اُسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہد یون بولے کہ اُسکا نام فلانا تھا پھر اُسکا نام فلانا ہوگیا بینۃ اشراء الجروح مات من الجرح الاولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہی اُس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا ھم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اُسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہی کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اُسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہی اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی وبینۃ الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اُس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اُس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسمین بینہ صحت کی تقدیم فساد پر مذکور ہی ھم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اُسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اُس وقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیۃ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی کذا فی المنیۃ ھم شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ الورثۃ مثلا کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہی وارثون کی مثلًا اس گواہی سے کہ صورت متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اُسکے مولے نے اُسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور وجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے
گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو
معلوم نہیں کہ طلاق یا اعتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی ولو قال
الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہانتک
کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یورخا فبینۃ
الطوع اولی ملتقط وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار سفر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین سے تاریخ مذکور کی
اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور اسی قول پر مصنف نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیہ
فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ اختلف
المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا
صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا
قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا
دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اوسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع
اولے اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا
فی ید الخصم فشہد بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے
کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سوا دو اور شاہدوں نے اوسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے
کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہد بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر
حدود اور اونکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ یا دو شاہدوں نے
نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اوس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے
کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوے
ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اوسکی سی گواہی کو نہ بولے
اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ہم یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ
اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوے متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم
آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا
میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت
یا طلاق یا اعتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اوس دن

موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواترہ ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ و علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا
بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی الشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم و نصرانی فشہد نصرانیان انہما اعتقاہ قبلت فی حق
النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہوجاتی ہے مگر اُس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں
مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان البعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا
تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہوگی اور یہ قول امام محمد رح کا ہے اور ابویوسف رح کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت
باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ قلت و زاد محشیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ
کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ ایک کافر اور مسلم کے قبضہ میں ہو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت مسموع ہوگی اور
ازانجملہ یہ ہے کہ کافر مرگیا اور اُسکے دو بیٹوں نے اُسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی
اور ازانجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو دو حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو بنی ہذا الباب علی اصول مقررۃ من باب کے
مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم بنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اسواسطے کہ مکان آخر خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوے
بخلاف حقوق اللہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوے پر موقوف نہیں
ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی و منہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف
الاقل للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اُس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے
اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اُسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے کہ اُسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے و منہا ان
الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل و الملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازانجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب مانند خرید یا ارث مذکور نہو
وہ زیادہ تر ہے ملک مقید بسبب سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید
سببی سے کہ مطلق اولیت کا مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں
بلکہ قاعدہ سابقہ کی فرع میں سے ہے و منہا موافقۃ الشہادتین لفظا و معنی و موافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط و ستتضح اور ازانجملہ موافقت شہادتین ہے یعنے ایک
شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہونا لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوے سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے
واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوے کے مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اُسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں
تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اُسمیں موافقت شہادت کی دعوے کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی
موجودۃ مقدم ہونا دعوے کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر
اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اُسمیں تقدم دعوے شرط ہے بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو
ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اُسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب موافقت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے **فاذا وافقتہا** اور وافقت الشہادۃ الدعوی **قبلت والا** توافقہا **لا** تقبل و ہذا احد الاصول المتقدمۃ جبکہ شہادت دعوے کے مطابق ہوگی تو مقبول ہوا اور اگر مطابق دعوی نہو ئی تو مقبول نہین اور یہ ایک قاعدہ ہی قواعد مقدمہ سے ہم شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہی باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب مین دخل نہین **فلو ادعی ملکا مطلقا فشہد بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل** مما ادعی **فتطابقا** معنی **کما مر** تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک با سبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک ہون اور سبب ملک کا بیان نہ کیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا یا ارث مین پایا ہی تو گواہی مقبول ہی بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوے مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہی کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہان ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی **وعکسہ بان ادعی بسبب وشہد بالمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر** اور بالعکس اسکے اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہین **قلت و ہذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال** مین کہتا ہون اور یہ یعنے ملک سببی کے دعوے مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا ہے مین ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا املاک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یون دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہی کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ مطلق اقل ہی نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مثبت اولیت ہی بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہی اور اگر دعوے کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نہ کیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی مگر اسمین اختلاف ہی کذا فی الفتح والحلبی **وتمہ مستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین** اور بحر الرائق مین تیئیس۲۳ صورتون کو استثنا کیا ہی ہم یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہی اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس۲۳ صورتین مستثنے کی ہین طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقہا قبلت والالا) مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہی منجملہ صور مذکورہ چار صورتین وہ ہین جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء من المجہول ہی جو مذکور ہو چکی انتہی مختصرہ **کذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا ومعنی** اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظاً اور معنی واجب ہی ہم امام اعظم رح کے نزدیک تطابق شہادتین لفظاً اور معنیً شرط ہی اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی کذا فی الفتح **الا فی ثلثین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخر تركتہا خشیۃ التطویل** مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین مشرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ و نظائر پر ہی تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہین مین نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام مین بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کر چکا ہی **بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ** و بہ قالت الثلثۃ تطابق مذکور یعنے تطابق لفظی واجب ہی نہ بطریق تضمن اور صاحبین رح نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہی اور یہی مذہب ہی ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے دو صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنے غیر معنے بریہ ہین کذا فی البحر **فلو شہد احدہما بالنکاح**

والآخر بالتزوج قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں
ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ
والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے
ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلث ردت
لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی
گواہی دی اور دوسرے نے دوبار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد
ایکہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں
شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار
بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعویٰ کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدین کا
اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہے ہم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعویٰ میں تطابق ویسا شرط نہیں جیسا تین
میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہا لانہ جمع بین قول وفعل قنیۃ اور اسیطرح
گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعویٰ کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے
اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے
کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ کشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ فتقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت واقرضت
وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی
بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے
بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنے تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں طلاقہ رکھتا ہے
بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار
کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد
اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عمدا بسیف والآخر بسکین لم تقبل لعدم تکرر الفعل بتکرر الآلۃ محیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس
گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے
فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ہم فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور
دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیۃ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل
علی الالف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول
ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا
نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعویٰ کیا

اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہی اور ایک شاہد سو مین
منفرد ہی اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی نے تکذیب کی ہی اُس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فے الدرر ہان اگر مدعی
اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو تھے سو مین سو درم لےچکا یا مین نے اسکو معاف کر دیے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہی
وہذا فے الدین اور یہ یعنے اشتراط موافقت بین الشہادتین لفظا بحسب موضوع دین کے دعوے مین ہی تو اسم اشارہ اُسکی طرف راجع ہی
جو اصول سابقہ سے معلوم ہی کذا فے الطحطاوی و فی العینین تقبل علے الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ آخران
بزوالہ قبلت علے العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقا اور دعوے عین مین گواہی مقبول ہی ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے
کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہی تو گواہی مقبول ہی اُس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا
اتفاق ہوا باجماع ائمہ اور صاحبین کے کذا فے الدرر عن المحیط و فی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ
اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کما ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو
یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علے ہذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علے الف و آخر بالف و خمس مائة ردت لان المقصود
اثبات العقد وہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علے کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے
گواہی دی غلام کی خرید یا اُسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات
ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہی بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام ہوا یعنے نصاب شہادت تمام ہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہی
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہی اُس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہی کذا فے الدرر ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأة لف ونشر مرتب
اذ مقصودہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال و صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہی اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین
اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہی عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب
اثبات عقد ہی نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی
الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودہم المال فتقبل علے الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا آمر لے مدعی ہو تو دعوے
دین کے مانند ہی اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہی نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہوچکا اسکی توضیح یہ کہ دعاوی مذکورہ اس طرح ہی کہ غلام کے مولی نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوے کرتا ہی کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہی کہ مین نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہی اسی طرح باقی دو صورتین کذا فے الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہی اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوے کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند
بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہی مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر
مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہی بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دیں اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہوا کثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہین بعد مدت کے سواے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہی کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح **وصح النکاح بالاقل** ای بالف **مطلقا استحسانا** خلافا لهما اور صحیح ہی نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ مال تابع ہی نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین ہی پھر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہی شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح **ولزم فی صحۃ الشہادۃ** ای الجر **بشہادۃ الارث بان یقولا مات** وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان کرنا لازم ہی اس طرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنے ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہی کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہی متروکہ مین ولہذا مورثہ لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور وہ وارث غنی کو حلال ہی جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد محتاج ہی نقل کا تا استصحاب حال ثبت نہ ٹھہرے اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد مبیع بسبب عیب کے کرسکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہی **الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر** ومستعیر وغاصب ومودع فیبنغی ذلک عن الجر لان الاید ی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہی مگر یہ کہ شاہدین گواہی دین مورث کے ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہی چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبض معنی ہی بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہوجاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضرور ثابت ہوگئی ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضۂ غصب اور قبضۂ امانت اور قبضۂ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضۂ ملک کا ہوجاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہوجاتی ہی اسپر ضمان واجب ہوگا شرعا کذا فی الفتح ملخصا دیتے ہوئے ہین کہ تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مغصوب اور امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک مین بیان کردیتا پھر جب اسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف مین تھا سو اسکا مملوک تھا انتہی ملخصا ولابد مع الجر المذکور **من بیان سبب الوراثۃ** وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہی یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہی یا چچا اور یہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہی یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولی کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہی کہ مدعی مولی ہی میت کا جسنے اسکو آزاد کردیا اور کوئی اسکا وارث نہین سواے اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی الطحطاوی **وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث** او لا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہی شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سواے مدعی کے یا مین کسی وارث کو نہین جانتا سواے اسکے والرابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہا البزازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہی کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنے دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہی بسبب عدم معائنہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا **وذکر اسم المیت لیس بشرط** اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین **وان شہد ابیہ** حی سواء قالا منذ شہر او لا ردت لقیامہا بالمجہول التنوع یداً الحی اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نہ کہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے
گواہی بامر مجہول بسبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے م یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ مین ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ
سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب یعنی
بسبب شک کے حکم نہ دیگا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما اذا شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک وشہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی
دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار
کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین م یہی صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تاوقتیکہ ثبوت
انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا تو مجہول ہے معلوم نہین کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت
مبطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے سوائے اسکے
انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے لیکن اسکے بعد اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی بتصرف
والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ
قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ م قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض
میت کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ
اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین
یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل لحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ
آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک نے اور کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اس شاہد کے
ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو مین مقبول ہوگی م اور یہ رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ
تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی غیبت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی
دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے م یعنے اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اسمین سے پانسو ادا
کیے ہین تاوقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر
صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے
صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے م امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم
یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیہ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا
بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیہ شہدا فی دین الحی بانہ کان
علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بحر شاہدون نے گواہی دی کہ زندہ کے
دین مین اس طرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین

تو گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہد یوں نہ کہیں کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت وبخالفہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی وان الاحتیاط لا یخفے میں کہتا ہوں بحر الرائق کے مخالف ہی وہ قول جو معین الحکام میں ہی ثابت ہوجانے دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ھم یعنے بحر الرائق کے قول میں احتیاط ہی تا مال میں توفیر رہے وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط امرثبت میں اسقدر کافی ہی کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین ھم ادعاے ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہیں اشہاد ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا ھم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اس کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر ملخصا ہی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہا بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہی اگرچہ طبقات فروع میں کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق میں بقول صحیح مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہوجانے دونوں کے شبہہ سے وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنے بعذر و بلا عذر ھم خزانۃ المفتیین میں ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت ای موت الاصل لکن بعد فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے ونقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ عنہا وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمیں کلام ہی سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہی وہ خطا ہی اور ٹھیک وہ قول ہی جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ میں ہی ھم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا میں ہی کہ اصل جب مرجاے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں تو حیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمیں نقل نہایہ خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا (فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ) چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہی شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفے الثانی بالغیبۃ بحیث تیعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسفؒ نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگوں میں رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علمانے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہی اور اس قول پر فتوی ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم بیماری سے وہ بیماری مراد ہی کہ مجلس قضا میں حاضر نہو سکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی تاتارخانیہ میں ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی اور ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آسکے تو اشہاد جائز ہی اور یہ قول ہی فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریہ او کون المراۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیہ وفیہا لا یجوز الاشہاد بسلطان وامیر

قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں م یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں امام محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وہل یجوز للمحبوس ان من غیر حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا م مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اسمیں ہمارے زمانے کے مشایخ ثقات میں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کرسکتا ہے اور اگر والی کے مجلس میں ہو اور نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی سبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا وبشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامراتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ومافی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر م حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امراۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذلک خلافا للشافعی نہ مغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو ہی شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں م یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو رد ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے تو شاہد نہ ہوگا کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسی یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہا ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت ہے اور اسمیں پانچ شین ہیں اور اس سے مختصر زیادہ وہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی اس شہادت پر اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے م اوسط عبارت اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے (اشہد ان فلانا شہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ بذلک) اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث اور انکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہے

۵۱ یعنی گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے یعنی اصل نے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اسکی گواہی کے بعد گواہی دوں اور میں اسکی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۱۲

تعدیل فرع کی بابت اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہون اور نہین تو اصول اور فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح
لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہی ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی
تعدیل سے مم یعنے بعضون کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہی اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہی کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہی اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن
ہی کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیہ وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط
فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنی فرع کی گواہی جائز ہی پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے
اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہی بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اُسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل
عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہی سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور بنہیہم عن الشہادۃ علے الاظہر خلاصہ وسیجی متنا ما یخالفہ اور باطل ہوجاتی ہی فرع کی
گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنے اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہی بقول
اظہر کذا فی الخلاصہ اور آیندہ متن مین مخالف اسکے وبخروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہی شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت
کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہوگیا تو فرع کی شہادت باطل ہی اسی طرح جنون اور ارتداد و بانکار
اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدنا ہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہی بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا
یون کہنا کہ ہم گواہ نہین یا ہمنے اُنکو گواہ نہین کیا یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہی صورت مسئلہ یہ ہی کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مرگئے
یا غائب ہوگئے پھر فروع آئے اور اُنکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہین
اگرچہ اصول منکر ہون کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور اُنھون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار
تو فروع کی گواہی مقبول ہی کذا فی الخلاصہ مم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہی شہدا علی شہادۃ اثنین علے فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا
بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون کی شہادت پر فلانی
عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اُسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو
لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہی تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ
مین وہی عورت ہون مم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہی کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ یہ نسبت پوری ہی
اور گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اُسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو سکہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہی تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا کہ مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہوچکی دونون کی شہادت سے اور مدعی
دعوی کرتا ہی کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہی مگر یہ احتمال ہی کہ شاید نے رجوع نہ ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی
شہادت قاصرہ کے مانند ہی جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہی انتہی ومثلہ نرر ونوعن بعضہا لانہ نسب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علے الشہادۃ
فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ یحلفہ لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر اسواسطے کہ شاہدون نے اندکتاب حکمی ہی یعنے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو
اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہی تو اگر مدعی لایا ایک مرد کہ بسبب عدم اتلاف کے شاہد نہین پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

تکلیف دے اسباب کے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہی جو قاضی کاتب کی مراد ہی اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی خان۔ اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہون سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہی پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین میرے سوا ایک اور شخص ہی اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے مندفع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا کجدہا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہان تک کہ اسکو اسکے قبیلۂ خاصہ کی طرف نسبت کرین چنانچہ اسکے دادا کی طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اس نسبے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک قبیلۂ خاصہ کی طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصہ کی ہی اور زیلعی نے جد اعلی کی ہی خلاصہ یہ ہی الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہی اور انقطاع اشتراک کا ایضاح یہ ہی کہ عجم یعنے غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہی اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھہ طبقات مین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ ہی اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے کہ قبائل انسے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہی اور قریش عمارہ ہی اور قصی بطن ہی اور ہاشم فخذ ہی اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہی عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہی یعنے جس طرح سے کہ حاصل ہووے اشہدہ علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہی کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہی خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہی گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اسمین عدم قبول مذکور ہی من ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اس طرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوے نہ کیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہی ہم یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہی کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہی شہادت باطلہ سے عمداً کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہی ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہو گا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیۃ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہی کہ اگر شاہد شخص بازاری ہی تو قاضی اسکو بازار مین بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کی بعد جب خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح ؒ سے یہی منقول ہی اور وہ امام اعظم ؒ کے پانچ شیخ ہین اور نے تھے لہذا امام اعظم نے اسی کو پسند کیا وزاد ضربہ وحبسہ مجمع اور صاحبین نے اسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی المجمع وفیہ ولا یکفی تعدیل الفرع الاصلہ ای ہو ا۔ کہا ہی کہ یہی حق ہی واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم

ان القاضی ان یسخم وجہہ اذا راٰہ سیاسۃ او رحبر الرائق مین ہی اور ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ قاضی کو جائز ہی کہ جہوٹے گواہ کا منہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم تعزر اجماعا اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اُسپر تعزیر نہیں م اصرار کی یہ صورت ہی کہ شاہد کہے کہ مین نے یہ جہوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدۃ توبتہ دلورای القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی راے پر منوض ہی بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتےٰ عینی وغیرہ مین کہتا ہون لیکن امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہی اور اسی قول پر فتوے ہی کذا فی العینی وغیرہ م اسواسطے کہ گاہے اُسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہی شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہی شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی نفی کرنے اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی **ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ** رجوع عن الشہادۃ یہ ہی کہ شاہد کہے کہ مین پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی مین نے گواہی دی اور مانند اس کلام کے م چنانچہ یون کہنا کہ مین نے جہوٹی گواہی دی یا مین جہوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تہا شہادت مین یعنی ناحق پر تہا اسمین کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں **والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ** وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہی اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہی کہ رجوع عبارت ہی فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہی چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہی اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہی مجلس قضا مین تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی **فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ** وبرہن او اراد یمینہما **لا تقبل** لفساد الدعوے تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے م یعنے بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل ہی لہذا نہ بینہ مقبول ہی نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوی کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی م یعنے اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا اسپر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہی بسبب صحیح ہونے دعوی کے کذا فی الدرر ولو برہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اسپر کہ دونون شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا اقرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن الملک یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا **فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت** سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہی قاضی اسپر حکم نکرے **ولا ضمان** وحرر دونوعن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح م قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہی جو شاہد زور مین

مذکور ہوچکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبینؒ کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور اسکے بچہ
گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا وبعدہ لم یفسخ الحکم مطلقا الترجمہ بالقضا اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے
وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح لسبب راجح ہوجانے خبر اول کے قضا سے م اگر شارح توضیح کرتا الترجیح الخبر الاول من شاہد
بالقضا) تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہی اور وہ خلاف مقصود ہی حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہی خبر اول کے
تو حکم منقوض نہین ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہی اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہوچکی اتصال قضا سے

بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل و یرد ما اخذ و تلزم الدیۃ لو قصاصا و لا یضمن الشہود

لما مران الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل ہوجاتی ہی
اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہی اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہی کذا فی شرح التکملہ م صورت مذکورہ مین خطاے حاکم یہ ہی کہ اسنے حال شہود کا تفحص نہ کیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا الی القضاء اور شاہدین
راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر
ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہی حکم دینے مین م امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود
سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہی اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہی کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت
باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہی اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہی کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہی جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم نہ دے تو
گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال او لا بہ یفتی بحر و بزازیہ و خلاصہ و خزانۃ المفتین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو
اسی کا فتوی ہی کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ وخزانۃ المفتین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہی ضمان کو
وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا

فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہی یعنے غیر دین ہی تو اول قول کے مانند ہی یعنے قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہی اور
اگر مال دین ہی تو قول ثانی کے مانند ہی یعنے بشرط قبض ضمان ہی اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہی قہستانی نے م وجہ تفصیل مذکور یہ ہی کہ ضمان مقید بما ثلت
ہی سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہی اور دین مین ملک اسکی زائل نہین ہوتی
جب تک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور
ضمان مین اسکا اعتبار ہی جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا م یہ قاعدہ کلیہ ہی ضمان کے حساب کا فان رجع احد ہما
ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے م اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی شہادت سے
نصف حجت قائم ہی تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہی جسمین حجت باقی نرہی وہ نصف
ہی کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا م اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی
شہادت سے کل حق باقی ہی وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو دونون شاہدین راجعین نصف
مال کا ضمان دین م اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہی جس سے نصف مال باقی ہی یعنے ایک شاہد وان رجعت امراۃ من

رجل وامرأتين ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے اسواسطے کہ شہادت پر
اُسنے شخص باقی ہیں جنسے تین چوتھائیان باقی ہین وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت سے پھر گئیں
تو دونون نصف مال ضمان دین اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ
لم یضمن اور اگر آٹھ عورتین پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دے اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین
چوتھائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیون کے اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی
الدرر تو نو عورتون کی رجوع سے تلف نہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سوا ایک مرد اور دس عورتین سب ملکر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک
تاوان شمشی حصون کے حساب سے ہے یعنے چھٹا حصہ مرد پر ہوا اور باقی عورتون پر امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتین بجاے ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام
پانچ مردون کے ہوئین تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیھن النصف
کالو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتون پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسون عورتین پھر جائین تو انپر نصف تاوان ہے صاحبین کی
یہ دلیل ہے کہ عورتین اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کے ہین ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک
مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شھد بمہر المثل او بالاقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہین دیتا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض
بمنزلہ اتلاف کے ہے شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوے کیا
نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے
خواہ مہر مسمے مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمنا ہا لو ہی المدعیۃ وہو المنکر غرمی زادہ اور اگر مہر مسمے
زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہوا اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے
اپنے نکاح کا مرد پر دعوے کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمے کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر
کچھ ضمان نہین اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمے سے یعنے مہر مسمے اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دین کذا فے العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ
شاہدون نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقًا ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت
مدعی ہو اور مہر مسمے مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی مین شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہی تو اگر ماتن یون
لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو تقوم سے ضمان
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے
اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لاتلا فہما المہر
بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونون شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونون شاہد ضمان دینگے

بسبب تلف کردینے مہر کے وضمنا فی البیع والشراء ما نقص عن قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضامن ہونگے بیع اور شراء مین اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن ہونگے اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل ہی پہلی صورت یہ ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہی سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضامن دین کیونکہ انھون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہی کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اسپر ثمن ہی اور مشتری اسکا منکر ہی سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایکہزار کا ہی پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انھون نے مشتری کے ایکہزار تلف کیے ہین الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی م اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقتضی بیع ہی ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایہما اختار بری الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایکہزار ہی تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونوں مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین مین ہی م صورت اسکی یہ ہی کہ مشتری نے دعوے کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہی دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار پھیر لین انکو ایکہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور اسکو پھیر دیا سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار اسنے شاہدین کو دیے ہین انکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات شرح الطحطاوی یا چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمی نہو ولو شہدا انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہی انکے غیر پر نہین بسبب حرمت غلیظہ کے م اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہی اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہی کذا فی المنح حلبی لئے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہی ولو بعد وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہین م یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہی اور تحفہ مین ہی کہ ضمان نہین مگر اتنا جو مہر مثل پر زیادہ ہی کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق ربعہ اختیار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

المولا مطلقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونون گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دین
مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہون اسواسطے کہ وہ آتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحویل العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنی حق آزاد کرنے کا
مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان کے دینے سے شاہدون کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا
مانقصہ وہو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دین اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کردیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہم یعنے شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہوجاتی ہے فان ست ولو مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولی مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے م یعنے اگر مولی مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور قیمت مدبر کا
ضمان لازم ہوگا شاہدون پر وارثون کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاءاتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دین اسکی
پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے م یعنے شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانسو ہین اور قاضی کی کتابت کا حکم کیا پھر شاہدون نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے
سو اگر وہ تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہیگا اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی
اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدون سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا والعتق حتی یودی ما علیہ الیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد
نہوگا یہانتک کہ شاہدون کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کرین زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدون نے مکاتب سے لیا ہے اگر مو میں قیمت
سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہین مولی کو تو زائد کو خیرات کرین چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال طیب ہین اور پانسو کو خیرات کرین یہ مذہب ہے طرفین کا
والولاء للمولاہ ولو عجز عاد للمولاہ ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتبت کی اسکے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدون کے
تو پھر آویگا اپنے مولی کی طرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدون سے لے چکا ہے وہ شاہدون کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم ام ولد
لو جاز بیعہا فیضمنان مابینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دین ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوئی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونون قیمتون کے مابین ہے م صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہوا اور مولی زندہ ہو تو نقصان
قیمت ضمان دین کذا فی الطحطاوی عن العینی وہکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی درصورت
جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدون پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا ثلثہ للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد
ہوگی اور شاہد وارثون کا ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ فی العینی فی مال الشاہدین
ویورثان اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے م یعنے شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدون پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ
شاہدون کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدون پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوان
تو دونون اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدون نے اپنے
ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا جو قصاص آپڑتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں جو آپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعهم لاضافة التلف اليهم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب
اُنکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اُنکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت پر
مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شہود الاصل بقولهم بعد القضاء لم نشهد الفروع علی شهادتنا او اشهدناهم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے
کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار
اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنها لعدم اتلافهم
ولا الفروع لعدم رجوعهم اور اسیطرح اگر اصول کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر
ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحكم كذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے
کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں
پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الكل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھرے
تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول ہی شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہی جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک
مشہود علیہ مختار ہی چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انکی شہادت
معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزكون للدية بالرجوع
عن التزكية مع علمهم بكونهم عبيدا خلافا لهما اور ضمان دین مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھرجانے کے تعدیل سے باوجود انکی
دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہی کہ حکم مضاف ہی شاہد کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت
ثابت ہوتی ہی تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہی کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم
نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہی کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہیں اور مزکیون نے
تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کریں اور یہ زعم کریں کہ وہ آزاد ہیں تو انپر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی امامع الخطاء فلا اجماعا بحر اور
خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خطا کی یہ صورت ہی کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعليق
قيمة القن ونصف المهر قبل الدخول اور ضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو آزاد ہی یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہی اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پھر اور
دو شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت
حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا
اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفا منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود
الاحصان لانه شرط بخلاف التزكية لانها علة نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کے وہ علت ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ
چار گواہون نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہی پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہی اور شہود احصان پر
ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہی شرط حقیقی نہیں بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیة علة العلة ہی کیونکہ علت تو شہادت ہی کذا فی الطحطاوی والشرط
اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنے وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق میں ہو چکا ولو وحده هو الصحيح علیہ اگرچہ فقط

شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح آنپر ضمان نہیں کذا فی العینی اور شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان ندینگے چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دیوے شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب اور بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دے اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب اور علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں اور وکالت بفتح وکسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ ہے کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسایش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر تفویض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنی جسکے طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جبکہ بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاہد والوکیل ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ مراد ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی (فابعثوا احدکم بورقکم) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی منح ووکل علیہ الصلوٰۃ والسلام حکیم بن حزام لشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں اور ابو داؤد نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ آپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خرید کی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خرید کی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہے وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتے الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث رح بغیر طلاق وعتاق ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر وسیجیئ ان بہ یفتے واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفہ رح خلافا لمحمد رح اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوے ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نہ کرسکیگا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوے ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ رح کے نزدیک بخلاف محمد رح توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرح اشباہ میں ہے کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو

تو وکالت باطل ہے مثلاً یہ قول کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجکو بجائے اپنی ذات کے تو کیل عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف ہین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے اور جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے جسمین تصرف معلوم نہین اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبتت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے جیسے تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبیؒ نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارح کے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقاً خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم ہوچکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نددیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا ومکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور انکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کردیا تو کیل کی تعریف مین ہے آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا ہو سمجھتا ہو یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو

م مجور صبی اور عبد دونوں کی صفت ہی تو معلوم ہوا کہ وکیل میں عقل شرط ہی بلوغ اور حریت شرط نہیں لایخفے ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل
فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہی نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسیواسطے مصنف نے یوں نہ کہا
کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز درعدم ذکرم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہی کہ یعقل العقد ویقصدہ یعنی وکیل میں یہ
شرط یہ ہی کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگی شارح
نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت وکالت میں ہی نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابطہ
الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنی صحیح ہی وکیل کرنا ہر ایک اس چیز میں جسکو موکل بذات خود کرتا ہی
اپنی ذات کے واسطے م لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا
لیکن وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہی نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہی بذات خود اپنے واسطے
اور استقراض کے توکیل کا مالک نہیں ہی اسکا جواب یہ ہی کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہی اسواسطے کہ خانیہ میں مصرح ہی کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی
خصومت کو م مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہی کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہ کو
شامل ہی خصومت لغت میں معنی جدل ہی اور شرع میں ہاں یا نہیں کا جواب ہی یعنے مدعی نے کوئی دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب میں اقبال کیا یا انکار
یہ حقیقت شرعی ہی خصومت کی اور جوہرہ میں ہی کہ خصومت عبارت ہی دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہی وکیل کرنا اس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہی مخاصم کی رضامندی سے وجوزا بلا رضاہ وبہ قالت الثلثۃ
اور صاحبین رح نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا م امام رح اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل میں ہی نہ جواز میں
یعنے امام رح کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہی لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ خصومت
میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہی تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ جواب مستحق ہی مخاصم پر اور لوگوں کی عادت خصومت میں متفاوت
ہوتی ہی تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث رح وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ
فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین رح کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہی اور پسند کیا ہی اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہی اسکو نہایہ میں اور فتوی کی
واسطے یہ ہی کہ اسکو حاکم کی راے پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر م درر میں ہی کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو مخاصم کو
مہل ندے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہی تو توکیل نکرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہی یا نجبہ
کافی میں ہی انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے میں
تو فساد ہی انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدموں سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہی م یہ اس صورت میں ہی جبکہ مخاصم انتظار نکرے واحد احیطہ میں ہی کہ اگر موکل مریض
یا مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہی تو صبر کرتا ارتفاع عذر اور اگر صبر
نہیں کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہوجاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیبت ہو تو

بمنزلہ سفر کے ہی کذا فی الطحطاوی او مریداله ویکفی قوله انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہی اور کفایت کرتا ہی موکل کا
اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہی کہ ارادہ
سفر امر باطنی ہی تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہی یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا قبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے
حال کو ملاحظہ کرے اور اسکے میلان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال لما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے
مخالطت نہیں رکھتی ہی چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہی م پردہ نشینی عذر ہی متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر
پردہ نشین کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکے گی حیا کے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہی اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم
بالمسجد ذالم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہی جبکہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر م اور اگر تاخیر سے
راضی ہو تو حیض اور نفاس کا عذر نہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضاً او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیۃ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہی تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیۃ بحثا م اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس
اس حاکم کے اختیار میں ہی اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے
کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہی کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہی بیان خصومت سے بذات خود تو
وکالت اسکی کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو
کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہی کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہی پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ م رجوع جائز ہی اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایکدن کی قید
اتفاقی ہی کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ لیحلفہا مع شاہدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصمین
اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہی ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہد اسکے
ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح میں م امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی
عورت ہی دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور دو آدمی شاہد گواہی دیں اسکے حلف اور نکول پر وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا وان ہی من الاسافل فی
الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہی تو عورت کا قول معتبر ہی اگر وہ باکرہ ہی اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہی تو اسکا قول پردہ نشینی
میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ م عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہی یعنی ظاہر حال یہ ہی کہ اشراف کی بیٹیاں
مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے
عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیاء دنیاوی اسمیں داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا
الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہی وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے میں اور اسیطرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت
صحیح نہیں درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی م ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہی جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی
لینا حقوق موکل کا مراد ہی اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہی سو وہ موکل ہی نہ اسکا وکیل اور استیفاے
حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود ٹل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہی یعنی اگر شاید موکل
حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لا بد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ وصلح عن اقرار یتعلق بہ

مادام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک
وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک ثم اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے جیسا کہ وکیل کا یوں کہنا کہ میں نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا
گھر میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نہ رہیگا فضولی ہو جائیگا محیط میں ہے کہ اگر وکیل مرگیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ
بوارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہو گی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن محجورا بان طیکہ وکیل محجور یعنی ممنوع
التصرف نہو ھم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم
مبیع وقبضہ وقبض ثمن ورجوع بہ عند استحقاقہ وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے جیسے
مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع میں بدون
فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ
وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃ وحکما ہم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف
راجع ہوتے ہیں تو وہی حکما عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علے اخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو
عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل میں ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقولہ لا بد فیہ
مافیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفے بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق
کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو اسمیں ہے اور اسیواسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو بوجھ لے ھم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت
میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہیں جیسا کہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ
میں ابن ملک سے مخالف ہے یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام میں نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ میں نے
قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکی طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا
صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نہ رہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ رہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے
اور اگر موکل کی نسبت کریگا تو اسمیں اختلاف مذکور ہے اور منح الغفار میں ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل
لغو باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے
موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح میں ھم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے
فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد النکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہو گا قرابت دار وکیل کا اسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہو گا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
کے خرید کرنے سے ھم یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہو گا نہ زوجہ
کا نکاح فاسد ہو گا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتداء سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے
اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

قبض تو اعتاق نافذ ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ احکام
مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہی ولکن ہہنا ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر
ولیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہیں اگر موکل کے وکیل نے موکل کے قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا
موجب ملک مستقر ہی ھم یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہی نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ منتشرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنے
لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتے لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اُسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہی یعنے موکل کی طرف
نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہو گا کذا ذکرہ ابن کمال ھم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہی
کہ باعتبار وکالت صحیح نہیں نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہو گا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا اور یہ
تفریع آیندہ سے منافاۃ باقی نرہی یعنے قولہ (حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح) کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق موکلہ لا بہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتے لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ
فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہی چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہیں نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ میں محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہو گا تو وکیل
رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہیں وکیل پر نکاح میں مہر اور تسلیم زوجہ کا ھم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوے
تو وکیل سے مطالبہ نہیں اگر وکیل زوج کی طرف سے ہی تو اس سے مہر کا مطالبہ نہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہی تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہیں وللمشتری الاباء عن
دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہی موکل کو ثمن دینے سے ھم چونکہ بیع میں حقوق عقد وکیل سے متعلق ہیں نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے
کوئی چیز خرید کی اور موکل اُس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ میں تجکو ثمن نہیں دیتا تو جائز ہی طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل
کردے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہیں وان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن
دیدے تو صحیح ہی اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ھم وجہ استحسان یہ ہی کہ ثمن مقبوض
موکل کا حق ہی سو اسکو پہونچ گیا اور اسمیں کچھ فائدہ نہیں کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لموکلہ
ہاں واقع ہوتا ہی باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ھم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو
مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہو گا دونوں برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہو گا اسواسطے کہ وکیل نے
اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہوں مشتری کے تو دونوں صورتوں میں موکل سے مقاصہ
واقع ہو گا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ھم یہ متعلق ہی ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ
صح یعنی اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہی مگر ان دو صورتوں میں موکل کو دینا صحیح نہیں عینی میں بجاے وکیل یتیم وصی یتیم ہی صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور
مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہو گا بلکہ اسکو واجب ہی کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے میں
اختیار نہیں تو اسکا دینا تضییع ہی اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا بسبب افتراق
احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دیونہ ولو قبض استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ

بیان اسکا کہ اگر عقد کو اپنے نفس کی طرف منسوب کریگا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا ۱۲

للغرماء بزازیہ اور مثل اُسکے یعنے وکیل کے مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہی جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولے مالک دین عبد کے قبض کرنے کا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جب تک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دائنون کا حق ہی کذا فی البزازیہ یعنے اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہی فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ دُرر قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہی نہ رسالت کذا فی دُرر مع دُرر یعنی ہی توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہی کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہی اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہی اپنی ملک مین انتہی مختصر الطحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہی کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اسکو جائز ہی کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہی سو اسنے قرض دینا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن مامور اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہی وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل بالقبض للقرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہی سو آگاہ رہنا صورت اسکی یہ ہی کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہی بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہی چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہی عموم وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسنے تفویض امر اسکی راے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم او متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی ہو جیسے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہی چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہی تاجسکے واسطے وکیل ہوا ہی وہ معلوم ہو جاے تا امتثال امر ممکن ہو انتہی نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہی چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہی وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہی چنانچہ دابۃ تو وکالت باطل ہی عموم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہی جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہو گئین اور اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہی اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسطہ ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اُسکا ثمن بیان کر دے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہی اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہی عموم اگر دو شی حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہی مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنس ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ہر ایک لونڈی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہی چنانچہ ترکی غلام مین اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہی چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکالشراء ثوب ہروی او فرس او بغل صح بما یتحملہ حال الآمر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اسکو ہراتی کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہی بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کر تو کیل مذکور صحیح ہی اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نہ کیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہی یعنے جہالت یسیرہ کہ عبارت ہی نوع خالص کی جہالت سے عموم اتقانی نے کہا کہ جہالت نوع کی منفو ہی اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہی تو مانع امتثال امر کی نہین ہی لیکن وکالت منصرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا

حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی والشراء دارا وعبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا اولا بحر او نوعا یخصّہ زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہی اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہوں یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہی کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہی صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہی اسواسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہی باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہی اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہی اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اُس ملک پر محمول کیا ہی جہاں گھر دن میں اختلاف ہی فاحش ہوتا ہوا ور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہی منح الغفار میں ہی کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہی چنانچہ بزازیہ میں ہی کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو صحیح نہیں جب تک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی والا یسم ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس وہی مالو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہو گی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہی کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہی اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہی کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہی اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہی تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہی ورنہیں تو صحیح نہیں اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع سے عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ دیہ یفتے عینے وغیرہ اعتبار اللعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب ناز یہ کے عرف میں اُس طعام پر جو مہیا ہی کہانے کے واسطے ہر ایک اُس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہی جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوے ہی کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہی ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہی گیہوں اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربادار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہی اگرچہ قیاس یہ ہی کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہی تو اسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہی وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہی ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہی چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہی نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب مادام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہی پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اُسکے ہاتھ میں ہی بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہی بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہی یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہی ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہی اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور موکل اجنبی ہی خصومت بالعیب میں

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ ربنا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اسوقت ہی جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہوجانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد فلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اُس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی مطلقاً بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ھم مطلقاً یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہی بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ اولا لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہی مطالبہ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اسکو بثمن حال خریدا کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی کذا فی الخلاصۃ ھم یعنے تعجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کردینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ و لم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کرچکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف رح کے نزدیک رہن کے مانند ہی ھم مبیع کے مانند ہی یعنے اُس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کرلیگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے بحرالرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقتہ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد بین ہی نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنے مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف
اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اُسکو قبیل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع عشرۃ
بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علے الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے
خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اُس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو لازم
ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اُنکے نزدیک تمیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے
اُسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اُس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی
خلاصہ جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو اشتری مالا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اُسکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اُسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اُسنے ایسے دو غلام
خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہو سکتا
مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اُسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی تصرف ولو وکلہ بشراء شئ بعینہ بخلاف الوکیل
بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوا فی غیبۃ الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اُسکو
وکیل کیا اُس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اُس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی
غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا
نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہی ہم غیبت موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت
نکلجائے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اُسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی
کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئ معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا
تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح اُن عقود سے ہی
جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اُسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اُسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت
موکل کے واسطے ثابت ہی اگرچہ وکیل اُسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ
من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شئ معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے
نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت
امر کذا فی العینی ہم بہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا بروان لشراء شئ بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ
ای بمال الموکل اور اگر اُسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے اُسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا
اُسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر
حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو
اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اُسمین دو روایتین ہین ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق مین اسطرح ہی کہ

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہوا تو محمد رح کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہوا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہی کہ اسی صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نہ کرے خواہ اسکو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خریدا کرے سے مراد یہ ہی کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہی خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہی جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دو روایتون سے صاحبین رح کا قول مراد ہی کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبد الموکلہ فہلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وہو حی قائم فالقول للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اُسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اُسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہوا اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہی مطلقاً خواہ اُسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہی یعنی استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید پیدا کرسکتا ہی یعنی اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہی اس طرح پر کہ کہے کہ مین نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شی معین کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حال آنکہ ثمن نقد ہی تو اسی طرح حکم ہی یعنے مامور کا قول معتبر ہی ولا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہی اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہی وان العبد غیر معین وہو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا والا نہ امین اور اگر غلام غیر معین ہی خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہی یعنے مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہی اسواسطے کہ مامور امین ہی والا فللآمر للتہمۃ خلافا لہما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول معتبر ہی بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے اور تہمت یہ ہی کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اُسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا فال بعنی ہذا لعمرو فباعہ ثم انکر والآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو ولغا انکارہ الآمر لما قدمنا فقد افتقدہ الاقرار ہو توکیلہ بقولہ یعنے عمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اُسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اُسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنے جب اُسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اُسکا کہ مین اسکا وکیل ہون پھر اُسنے وکالت کا انکار کیا اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہی الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو لان اقرار المشتری ارتد برد مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مین نے اسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اسکو عمرو نہ لے گا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہی اگرچہ ادا ے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنے تراخی ثمن مروج ہی امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ فللموکل کما مر بجر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا دو غیر معین چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی البحر عنقریب مذکور یہ ہوچکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری الاحدہما بقدر
قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا فلیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجی معین
دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اُسکا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خریدی بقدر اُسکی قیمت کے یا
ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ
خرید موکل کیطرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اُسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا
جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا وکذا لو اشتراہما بالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار
کے اور دونون کی قیمت برابر ہی سو وکیل نے اُن دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہی ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اُسمین
موکل کو فائدہ ہی بہذا صحیح ہی ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف وقبل الخصومۃ لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونون معین چیزون سے ہزار کی باقی سے
قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اُسنے ایک غلام
پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب
حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین رح نے اُسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی اتنی قیمت
جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجل مدیونہ لیشتری شیئا بعینہ بدین لہ علیہ و عینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرا الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اُس دین کے جو اُسکا اُسپر ہی اور مبیع کو اُسنے معین کردیا یا بائع کو
معین کردیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے
بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہی اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اُسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین رح کے کہ اُنکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہی مامور کے قبض کرنے سے
کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور
اسی طرح امام رح اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اُس دین کے جو اُسپر ہی
بناے خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام رح کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ
صاحبین رح کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہی اور آمر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف مامور کا
آمر کے تصرف کے مانند ہی اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو در صورت تعین نقود غیر مدیون کو یہ تملیک
دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اُس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ایضا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اُسنے اُسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اُس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو
اُسکے ذمے پر ثابت ہی تو اُسکا امر صحیح ہو بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل القبض دین صحیح نہو
ہم یعنے جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اُسنے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہی خدا جل شانہ کا کما صح امرہ

لو امر الآجر المستاجر بعمارتہ ما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء علف لیسوق الدابۃ وینفق علیہا صح اتفاقا للضرورۃ لانہ لا یجد الآجر کل وقت
فیجعل الموجر کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہی امر اسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا استاجر کو اسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا اُس اجرت سے جو مستاجر پر ہی
اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اُسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی
بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ہم موجر بفتح جیم عبارتہ ہی
عین مستاجرہ سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب قیل علی الخلاف
الی آخرہ فراجعہ میں کہتا ہوں اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہی کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہی تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضوں
کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہی الخ تو اسکی طرف مراجعت کر ہم بیان خلاف یہ ہی کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں بدون
تعیین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع ماموربہ نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشرائہ بالف ودفع
الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اسکو امر کیا اسکی خریداری کا بعوض ہزار کے
اور اُسنے ہزار دیے سو وکیل نے اسکو خرید کیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہی سو موکل نے کہا کہ تونے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا
تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہی وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین درر وابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف
وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف وصوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال
نے ذکر کیا ہی صدر الشریعۃ کے تابع ہو کر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا ہی کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون
قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہی افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہی کہ قول بعدم حلف تحریف ہی اور ٹھیک بات یہ ہی کہ بعد حلف کے
موکل کی تصدیق ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو ادعائے تحریف درحق افاضل بلا سند
بدگمانی ہی اور تخطیہ بے محل ہی وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر کما مر قلت لکن فی الاشباہ القول للوکیل
بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ فتنبہ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دیے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہی تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے ایسا ہی
کہا ہی مصنف نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں لیکن اشباہ میں ہی کہ وکیل کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ مگر چار صورتوں میں گواہی کے ساتھ
قول اسکا معتبر ہی تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہی اور یہ وکیل میں ہی تو اس عبارت کی
کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہی تو نفی میں اسکو لازم نہیں انتہی ملخصا وان کان قیمتہ الفا تحالفا ثم یفسخ العقد
بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جائے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو
امرہ بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن
موجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا
اگرچہ بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تونے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کھائیں بسبب واقع ہونے اختلاف کے
ثمن میں اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہی عدم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہی تو قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہی اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر
اسکی تصحیح کی ہی کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور
بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لاثباتہ الزیادۃ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں یعنے تسمیہ مقدار ثمن میں

تو موکل نے کہا کہ میں نے تجکو اسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ
پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس ہذا المشتری
یا اخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط
اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ
معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہو تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے
چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ
فیواخذ بہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد
بشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ
وکان للوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے
مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہے
اور وکیل درمیانی ہے جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکی طرف رجوع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام
بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول
مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار
دونون صورتون مین مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے
مشتری پر ہزار مین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد
من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء بحرا اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے
مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے
کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری نفسہ من مولاہ
ومعہ رجل آخر وبطل الشراء فی حصتہ شریکہ جیسے صحیح ہے خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام
کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہے کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی

چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف ما لو شری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی
لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا فلذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہے استحقاق کی بحث سے اور دونون
صورتون مین وجہ فرق یہ ہے کہ بیع منعقد ہو جاتی ہے دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلے صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ
شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے واسطے بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے ہم یہ شارح نے
جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہے کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ

جواب یہ ہے کہ یہ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنے اعتاق مین اور معنی حقیقی یعنے ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین فقال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد وان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اسنے کیا یعنے اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے کذا فی الاختیار شرح المختار رح غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار رہا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اسل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال الحجر بعقد باشرہ مقترنا باذن المولے اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون مین یعنے در صورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدر رح یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہون فرع مسئلۃ التحفۃ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصہ در رح وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہے ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدر رح یہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہے بیع اور شراء وغیرہما کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شراء اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کہ چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے ہم مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع باہمی اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی وعن الحجر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین رح نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق ابا ئمہ اور صاحبین رح کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لا شراءہ باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا انکے ساتھ در صورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی در صورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ہم شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امام رح کے نزدیک بخلاف صاحبین رح کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہی کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنیکی تو بیع بالاجماع جائز ہی مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر و بالعوض اور صحیح ہی بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ہم یعنے امام رح کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہی اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہی تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہوجاتا ہی تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہی کذا فی الطحطاوی وخصاہ وبالقیمۃ وبالنقود و بہ یفتے بزازیہ اور صاحبین رح نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہی سو موکل اگر قیمت بالنقد کی تعیین کردیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہی ایک راہ سے خرید ہی دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہوچکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع لتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتے خلاصہ اور صحیح ہی بیع ادھار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہوا اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہین ہوسکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہی حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین وہذا ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتے ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت مین ادھار سے بیچنا اس صورت مین جائز ہی اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہی کذا ابن ملک وشتے عین الآمر شیئا تعین الا فی بعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہوجائیگی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہی کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اُسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کرچکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اُسی جنس مین تو جائز ہی اور نہین تو جائز نہین وانہا تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہی زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہی کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی وکیل ہی اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برأی فلان او بعلمہ او معرفتہ وباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او بحضر فلان بہ یفتے قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی رفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر مین ہی کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اُسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہی بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون اُنکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوی ہے

مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سے وکیل گیا اور اسنے بدون معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو اصلا مفید نہین بلکہ اسکو مضر ہے تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہین خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا اگر ادھار ہزار درم سے سو اسنے ہزار نقد سے بیچ کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اسنے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اسنے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر یہ بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بہ نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوٹ رہی وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہوا ور ظاہر انکی تصریحات سے اسوقت بین تعیین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ رہنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی ینا فی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہوگیا اسکے ہاتھون مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ہم ہلاک مال کی صورت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاے لہذا بعضون نے کہا کہ کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاے کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ وتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بمقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر ہم وغبن یسیر کا دہ دہ نیم اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایۃ اور یہ یعنے وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اسوقت ہے جبکہ نرخ اسکا مشہور نہوا اور اگر نرخ اسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسی کا فتوی ہے کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والالا وہو استحسان ملتقی وہدایۃ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین رح نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین رح کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کرڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین دو متعارف مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین رح کے نزدیک دونون برابر ہین وقیدہ ابن الکمال بما لا یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو باتفاق جائز ہے تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے سنے یعنے اگر قبل

خصومت کرے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث
مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے
وکیل کے اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل واگر مبیع
پھرا وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہے اور مضاربت میں عموم ہے اسواسطے وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف
مضاربت ولہذا مضارب ابداع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق
کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے
اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے
کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر
عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا جیسا کہ یوں کہا موکل نے کہ میں نے
تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مرگیا یا دیوانہ ہوگیا ہو ہم اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں وکیلوں کی
راے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اس تصرف میں ہے جسمیں اجتماع سے کوئی مانع نہیں اور اسمیں راے کی حاجت ہے اور توکیل
بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجئ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت میں نافذ ہے
جبکہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف
بدون دوسرے کے نافذ نہ ہوگا چنانچہ باب الوصایا میں آویگا وفی خصومۃ بشرط رای الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں
مگر خصومت میں نافذ ہے بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنابر قول صحیح کے ہم خصومت میں تصرف ایک وکیل کا
اسواسطے نافذ ہوا کہ وہاں اجتماع متعذر ہے کہ شور وشغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منح الغفار میں عینی سے مذکور ہے کہ خصومت میں
وکیل ثانی کی راے مشروط ہے تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض حتی یجمعا جوہرۃ خصومت میں
احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں
وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر
غلام معین کے آزاد کرنے اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین ہم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض
میں راے کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمیں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے
کے کافی نہیں وفی تعلیق بمشیئتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر
عمل کرنے سے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کا فعل شرط ہے
اسواسطے کہ جو چیز دو شئ کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شئ کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ علی ما لم یعوض انہ لا
یشترط من العینی والدرر تحقیق العبارۃ ولا علیہا بمشیتہما فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر عطف التعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا پر ہے چنانچہ عینی اور درر سے

معلوم ہوتا ہی تو حق عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین
جسکا بدلا نہیں لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے و فی تدبیر و رد عین کو دیعۃ و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف
احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو
قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شئ منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا
تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے در صورت ہلاکی شئ مسترد بسبب نہولنے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ کہا تھا کہ
ایک وکیل تنہا بعض شئ پر قبضہ کرے کذا فی السراج م یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہی
لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا
امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ
اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کافی ہی بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہی کذا فی الولوالجیہ و قضاء دین بخلاف
اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہی بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی م استرداد عین و قبض
ہبہ اور اقتضاء دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہی اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہی اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا
ایک شخص کا حفظ کی برابر نہین و بخلاف الوصایۃ لاثنین و کذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ
فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونیکے
تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر م اشیاء مذکورہ پانچ ہین تو چھ تو شاید کہ
شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ
مین رائے اور تجویز کی حاجت ہی لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصرا لتصرف الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ
مین جبکہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد
جائز ہی نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل لقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
لما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی ادائے
دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہوا اور یہ واقعہ بھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا
م اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہی چنانچہ اسمین یون ہی کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی
اور ملتقطات مین علت اسکی یہ مذکور ہی کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہی کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو
کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من
فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہی کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہی موکل کے ادائے دین کے
واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے
اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنے

افعال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب
المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا
یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع شرط ہی یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے
طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ صم بیان شارح ظاہراً دلالت کرتا ہی کہ قاری ہدایہ مسائل
ثلثہ مین مخالف ہی حالانکہ مخالفت اسکی فقط تین کے مسئلے مین ہی کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہی درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل
چنانچہ منح الغفار مین مشرح مذکور ہی کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہی کہ وکیل بالاجر پر
جبر ہی سو تامل کر اسکو صم اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصراً اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہی کہ جو اجرت لیکر
بیچتا ہی جیسے بیاع اور سمسار اُسپر جبر کیا جائیگا استیفا ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پہونچ گیا بدلا اُسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی
الطحاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعلہ اوفق اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ
اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اسکو بیان کیا ہی صم واقعۃ الفتوی یہ ہی کہ جب وکیل ہو اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہی تو اُسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار
وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصۃ تنویر البصائر یہ ہی کہ جب وکیل مامور ہو تقضاے دین پر اپنے مال سے تو اُسپر جبر نہین اور اگر
امر کے مال مضاسر ہو تو اُسپر جبر ہی کذا فی الطحاوی والتنسا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لایجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او
مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہی وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل
بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو صم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لایوکل الا باذن
آمرہ او بجواز الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجوب رضامندی کے صم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا
اسواسطے جائز نہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہی نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین
اور مراد یہ ہی کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو
بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہی اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہی الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ
توکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ خانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا
سو اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہی
اور یہ جواز موقوف نرہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی فتاوی الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خریدی کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہی اگر اُسنے جائز رکھی تو جائز ہی اور نہین تو نہین کذا فی الطحاوی
والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے اُسکو
جو اُسکے عیال مین ہی تو صحیح ہی کذا ذکرہ ابن الملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فیجوز بلا اجازۃ لحصول المقصود در
اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہی بلا اجازت وکیل اول بسبب
حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر صم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہی بخلاف اُس صورت
کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ غرض ہی کہ اجتماع راے وکیلین ہو

زیادت ثمن اور اختیار مشتری مین کذا فی الہدایہ او التفویض الی رایہ کاعمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا ینوع
غیرہ تمامہ فی قنیہ اور یہ بیان تھا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے مین مگر طلاق
اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ اُنکے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجاے وکیل نہین ہوسکتا کذا فی
القنیہ ھم یہ حکم بنابر تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ
بدونہما بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو
وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے اور
حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہے سو یہان حاصل ہے الا فی ما لیس
بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اُس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق
وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین
تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء عن الدین قنیہ وخصومۃ وقضاء دین فلا یکفی
الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادائے دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک برخلاف خانیہ کے ھم خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہے اسمین یون ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ
جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء
فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر
نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ
وموتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل
اول کا وکیل ہے اور اسوقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل
اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضاء مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف
اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق
مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے
وکیل اول کی صنعت سے اور اُسکا معزول کرنا بھی اُسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو
بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا
تفویض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق
والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوی ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق
وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ اور اگر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو
وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس مین یعنے اگر اسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف

اس قول کے کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الذر ریعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا
من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم
او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر
تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص انمین سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کے صغیر کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے
یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا الوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من
نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہی پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہی دوسرے کو
وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہی جو باپ کا باپ ہی یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہی پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب او
وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور مان کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین مان کے متروکہ مین اور اسیطرح بھائی کے
متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہی وان لم یکن احد مما ذکر فلہ
ای الوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے مان کے وصی کو مان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہی و لہ بیع المنقول
لا العقار اور مان کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہی نہ زمین وغیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہی کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہی ولا یشتری الا الطعام
والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور مان کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سوا طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونوں منجملہ حفظ صغیر کے ہین
کذا فی الخانیہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاب یعم الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہی
مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہی کذا فی
العمادیہ یعنی اگر باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا یرجع حقوق عقدباشرہ للیتیم الیہما بخلاف
وکیل و وصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہی کہ قاضی یا اسکے امین کی طرف
اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے
یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہی بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا
تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہی تو انکا ضمان دینا اپنی ذاتون
کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
مین ہی کہ وکیل کرنا جائز ہی ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہی اپنی ذات کے واسطے سوا وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہی
نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو سعود نے حاشیہ لکھا ہی اسمین بجاے وکیل کے موکل کا لفظ ہی
اور یہی موافق ہی ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سوا اسنے اسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن مامور سے پھر لے اور مامور اپنے آمر سے

اور وکیل امر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ۔م مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت
عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل عنوان ۲ الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر رح
و بہ یفتے لفساد الزمان واختار فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی
بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہی ۔م تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہی لیکن عرف
میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہی نہ قبض اور عرف مقدم ہی لغت پر اور امام رح اور صاحبین رح کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہی
خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی صغیر سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہی اگر ایسے شہر میں ہو جہان سوداگرون میں رواج ہو کہ
تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہی کہ اس قول پر فتوی ہی
کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہی بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہی اسکی جسکے
واسطے وہ وکیل ہوا و رسول التقاضی یملک القبض الا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہی قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی
البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہتا کہ (ارسلتک) یعنی میں نے تجکو پیام رسان کیا یا یون کہتا کہ (کن
رسولا عنی) یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہی اور یون کہتا کہ میں نے تجکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہی برخلاف
زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہی نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور
قبض کا م ملازمت عبارت ہی ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اسکو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل
صلح مالک نہیں خصومت کرنیکا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملکہما ای الخصومۃ خلافا لہما ولو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا
وکیل مالک ہی خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہوا اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے وہ خصومت کا
مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ۔م اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہی تو مشابہ رسول کے ہوا
تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہی تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی
والا وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل
تو مالک ہی خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز
قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا وللآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم بحر موکل نے وکیل کو
امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سواے ایک درم کے تو اسکا قبض مذکور جائز نہیں
موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہی اپنے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح
نہ قبض کرے ایک درم سواے ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع
منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرۃ تو اگر مدیون کے
گواہ نہوں ادا سے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادا سے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لیگا جو اُسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ دین کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہی کذا فی الذخیرہ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی الاشباہ ولا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلاث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز رہے اس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہوچکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا الالتزام بخلاف ضامن کے کہ اُسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنے جو ضامن ہوا خصومت کا اُسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی یون ممکن ہی کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اُسپر ثابت ہو سو مطلوب نے بالنسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہی تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اُس مال مین جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت ای الموکل المال لہ الوکیل ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اُسمین جو موکل پر دعوی کیا جاے تو یہ توکیل جائز ہی سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اُسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اُسمین وکیل نہین کذا فی الدرر یعنی تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہی کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہی خصومت کے وکیل کا اقرار سواے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی روسے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہی اگرچہ وکیل معزول ہوجاے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے اُسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اُسنے بیع کی ہی تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسیطرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کرلیا اس طرح کہ مین نے تجکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہی قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ توکالت پانچ طرح ہی ایک یہ ہی کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی فلو اقر عند غیر القاضی لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار والیصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر وصحیح ہی موکل کو اپنے وکیل کا اقرار کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہوجائیگا کذا فی البحر طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہی کہ ممکن ہی کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اُسپر کچھ حق واجب نہوگا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سو اگر مخاصم اُسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہی مال ضامن کو وکیل کرنا

کہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جاوے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہوا اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے
قبض کرنیکا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہو گی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل
اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونیمین تو رکن وکالت منعدم ہوگا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی الیعنے
کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح عزلہ قبل
ابرائہ نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہین توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے
کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراء ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل
صحیح ہے اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ہم قولہ اذا وکل
اسمین ضمیر فاعل ہے راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر وکیل ابراء نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے
اگرچہ وہ عامل ہے اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے
اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہونہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو انتہی جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے
عمل کرے تو وکالت باطل بلاوجہ ہے مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ
او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا ومقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون
طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے
دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس مین اسواسطے کہ
اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا
وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سو اسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو
مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین
کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول ووکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف
حاضر و ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ انکا تاوان صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص
انمین سے سفیر اور معبر محض ہے یعنی حقوق عقود انکی طرف راجع نہین جو انکا ضمان صحیح نہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی
للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہوجاوے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب
لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا
وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہو گی یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہے وکذا کلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض
بطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسیطرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہوجائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو
وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن
المشتری لم یجز لما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل بغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

ع
محتال دائن کو کہتے ہین اور محیل مدیون ہوتا ہے اور محال علیہ جو دار قبول کرے ۱۲

رجع لبطلانه وبدونه لاانه متبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے
نہ پھیرے بسبب اُسکے تبرع اور احسان کے ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدقه الغریم امر بدفعه الیه عملا باقراره ولا یصدق لو ادعی
الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اُسکے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اُسپر ادائے دین کا حکم کیا جائیگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفائے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقه
فی التوکیل فبها ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پھر اگر غائب آیا سو اُسنے اُسکے وکیل
کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا ورنہیں تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادائے اول کے اُسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اُسپر دوبارہ ادائے
دین لازم ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصة اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین
اُسکے ہاتھ میں باقی ہو اگرچہ بقاے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اُسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصه وان
ضاع لا لانه بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اُسکو نہیں لے سکتا اُسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اُسنے دین دیا
اُسکی وکالت کو تصدیق کر کے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہیں کر سکتا الا اذا کان قد ضمنه عند الدفع بقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا انه اخذ
الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره مگر مدیون اُسوقت وکیل سے دین پھیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اُسکے
جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اُس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہیں کذا فی الزیلعی وغیرہ ضم مال ضامنی کی صورت
یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہاں تو اُسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل
ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال له قبضت منک علی انی ابراتک من الدین فهو کما لو قال الاب للختن عند اخذ
مهر بنته اخذ منک علی انی ابراتک من مهر بنتی فان اخذته البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هنا بزازیة یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ میں نے تجھ سے
مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجکو بری الذمہ کر دیا دین سے تو وہ ایسا ہی جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے وقت کہ میں اس شرط پر تجھ سے
لیتا ہوں کہ میں نے تجکو بری الذمہ کر دیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے
کذا فی البزازیه وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع له ذلک علی زعمه الوکالة فهذه اسباب
للرجوع عند الهلاک اور اسیطرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اُسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اُسکو دین دیا وکالت کے
گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاے وکیل کے
پاس ہم رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابراء سے مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو در صورت
عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اُسے موکل کے دینے کا
دعوے کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سواے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی
الوجوه المذکورة کلها الغریم لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز
نہیں تا حضور موکل غائب وان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلک او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب اور اگر مدیون
گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اُس اقرار پر یعنے عدم وکالت اقرار پر یا اُسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اُس چیز کے توڑنے مین جسکو اُسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہی غائب کا اور دافع اسکا
پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوكالة واخذ مني المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کرچکا ہی اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولو مات الموكل و ورثه غريمه او وهبه له اخذه قائما ولو هالكا ضمنه الا اذا صدقه على الوكالة اور اگر موکل
مرگیا اور مدیون اُسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کردیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہوا اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اُسکا تاوان لے
مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کرچکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو ولو اقر بالدين وانكر الوكالة حلف ما علم ان الدائن
وكله عيني اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہی کذا فی العینی
قال اني وكيل بقبض الوديعة فصدقه المودع لم يؤمر بالدفع اليه على المشهور خلافا لابن الشحنة کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا
سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اُسکو وکیل کے دینے کا حکم نہو گا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ
نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہی اور یہان مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم يملك الاسترداد مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو
دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اُسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وكذا الحكم لو ادعى
شراء ها من المالك وصدقه المودع لم يؤمر بالدفع لانه اقرار على الغير اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار
نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر ہم یہ علت ہی دونون مسئلون کی ولو ادعى انتقالها
بالارث او الوصية منه وصدقه امر بالدفع اليه لاتفاقهما على ملك الوارث اذا لم يكن على الميت دين مستغرق
ولا بد من التلوم فيهما لاحتمال ظهور وارث آخر اور اگر دعوے کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت
کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر
بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروکہ نہو اور ضرور ہی انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے
احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انكر موته او قال لا ادري لا يؤمر به ما لم يبرهن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا
انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعوے الايصاء كالوكالة فليس
لمودع ميت ومديونه الدفع قبل ثبوت انه وصي اور دعوے ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو
جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہی میت کا یا وکیل ولو لا وصي فدفع الى البعض الورثة برئ من حصته
فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنی باقی وارثون کا
مواخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وكله بقبض مال فادعى الغريم ما يسقط حق موكله كاداء او ابراء او اقراره بانه ملكي دفع الغريم المال ولو عقارا اليه
اي الوكيل لا رجعه بعد تسليم ما لم يبرهن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کرے جیسا کہ ادائے دین
یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہی یعنے مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرلیتا ہی
دین اور وکالت کا جب تک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنے جب مدیون نے ادائے دین کا دعوی کیا مثلاً تو اُسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا اسلئے
دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہی کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین بمجرد

دعوی ثابت ہوا تو اسکے حق مین تاخیر نہو گی والتحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لزفر رح اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا مثلاً ادائے
دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع ان
المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی ہوا
لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نہ کرے جب تک مشتری قسم
کھائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین رح کہ
انکے نزدیک رد مبیع ہو گا یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے
صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر بمجرد تسلیم تو قضا بعقود و رفسوخ مین
نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب بحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء
لا عن دلیل بل لجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بسبب عیب کے بائع کو یعنے بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی
اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہو گی نہ بائع کی بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ
نادانستگی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہو گا باطن مین کذا فی النہایۃ والمامور بالانفاق علی اہل او بناء دار القضاء بدین
او الشراء والتصدق عن زکوٰۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویا للرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا
بل یقع التقاص استحسانا اذا لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنائے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادائے دین کا یا خریداری کا
یا زکوٰۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کر کے
اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوٰۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہو گا بلکہ تقاصہ واقع ہو گا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے
جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنے صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی نسبت کیا یا مطلقا
دیا ہو مع رجوع کی نیت یون ہو گی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرا دے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوٰۃ کی
قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت الانفاق مستہلکۃ ولو بصرفہا الدین نفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا بالانفاق
لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون اگرچہ انکا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ مین اسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہو گا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع
ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نہ کر سکے گا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیۃ مع انفاق کے مانند
شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جبکہ وکالت مین دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہو گئے تو وکالت
باطل ہو گئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہو گا تو اسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی ثم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض
من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا اور ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار درم لے
اور صدقہ کرے سو اسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے کم بحر الرائق مین یہ روایت

منقی بالنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح در المختار کے بعضے نسخون مین ہی اور اسیطرح منح الغفار مین ہی بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہی کہ جو درہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فہو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشہد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصة بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینة ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہی کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت م غائب ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہریگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوکالة المجردة لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہی وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہی م درر مین صغرے سے منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ دلانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکو سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورة وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہی توکیل بیع سلم کرنے مین م صورت اسکی یہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین م صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیدیے تو طعام وکیل پر ہی نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعہ نفی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین م یعنے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوت اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنیکے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہی دلیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علے القریة فیامرہ بعقد السلم ویسلمہ علی ما قرر لہ بالمنالانہ وکیل الواقف والوکالة امانة لا یصح بیعہا تمامہ فی شرح الوہبانیة اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا ور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی م امین کو بسبب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالة من العقود الغیر اللازمة کالعاریة فلا یدخلہا خیار شرط وکالت ان عقودون مین سے ہی جو لازم نہین جیسے عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا م عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحة علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر درضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہی م قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا ور دین کا

منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہی کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہی اور یہ لازم آتا کہ وکالت شرعا غیر لازم ہی پس مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی
آیندہ قول مین فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہی وکیل کے معزول کرنیکا جب چاہے تاوقتیکہ اس سے
حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو
معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب ہی ہو تو وکالت لازم نہین ہی موکل کو
اسکے معزول کرنیکا اختیار ہی ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو
طلاق یا عتاق مین بنابر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہی بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوری یہ کہ موکل کہے
وکیل سے کہ مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجکو معزول کردون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدرر شرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت وینعزل
قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہی بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو
عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہی رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ
ای بالشرط ینبغی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوے ہی کذا فی شرح الوہبانیہ
ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابتہ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ
او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے اور
رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب
ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہی جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہی تاکہ مین
تجکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور رہی ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے
یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایات عبد
اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبران سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقد منا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور
ہمنے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہی اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من الجانبین
بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ وبشراء المعین لا
الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وببیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شئ معین کی خرید
کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہی بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو
کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہما
والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہی اور نہین تو معزولی ثابت نہین
چنانچہ جواہر الفتاوے مین اسکو شرح بیان کیا ہی یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

معزول

معزول کیا تو صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مر
وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہو اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو
وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہی
ہم تعلق حق مدیون یون ہی کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزول دینے فریب خوردہ ہو جائیگا در صورت ادا اسے دین توکیل الا اذا علم بہ بالعزل
المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کرلے تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر
قول آیندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرا وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا
قبل دانست مدیون العزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے جب
اسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے
دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ
بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہی راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن
راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہی اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہی خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے
غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً قید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہی والا توکیل ببیع
رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاق زوجتہ بطلبہا علی الصحیح لانہ لاحق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی لعزلہ بکلما وکلتک فانت
معزول عینی اور نہیں ہی اس قسم سے جسمیں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین
کچھ نہیں اور نہیں ہی قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے
کہ ہر بار کہ مین تجکو وکیل کرون تو تو معزول ہی کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہی کہ اسمین
حق وکیل متعلق نہین وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیب توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ لم
اوکلک لا یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشئ فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد
قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہی جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجکو وکیل نہین کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا
کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان الجحود عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار
عزل ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اسپر محمول کیا ہی جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر یعنے انکار موکل اس صورت مین
عزل ہی جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان الجحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ
لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہی اور وجہ اسکی
یون بیان کی ہی کہ ماوراے نکاح کے انکار فسخ ہی پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسیطرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہی چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہی
اور جامع کبیر مین ہی کہ یہ رجوع نہین تو اسمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور

حجو ونہا یعین یا مستاجرین مین خلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ حجو درجوع ہی اسواسطے کہ حجو د فسخ ہی انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت مین ہی یا
سب مین انتہی اور ظاہر جمیع کی تصحیح متبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہی کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنھایۃ الشئ الموکل فیہ
کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے
منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو
موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معًا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف رح یشترکان ویخیران
کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھہی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے
نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدھما وجنونہ
مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرا وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان
فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے
اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا
فتوے ہی اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول
قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہی اور بعضون نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بالفتح بالوتے ہین و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہی
وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اسکے جنون
جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ۱۲ یعنے جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا
تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بھذہ
العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت
الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا
بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے کے وقت تو وہ معزول نہو گا معزول کرنے سے
اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے ۱۲ مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل
بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ والطلاق بزازیۃ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول
نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ۱۲ یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل اسمین موت
اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا وحکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ
وفیما عداہا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی چنانچہ بحر الرائق
[illegible] کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب
جنون اور [illegible] کے [illegible] اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

میں کہتا ہوں تو قریب کے اطلاق میں بحث ہے ہم درر میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا ہے اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو توکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل
حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت توکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل
حکمی ہے ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاے قبل خرید کے
تو وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز موکلہ
لو مکاتبا وحجرہ ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علم اولا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادائے بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہے یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ یہ
عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجزہ
وحجرہ اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جبکہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین
اور قبض ودیعت مین تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما
لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ
اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس
تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے
خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی
اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا
تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاے تو وکیل کی طلاق عورت پر بنا بقاے
عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر
وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع
موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ تبقی علی الوکالۃ اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا
سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا
اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک
طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید
حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک
نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل شتی تحفۃ شارح کے فی الملتقط عزل وکتب لا ینعزل ما لم یصلہ الکتاب ملتقط مین ہے کہ معزول
کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے جسمین علم وکیل شرط ہے اور علم خط

بھیجنے سے ہو وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اُسکو معزول کیا قبل اُسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہی اور بعد قبول کے
صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ قمقمۃ لیدفعہا
الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اُس آدمی کو دے جو اُسکو درست کردے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا
تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اُسنے موافق اُسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اُسکی ثابت نہین ابراہ مما لہ علیہ بری
من الکل قضاء واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کردیا اُس دین سے جو اُسپر ہی تو وہ بری الذمہ
ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری الذمہ نہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہی کہ اُسکا اتنا ہی اُسپر تھا
یعنے مجملاً اُسنے دین معاف کردیا لیکن اُسکا گمان یہ ہی کہ میرے دس درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے
بری ہوگیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا
او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہی کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے
پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری اُنگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اُسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہی تو مدیون بری الذمہ نہوگا
اُسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ؎ ومن قال اعط المال فالبس خنصرہ فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہی اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال
چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اُسکو تو مدیون بری الذمہ نہوگا اور مال مین اُسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اُسکو دینا پڑیگا ولبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ
قالوا یجوز التغییر اور جس موکل نے کہا بیچ اُسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اُسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اُسکے خلاف کیا یعنی اُدھار بیچا یا زید کے ہاتھ
بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہی ہم لبعہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہی ولبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے
جائز ہی کہ یہ کلام مشورہ مجہول ہی چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کرنا تو اُسکو جو خرید کرنا جائز ہی کیونکہ یہ کلام مشورہ ہی اُسکا
بخلاف اس قول کے کہ لبعہ بالنقد یا یون کہا کہ لبعہ من فلان تو اب اُسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم وکذا قول رب
الدین والخصیم یجبر اور مال دینے مین وکیل کا قول مقدم ہی اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہی اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا
اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ اُسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہی بری الذمہ ہونے مین یعنی وکیل پر تاوان
دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہی موکل کے اس قول پر کہ اُسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مین نے کچھ نہین پایا لیکن یہ فقط
در حق برأت ہی نہ در حق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول ہو کس اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے
زبردستی حق اُسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اُسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر
قسم نہ کھائی تو حق اُسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ولو قبض
الدلال مال المبیع کی لیسلمہ منہ وضاع یتشطر اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بایع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بایع مین نصف نصف کیا
جاے ہم یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال و بایع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہی کہ اگر بایع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہین اور نہین تو بایع
چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھر لے تاوقتیکہ دلال اُسکا فرستادہ نہو یا ایکطرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہی دعوے کے احکام مین لا یخفے مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوے کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین ہم مناسبت

کتاب الدعوی

یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ہی لغۃ قول یقصد بہ الانسان
ایجاب حق علے غیرہ لغت میں دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمیں دفع حق عن نفسہ
سے کچھ تعرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اسپر تنوین داخل نہیں کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی
وفتاوی ذکرہ الدرر اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث
لیکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنے دعاوی اور فتاوے میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہے
مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا
وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ فخرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوے عبارت ہے اس قول سے جو
قاضی کے روبرو مقبول ہوا اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم
خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے سو اسلئے کہ
شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی اور دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوے التعرض
فتسمع بہ یفتی بزازیہ دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا التعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہوں تو یہ دعوی مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جاوے اور جب اسکو حجت ملے
تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے
پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نہ کیا جائیگا دعوی میں اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی
الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنے تعریف دعوی میں اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف مذکور میں
حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہو تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل نہو گی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت
ہوئی تاکہ دفع بھی دعوی کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سکوت
عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید بالاعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنے
زیادت دفع کی حاجت نہیں ہے والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاوے
یعنے حاکم اس سے زبردستی دعوی نہ کروا دے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے
چھوڑا نہ جاوے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد بہ یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاہب
الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمد رح کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہاں چاروں مذہب کے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور اسی کا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار
کذا فی البحر علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار رہے اسواسطے کہ ابو یوسف رح کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی
تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علے السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ لعزلہ
بالنسبۃ الیہما کما مر اور اگر کہا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محالات شہر میں ہو تو مدعی کا اعتبار ہے

ہان اگر سلطان نے جابت مدعاعلیہ کا حکم دیا ہو تو اُسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعاعلیہ نے پسند نہین کیا اُس مدعی کی

نسبت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ قضا قید پذیر ہو کذا فی الطحطاوی قلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر

حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لانہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ

فلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد رح اور ابو یوسف رح کا اُس صورت مین ہو جبکہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہوا اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی

اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنے حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ وہ بلا شک

مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے عم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہی

چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا اور کہنا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا لما لی علیہ کذا او اضافتہ الی

من ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت

اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُسپر اتنا ہی یا نسبت کرنا حق کا اُسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع

اضافت حق سے متعلق ہی واہلہا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا الاشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہی جو ہوشیار با تمیز ہوا گرچہ

لڑکا ہو بشرطیکہ اُسکے ولی نے اُسکو خصومت کی اجازت دی ہوا اور اگر اُسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہین کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز

الدعوے مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوے کی شرط یعنے جواز دعوے کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اُسکے

مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاوے مدعاعلیہ غائب پر وہل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا فحتے یبرہن او یحلف عنیہ اور کیا قاضی

مدعاعلیہ کو مجرد دعوے کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعاعلیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گھر رات کو جا ہو سکے تو ہان

مجرد دعوے حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اُسکو نہ بلا دے تا وقتیکہ مدعی گواہ لا دے یا قسم کھائے کذا فی البینہ عم مدعاعلیہ بعید کے احضار مین دو قول مین

بعضون کے نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعاعلیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے کے واسطے شبلی

نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ماتقدم ہی کہ مجرد دعوی مدعاعلیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہی یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہی

فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذلا یقضے بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اُس مال کا ہی جسکا مدعی نے دعوے کیا

اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا والا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان تضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جبکہ لفظ دعا معنی اخبار کے متضمن ہو پس

مدعا بہ بولنا درست ہی عم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ فقہین بولتے ہین مگر یہ مشہور رہی تو وہ بہتر ہی صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا ایضا کونہا ملزمۃ

شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہوتا تو

بیفائدہ ہوتا عم جب ملزم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر تو کیل کا دعوی کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی

مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب اولمن لا یولد مثلہ لمثلہ

ہذا ابنی والمجورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فالظاہر عدم سماعہا بحر وبہ جزم

ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوے کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوے کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہی تو اُسکا دعوے جسکا

وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب تیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہی

یا اُسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اُسنے اُسکو مال قرض دیے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اُس سے غصب کر لیا تو ظاہر یہ دعوے
غیر مسموع ہی کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہو ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا او نعم حتی لو سکت کان
انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا ان یکون آخرس اختیار وتحققہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہی مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ
نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سُنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اُسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اُسکو محقق بیان کرینگے
یعنی (قضی بنکولہ) کی شرح مین وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوے کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہی معاملات کے استعمال سے یعنی
اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہی تو دعوی کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاے عالم مکلفین کا مقتضی ہی اسواسطے
کہ اگر دعوی نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہو جائین فلو کان ما یدعیہ منقولاً فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی
یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہی مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے
ہاتھ مین ناحق ہی بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اُسکے پاس وطلب المدعی احضارہ
ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اُسکے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اُسکا ممکن ہو
بلا مشقت تو مدیون پر احضار اُسکا واجب ہی تا اُسکی طرف اشارہ کیا جاے دعوی اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین
بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانہ اور مدعی اُسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اسطرح کہ اُسکے لے آنے مین مؤنت ہو
اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اُسکو ذکر کیا ہی نسبت بخزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہی نہ ہلاک عین مین تو شارح کا یہان اُسکو
ذکر کرنا سہو ہی کذا فی الطحطاوی بہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اُسکا متعذر ہو اُسکے ہلاک ہو جانے سے یا اُسکے غائب ہونے سے
اسواسطے کہ قیمت اُسکے مانند ہی اُسکے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اُسکی مماثل معنوی ہی وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع غنم
بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اُسکا متعذر ہو باوجود اُسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ قاضی اپنا
امین بھیجے تاکہ اُسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ اکتفی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت
کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ
الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینۃ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ
اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہی اور اُسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت
انکار یا اُسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اُسکی
قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہی
صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اُسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہم اعیان مختلف الجنس
چنانچہ اناج اور کپڑا اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علیحدۃ لانہ لما
صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح ولا بین قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہی اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ
جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جبکہ کل اشیاء کی قیمت مجملاً بیان کرے تو بطریق اولی وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم
کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا تشترط عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوی مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہی تا اُسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا مین تو

بیان قیمت شرط نہین کذا فی العمادیۃ وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ لیعلم القاضی بما ذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہی نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شی مستہلک کا دعوی کیا تو اُسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہی دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطا ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہی جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہی اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہی اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہی وفی دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا ضرور ہی خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہی کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت رکھی گئی اور اُسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہی نہ اُسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ والا حمل لہ لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہی اُسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اُسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہی جیسے اُسکی گواہی مین تحدید شرط ہی اگرچہ غیر منقول مشہور رہو بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہی ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور گاہے متاع کو بھی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہی کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہی اور اُسمین شفعہ نہین جبکہ اُسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہی مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اُسکے حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہی اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہی اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہی نہ زمین کا کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدہ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہی اُس شہر کے بیان سے جسمین وہ گھر ہی پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہی پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلاً جعفر ہی تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے ذکر مین کفایت ہی تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہی اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اُسمین غلطی کرے تو صحیح نہین ملتقی اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہی پھر غلطی ہی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہی کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہی اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود واسماء آبائہم ولا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہی اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور اُنکے باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہی اُنمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اُسکا نام کافی ہی بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم کہتے ہیں کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اُسکے سوا اسکے ذکر سے یا اُسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دوکان یا اُسکے حلیہ سے تو مقصود تمیز ہی خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انہ ای العقار فی یدہ لتعیین خصما اور اُسکا ذکر ضرور ہو کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہی تاکہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان تھا عقار کا کذا فی الطحاوی وبزید علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اُسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اُسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لابد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہی گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اُسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض ہی بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہی کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا پھر یہ یعنے اشتراط بینۃ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہی جسمین ملک کا سبب مذکور نہو جیسا کہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزازیہ اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہی ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہی کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہی فعل سے مراد غصب اور خرید ہی وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہمہ اور اسکا ذکر ضرور ہی کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہی مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اُسکی طلب پر اور اُسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ مغنی ہی اس سے ولو کان ما یدعیہ دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جبکہ مدعی دعوی کرتا ہی اگر دین ہو یا مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوائے اسکے تو اُسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اُسوقت حاجت ہی جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی ولابد فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر سببا لم تسمع اور ضرور ہی مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اُسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوی مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر ففی السلم انما لہ المطالبۃ فی مکان عیناہ اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اُسکو مطالبہ جائز نہین مگر اُسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اُسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ویسال القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تصدر صحیحۃ لا یسال لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہی سو تو کیا کہتا ہی سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے

بسبب نہ واجب ہونے اُسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ **فان اقر فبہا او انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی** سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہی یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اُسکو ہرا وے اور مدعی کو جتا وے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اُسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کو مدعا علیہ کا خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہی لازم نہین کذا فی الطحطاوی **والا یبرہن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع** علی ما فی البزازیہ اور نہ اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہی مگر ابو یوسف رح کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہی مشتری خدا کی قسم کھائے کہ مین راضی نہین ہوا عیب سے - ۲ شفیع قسم کھائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا - ۳ عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کھائے کہ زوج نے اُسکو نفقہ نہین دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا - ۴ مستحق قسم کھائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف رح نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت تحلیف یہان یون ہی کہ قاضی اُسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے تجکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اُسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تونے اُسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اُسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہی کذا فی الحلبی عن البحر **و اذ قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر** درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اُسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہ امام رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین قسم لینا چاہیے **وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی** خلاصہ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصہ بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی انتہی ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ ترجیح یہ ہی کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہی تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم متبادر یہ ہی کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہی حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہی اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہی اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہی کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاے تو وہ باطل ہی اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہی ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس **فلو برہن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیا عند قاض** بزازیہ اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی گئی تو کافی ہی یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہی تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہو گی معتبر نہوگی ہم یہ مسئلہ مغایر ہی متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ مین یہ ہی کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہی اور یہان مطلب یہ ہی کہ قاضی کے

پاس قسم کھائی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال و حلف تو المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضمان نہ دے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہو شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہو کہ قسم مدعا علیہ پر ہو نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہو والیمین لا ترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہو الخ پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس رضؓ یون ہو (البینۃ علے المدعی والیمین علے من انکر) کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہو اور قسم اسپر ہو جو انکار کرتا ہو طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہو اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہو جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آدے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہو بلکہ اسکو یحیی بن معین رد کیا ہو بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہو کذا فی العینی م مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباس رضؓ سے روایت ہو (قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین و شاہد) کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہو سہل بن صالحہ سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہو تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہی نبرہن المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی وعلی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین فلا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود وکذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلفہ ویعمل بالمنسوخ لہ الامتناع عن اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے مین حق پر ہو یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دو بار قسم نہین لیجاتی تو مشاہد سے دو بار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہو اور دو بار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو اداے شہادت سے باز رہنا جائز ہو اسواسطے کہ اب اسکو اداے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ م اب ہندوستان مین نصاری کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہو تو اگر شاہد بلحاظ حلف اداے شہادت مین پہلوتہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وہو الذی لم یذکر لہ سبب احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق مین اولی بالقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے کہ وہ خارج مدعی ہو اور گواہ اُسی کے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث م صورت اسکی یہ ہو شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینۃ لذی الید اجماعا کما سیجی بخلاف دعوی اُس ملک کے جو مقید بسبب ہو چنانچہ نتاج اور نکاح تو

نہین ہوتی مدعی پر ۱۲

امتناع شہادت سے در صورت تحلیف ۱۲

قابض کے گواہ اولی بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا ھ صورت نتاج یہ ہو کہ ہرایک نے گواہ قائم کیئے کہ لونڈی اُسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونون نے گواہ اُسپر قائم کیئے کہ اُسنے نکاح کیا اُس عورت سے تو قابض کے گواہ اولی بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو **وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لونکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف اوحکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط** اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو فی الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کھاتا یا انکار قسم حکمی ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اُسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہو یعنی مستحب ہو نہ واجب **وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قال المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فوراً الافی ثلث** اور کیا شرط ہو حکم دینا انکار قسم کے بعد فوراً اسمین خلاف ہو علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہو مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرض ہو مگر تین صورت مین ھ پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا مین چنانچہ گواہون مین ۲ یہ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحطاوی **قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا** قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اُسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہو کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنی برہان اور یمین اور نکول **وعدا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوہا فوراً فرأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ** اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیئے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیئے نکلا پھر اُس گھر مین فوراً لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اُسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا مگر اسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہو کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہو بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہو اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہو تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی **شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام** مدعی کو شک پڑا اُس مین جسکا اُسنے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہو یعنی واجب ہو کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے **وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رایہ ان المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ** اور اگر اُسکا مخاصم نہ مانے سوائے قسم کے اگر اُسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہو تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہو اس طرح کہ اُسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہو تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ ھ یہ مسئلہ مغائر ہو مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہین تو قسم نہ کھائے **وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط** اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اُنکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع مین ہو محیط سے ھ شرح مجمع مین محیط سے منقول ہو کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام رح کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمد رح کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال
سے کہ اُسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہی اسمین خلاف تو مذکور ہی لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمد رح کی ترجیح
مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعیٰ علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول
ہین بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح یقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ و لان الیمین کالخلف عن البینۃ
فاذا جاء حکم الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح
کہ جھوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم
ہوچکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث
فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہی کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال
کا دعویٰ بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر
فتویٰ ہی کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق دُرر ہم دُرر مین کہا صواب یہ ہی کہ اُسکا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور
نہوگا انتہی تو صاحب دُرر کا کلام عام ہی خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم
اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی
نے سبب ظاہر کرکے دعویٰ کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اُسپر دین نہین ہی پھر مدعی نے سبب مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہی کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا اداے قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتویٰ ہی کذا فی الفصولین
والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد
تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا
یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جبکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اس استیلاد مین جسکا دعویٰ لونڈی کرتی ہی اور اسکے
بالعکس یعنی ادعاے استیلاد مولیٰ حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولیٰ کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین
اس طرح کہ دعویٰ کیا شخص مجہول پر کہ وہ اُسکا غلام ہی یا بیٹا یا اُسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولیٰ ہی یا بیٹا اور وہ منکر ہو
اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوی کیا شخص اعلیٰ نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعویٰ کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیاے سبعہ مین امام رح کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین
ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہی والفتوی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتویٰ اسپر ہی کہ قسم
لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ مین اور جسنے اُنکو چھ شمار کیا ہی اُسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ یہ ہی کہ قول مفتے بہ
تحلیف ہی کل امور مذکورہ مین سواے حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فللعبد

تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لاالزنیٰ اور منجملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہی تو اُسمین قسم نہین باجماع امامؒ اور صاحبین رح کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہی تو غلام کو قسم لینا مولیٰ کا درصورت انکار جائز ہی سو اگر مولیٰ قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق تھی اور یہ نہ کہے کہ اُسنے زناکاری کی تا اپنے مولیٰ کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاےگا

وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علمانے کہا ہی قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اُسکو دُرر مین مشرح بیان کیا ہی م وجہ اسکی یہ ہی کہ تعزیر حق العبد ہی ولہذا عبد اُسکو ساقط کرسکتا ہی معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف اور فصول مین ہی کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہی کہ وہ نکاح کرلے تو اُس سے اب قسم نہ لیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدے وثلثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہی کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین م یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لاالحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہی قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اُسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہی م اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہی اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لیجائیگی مگر جبکہ اُسپر عقد کا دعوی کیا جاے یا اُسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اُسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اُسکا اقرار صحیح ہی اپنے موکل پر تو اسی طرح اُسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہی وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا والصواب فی اربع وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہی کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اُسکو اقرار لازم آوے پھر جب اُسکا منکر ہو تو اُس سے قسم لی جاےگی سواے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہی اور ٹھیک بات تو یہ ہی کہ چونتیس[۳۴] صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور بحرالرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا م تو سب چوّن[۵۴] صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اُن سب کو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہی اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہی اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہی نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہی چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہی تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہی واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہی بتات یعنی یقین ہو اس طرح کہ دعوی مدعی کا ایسا نہین م منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھالے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اُسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے اُسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہی والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہی

علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا ہو کہ دعوی مدعی کا ایسا ہو غیر کے فعل پر فعل علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکد ولذا یعتبر مطلقا در عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہو بار خدایا مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالت سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اسپر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کھاسے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہی اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہی تو غیر کا فعل اُس کے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اسواسطے کہ حالف علی القطع موکد تر ہی نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہی مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی م بحر الرائق مین ہی کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہی پھر اُسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہی اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین ہی یعنی بجاے حلف علی القطع حلف علے العلم کافی نہین اور جو حلف اُسپر واجب نہین اُسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربہا او بہ شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہی یہ یعنی یمین علے العلم اُسوقت ہی جبکہ منکر کہے کہ مجکو اس دعوی کا علم نہین ہی اور اگر اُسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا م یعنے قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہی لیکن جب موذع نے اُسکے علم کا دعوے کیا تو اب اُسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علے قولہ وفعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم ای انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل[1] غیرہ علے العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اُسکا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یون قسم کھائے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اُسکو خرید کیا قبل اُسکے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہی م اولی یہ تھا کہ شارح بجاے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہی کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برہن الخصم علیہ فیحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اُسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اُسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو خصم یعنی مدعا علیہ اُس کی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے م صورت اُسکی یہ ہی کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہی فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہی اور تیرے پاس ناحق ہی اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہی علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اس طرح صورت ممکن ہی کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اُسکی ہی اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اُسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہی اور اُسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اُسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ ہی کہ دعوے عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہی کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاہما ای الدین والعین الوارث علے غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کموہوب وشراء اور دعوے کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اُسمین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر م ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہی کہ اگر ایک مرد نے

[1] یعنی جبکہ نفس پر قسم ... علی نفی پر ہوگی

دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اُسنے دعویٰ کیا کہ وہ اُسکا غلام ہی اور اُسکے پاس گواہ نہین تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے نہ علم پر طحطاوی نے کہا کہ یہ العین کا واو مبنی او ہی کما لا یخفی ویحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کہائے قصاص کا منکر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے م خانیہ مین ہی کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہی کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واللہ مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہی اُس خون کا جسکا وہ مدعی ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ سبب پر قسم کہائے یعنی یون کہے واللہ فلان بن فلان کو عمداً قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنی نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کہائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہ الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤن حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوے ہین مال کے مانند تو اُسمین ابتذال جاری ہی برخلاف صاحبین رح کے م ایک نسخہ مین بذل ہی بجاے ابتذال کے اور بذل[ف۵] اوضح ہی ابتذال سے صاحبین رح نے کہا ما دون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہی جسمین شبہہ ہی تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اُسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کہائے برخلاف صاحبین رح کے م امام رح کی دلیل یہ ہی کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہی عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ یمین مدعی کا حق ہی تو جب اُسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہی یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہی گوا ہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین ویاخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یؤمن ہروبہ بحر فلیحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب عینی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوے مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اُسکے بہاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکہنا چاہیئے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہی ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہی فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اُسکا اُسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تا کہ مدعا علیہ غائب نہوجاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکرہ المدعی بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اُسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن سے تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اُسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہی یا مسافرانہ یا اُسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اُسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ م شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہی قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے

ف۵ ابتذال بذل
بخلاف دست و پا کہ ان مین
اور ابتذال کے معنی
خرچ ہو جانا اور نا مناسب
مقام اور ادنی ہو جانیکے ہین ۱۲

اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رح کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اٰتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برہن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ مین لاؤن تو وہ کاذب گواہ ہین یا یون کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہی مال سے پھر اُسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہی کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہی سراج مین چنانچہ مذکور ہو چکا (وتقبل البینۃ لو اقامہا بعد یمین) کی شرح مین وقیل لا تقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہی کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہین قائل اس قول کے محمد رح بن حسن ہین چنانچہ عمادیہ مین ہی اور اُسکو بالعکس کہا ہی ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد رح کی طرف نسبت کیا ہی اور عدم قبول کو امام رح کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف ہی اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہین پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اُسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہی کہ مقبول ہی بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہین اُسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم مین کر یعنی حاضر کر پھر مجھسے قسم لے تو اُسکو اس مین اختیار ہی کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقد ہی اسواسطے کہ قاموس مین ہی کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہی جس سے پر کھتے ہین اور مقصود احضار حق ہی انتہی اور ممکن ہی کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی مین سر بمہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی او لیذر وہو قول واللہ خزانۃ وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہی اللہ تعالی کے نام پاک سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیئے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین باللہ یہ قول ہی کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اُسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور مین نے اُسکو صریحا نہین دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیہ لان التحلیف بہا حرام تانیہ قسم نہین طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہی کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہ ہی کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار مین ہی باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول الاکثر کذا فی خزانۃ المفتیین وظاہرہ انہ مفترع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہا فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدۃ بحر واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اُسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اُسنے قسم نہ کھائی تو اُسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتیین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہی اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین م علامہ مقدسی نے کہا کہ فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہی تو خاطر مطمئن ہو جائے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اُسکی تصدیق کریگا تو تحلیف بطلاق وعتاق باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہوئی وقلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہد وعلی السبب کالاقراض لا یفرق وان شہد وعلی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین مین کہتا ہون اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اُسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب مستلزم نہین قیام دین
کا م اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اُسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ
للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لایحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد رح نے کہا
کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ
مین ہی اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہوجاتی ہی قسم حق تعالی کے اوصاف مقدمہ کے ذکر کرنے سے م
از انجملہ ایک یہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجکو قسم ہی اُس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہی غیب اور شہادت کا کہ تیرے
اوپر اس شخص کا مال نہین ہی وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہاء نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہی یعنی تو
معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا اختیار ہی
م یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اُسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم
ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجاے م یعنی یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق
تو ایک ہی قسم ہی اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی
سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اُسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی
اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لایستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان
سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہی یعنی اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان
یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوریۃ علی
موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور
قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اُتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام
پر انجیل اُتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اُسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفارہ
مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہی کذا فی الاختیار م مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی
قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے
اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی م مصباح العلوم مین ہی کہ وثن صنم
ہی لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اُسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لایعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہی ابن کمال
نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالے کا اعتقاد نہین رکھتے ہین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کس کی قسم کھاوین وبقی تحلیف الاخرس ان یقول
لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی براسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اُسکا طریقہ یہ ہی کہ قاضی
اُس سے کہے کہ تجپر عہد ہی خدا کا اور اُسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا
م اور اگر انکار کا اشارہ کرے گا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ
تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اُسکا اشارہ گویا یون ہوجائے گا

کہ مین قسم کہاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین) کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیۃ ولو اصم ایضاً کتب لہ لیجیب بخطہ ان عرفہ والا فباشارتہ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم
کو لکھے تاکہ وہ اُسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اُسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضاً فابوہ او وصیہ او من نصبہ
القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اُسکا باپ قسم کھائے یا اُسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ
م شارح کو یون کہنا لازم تھا ثم من نصبہ القاضی) اسواسطے کہ قاضی اُسکی طرف سے نائب کو اُسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اُسکا وصی نہو چنانچہ
شرح وہبانیہ مین ہی اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی بالیقین پر اُسکو تحریر کرنا چاہیئے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہی کہ نیابت
استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لکراہتہ دخولہا بحراور یہود اور نصاریٰ اور بت پرستون
سے قسم نلیجاے اُنکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر م یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ
مجمع شیاطین ہین اور ظاہر اکراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی اور مین نے فتویٰ دیا ہی اُس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم
کنیسہ ہی یہود کے ساتھ کذا فی بحر الرائق ثم یحلف القاضی فی دعویٰ سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعوے مین
جو زائل اور اُٹھ سکتا ہی قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر م حاصل کی یہ تفسیر اصطلاحی ہی اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہی جو ہر چیز سے باقی
رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہی انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوئی کہ منکر یون کہتا ہی کہ ہمارے مابین مین بیع
اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائماً او بدلہ لو ہالکا
وما ہی بائن منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعویٰ نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس
قول سے کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اُسکا پھیر دینا واجب نہین اگر
وہ قائم ہو یا اُسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھسے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوے مین اس
کلام مین لف ونشر مرتب ہی علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہی یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب
ای باللہ مانکحت وما بایعت خلافاً للثانی نظر اللمدعی علیہ ایضاً لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اسطرح کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تونے نکاح نہین
کیا اور نہ تونے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اُسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور
بعد بیع کے اقالۂ بیع کیا ہو م ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفاے حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہی اور دعوے
تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ مانکحت اور اسی طرح بعد اقالۂ بیع واللہ
ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل
ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لا یراہما لکونہ شافعیاً
لصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کی جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر
قسم کھاوے یعنی دعوے مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ[لہ] کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا
بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اُسکی قسم کے حاصل پر اُسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا م شافعی مذہب مین شفعہ جوار
اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین صریح مدعی
کا ضرر ہی تو یہان سبب پر اس طرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہی

لہ یعنی نفقہ اس عورت کا جسکو طلاق بائن دیکر ۱۲ ۱۲ ۱۲

شفعہ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقۂ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفاده انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما
مذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسأل القاضی ہل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمده المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد
ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب
شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد ہو
تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاه عتقہ لعدم تکرر
رقہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم لے اُس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اُس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعویٰ کرتا ہی سبب نہ مکرر ہونے اُسکی رقیت کے وامافی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما بالحاق حلف
مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے اُنکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے
دونون کے مالک کو حاصل پر ہم یعنی مولی کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اُسکو آزاد نہین کیا اس احتمال
سے کہ شاید اُسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اُسنے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت
سے اُسکو ضرور ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ
تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی فرع صح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم
باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم فدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعویٰ یا اقل سے
اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو اُنھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم
کے دعوے مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی
یمین کاذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال
الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب
ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا
جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہی فلا یحلف المنکر بعده ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے
کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان قال برئت
من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البرأۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے
سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اس طرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم
سے یا مین نے اُسکو چھوڑ دیا یا ہبہ کردیا تو صحیح نہین اور اُسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف برائت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے
مخصوص ہی یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم برائت عن المال یعنی مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری
یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر
ہم رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند حاکم او محکم
وبرہن قبل والا فلہ تحلیفہ درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اُسنے کہا کہ تو مجکو قسم دے چکا ہی ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اُسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہو اور نہین تو مدعی کو اُسکی تحلیف کا اختیار ہو کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ مین قسم نہ کھاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اُسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ھم ثابت ہو چکا ہو کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہو اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہو تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے مین مدعا علیہ معذور نہوگا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اُسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اُسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہو دو شخصون کے باہم قسم کھانے مین لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اُسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین یا اُسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کی مقدار مین تو اُسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوے کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ھم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوے پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ھم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت مین معارضہ نہین وان اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ھم صورت اختلاف یہ ہو کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہو کہ تونے اُسکو اور دوسری لونڈی کو اُسکے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی وعن العنایۃ و برہان المشتری لو فی المبیع نظر الاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہو اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہو کہ جھگڑا نہ رہا ھم صورت ثلثہ مین سے ایک صورت یہ ہو کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونون قسم کھاوین جبتک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہو ھم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوے کا منکر ہو خلاصہ یہ ہو کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین انتہی حموی نے کہا اور خیار مین بائع مشتری کے مانند ہو وبدأ بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہو انکار کام اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہو ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہو وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اُسوقت ہو جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہو چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

یہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا اسرح ابن ملک م بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ **ولیقتصر علی النفی فی**
الاصح اور فقط نفی پر اختصار کرے بقول اصح م یہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری
قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادت مین ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کیواسطے **و فسخ القاضی**
البیع بطلب احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے **ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما** اور بیع فسخ
نہین ہو جاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنی درصورت
فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین **ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ**
قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوے لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف
متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم
رد بیع کرین **وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیٔ کاختلافہما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف** اور یہ سب یعنی
تحالف اور فسخ اُس شرط پر ہے جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک
مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اُسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا م صورت اُسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو
رطل ہے مثلاً سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اُسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل
تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اُسکو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسّی کذا فی الحموی **کما لو اختلفا فی وصف**
المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا چنانچہ
مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول
معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ م خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر وصف
مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین **وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد**
نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ اُن دونون کے
سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا
شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے م شرط رہن یعنی بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہے کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی
چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اُسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا
کسی کو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول بائع **والقول**
للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اُسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے
کہا اُنمین بھی دونون قسم کھاوین **ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ** اور قسم دونون پر نہین جبکہ
متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اُسکے خارج ہو جانے سے اُسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اُس
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے م ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے لگائی
کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی **وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری** اور قسم کھائے

نقد مشتری اگر جبکہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھادینگے اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو
وہ قابض ٹھہرے گا اور تحالف نہین جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد رح والشافعی رح یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اسا اور محمد رح
اور شافعی رح نے کہا کہ بعد ہلاک بیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھادین اور فسخ بیع ہوگا بیع ہالک کی قیمت پر و ہذا اذا کان الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا
اجماعا لان المبیع کل منہما و یرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ یعنی نقد مشتری پر قسم جب ہی کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو
تو دونون قسم کھادین بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک بیع ہی اور مثل ہالک پھیر دیا جاے اگر ہالک مثلی ہو یا اُسکی قیمت پھیری جاے
اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج
چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے بیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے
کہا دنانیر تھے تو دونون قسم کھادین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات
احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین بعد ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج
ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اُنمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونون کے پھر بائع اور مشتری
نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین تو دونون پر قسم نہین ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا
فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہین مگر یہ کہ بائع
راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونون پر قسم آویگی یہ یعنی استثنا کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہی اور مشائخ
بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہم اس استثنا مین علما مختلف ہین اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہی اسواسطے
کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہی تو تقدیر کلام یہ ہو کہ (لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان) اور بعضے علما کے
نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہی جو مقدر ہی کلام مین کیونکہ تقدیر کلام یون ہی کہ (لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی
البائع الخ) تو اس صورت مین قسم ہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار
کی اختلاف مین بسبب لازم نہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین اختلاف
راس المال مین بعد زائل کردینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہو بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہو راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا
وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین بعد اقالہ
بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونون قسم کھادین اور بیع پھر ثابت ہوجائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا اور مشتری کا حق
بیع مین چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہی اسقاط سے تو عقد سلم کا
عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ
لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہو کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہوا اور مشتری نے اُسکو اسکے بائع کی طرف پھیر ندیا ہو اقالہ
کی وجہ سے سو اگر اُسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین برخلاف قول محمد رح وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن
اقام البرہان وان برہنا فللمرأۃ اذا کان مہر المثل شاہدا للزوج بان کان کقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا
بان کان کقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کے مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو عورت کے گواہ اولی ہیں جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اُس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولی بالقبول ہیں اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہیں **وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مہر المثل علی الصحیح** اور اگر مہر مثل زوجین میں سے کسی کا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین میں ہو تو دونوں کے گواہ ساقط الاعتبار ہیں بسبب برابر ہو کے اثبات میں اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ مہر مثل دونوں قولوں کے درمیان متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہے اور زوج کے دعوے سے اکثر ہے کذافی الدرر **وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المہر بخلاف البیع** اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہوں تو دونوں قسم کھاویں اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح میں بخلاف بیع م یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہیں اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح میں بخلاف بیع کہ اُسمیں عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے کذافی الدرر **ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ** اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجائے اسواسطے کہ دو تسلیموں میں سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسموں سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذافی الظہیریہ م تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہے اور دونوں میں تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یعنی تحالف عند الجرجانی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا زوجہ کے موافق ہو یا اقل یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہیں مگر ایک وجہ میں وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتوں میں زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین میں مختلف ہیں کذافی الطحطاوی **ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر مثلہا حکماً لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما تدعیہ ویدعیہ** اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہو جانے تسمیۂ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو **ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدی بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجر لو فی المدۃ ولو برہنا فالبینۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ** اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ میں یا مدت اجارہ کی مقدار میں منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونوں قسم کھائیں اور اجارے کو زائل کریں اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجائے اگر دونوں بدل اجارہ مختلف ہوں اور موجر کی قسم سے ابتدا کیجائے اگر مدت میں مختلف ہوں اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ بدل میں مقبول ہیں اور مستاجر کے گواہ مدت میں مقبول ہیں م استیفائے منفعت سے مراد یہ ہے کہ استیفائے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفاء بجائے استیفاء ہے وجوب اجرت میں یعنی در صورت صحت عقد کذافی البحر **وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ** اور بعد استیفائے منفعت تحالف نہیں اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے م بعد استیفائے منفعت تحالف اسواسطے نہیں کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفائے منافع فسخ عقد متصور نہیں کذافی الدرر اور اگر مدت میں اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علماء نے یہ مسئلہ مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذافی الطحطاوی عن ابی السعود **ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع** اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفائے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونوں قسم کھاویں اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی میں اور ماضی میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اُسکا مانند عقد ہے

یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دم بدم منعقد ہوتا ہی بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہی بالاستقلال تو ما بقی
گویا معقود بالعقد ہی لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض بیع اسواسطے کہ ہر جزو بیع کا معقود بعقد نہین بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہی تو جبکہ فسخ متعذر ہوا بعض
بیع مین بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل بیع مین متعذر ہوگا **وان اختلف الزوجان** ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم
النکاح اولا فی بیت لہما او لاحدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہون اور
حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہی یا زوجۂ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر مین ہوا ہو جو دونون کا
مملوک ہی یا ایک شخص کا انمین سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہی نہ ملک کا **فی متاع ہو ہنا ما کان فی البیت** ولو ذہبا
او فضۃ **فالقول لکل واحد** منہما **فیما صلح لہ مع یمینہ** زوجین نے اختلاف کیا اُس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہی جو گھر مین ہو اگرچہ سونا ہو
یا چاندی تو زوجین مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اُسکے لائق ہو مثل زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمربند
اور کتابین اور گھوڑا اور زرہ ہی اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اُسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہی اُس اسباب سے
جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہی چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہی الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول
لتعارض الظاہرین دُرر وغیرہا اگر جبکہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اُس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہی تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے
دونون ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا مثلاً زوج زرگر ہی کہ زیور عورتون کے بناتا ہی اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور زوجہ کہتی ہی کہ میرا
ہی تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہی اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہی تو دونون ظاہرون مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب
اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض ہی وہ زوج کے قبض و تصرف مین ہی لہذا اس صورت مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی **تہستانی**
والقول لہ فی الصالح لہما لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہی اُس متاع مین جو دونون کے لائق ہی اسواسطے کہ زوجہ اور جو اُسکے
ہاتھ مین ہی وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف مین ہی اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہی مثل اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی
غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اُس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہی اسواسطے
کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہی زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہی ہم یہ جواب ہی اُس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہی یعنی جب دعاوی مین
ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اُسکے تصرف مین ہی وہ زوج کے تصرف مین ہی تو چاہیئے کہ متاع مختص بزوجہ مین بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو
نہ زوجہ کا اسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہی زوج کے ید سے **ولو اقاما بینۃ تقضی لبینتہا** لانہا خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان
یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہی یعنی ذی الید نہین کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا
ہی مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گھر زوجہ کا ہی تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وہذا لو حیین **وان مات احدہما** واختلف وارثہ مع الحی
فی المشکل الصالح لہما **فالقول فیہ للحی** ولو رقیقا وقال الشافعی رح ومالک رح الکل بینہما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا بحی
السبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اُس صورت مین تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک اُنمین سے
مر گیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل مین یعنی اُس متاع مین جو دونون کے لائق ہی اختلاف کیا تو اُسمین زندہ کا قول مقبول ہی اگرچہ
وہ مملوک ہو اور شافعی رح اور مالک رح نے کہا کل مال دونون کا برابر ہی اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہی اور حسن بصری نے کہا تمام
متاع زوجہ کی ہی اور اس مسئلے مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال تسعہ مین سے پہلا قول امام رح کا ہی

جو متن مین مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل مین زندے کا قول مقبول ہی ۲- ابو یوسف رحہ کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہی اور باقی زوج کا ہی ۳-
ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہی ۴- قول ابن معن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہی ۵- حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہی ۶- قول
شریح کا کہ گھر عورت کا ہی ۷- قول محمد رحہ کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہی ۸- قول زفر رحہ کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہی ۹- قول مالک رحہ کا کہ مال
دونون مین برابر ہی کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصًا ولو احدہما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا وقالا والشافعی ہما کالحر فالقول للحر فی الحیٰوۃ وللحی فی الموت
لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہی اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک
موت مین مقبول ہی حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہی مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت
کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین رح اور شافعی رحہ نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت
نفسہا فما فی البیت قبل العتق فہو للرجل وما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فہو علی ما وصفنا فی الطلاق بحر آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اُسنے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گھر مین ہی قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہی اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے
اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہی کہ جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا بحر یعنی دونون حرین کے برابر ہین حکم مین کذا فی المنح وفیہ طلقہا ومضت العدۃ فالمشکل
للزوج ولورثتہ بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ لا ید لہا اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہی اور اُسکے وارثون کی زوج کے
بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق وکذا الوارثہ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ
زوج کی ہی تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہی م طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہی اور اُسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہی اور اس عبارت کے ذکر کرنیکا کچھ فائدہ
نہین اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہی واما لو مات وہی فی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مرگیا اور زوجہ عدت مین ہی تو متاع
مشکل زوجہ کی ہی گویا اُسنے اُسکو طلاق ہی نہین دی اُسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ
ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہی اُسکے
قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اُسکے بدن پر کپڑے ہین ولو اختلف اسکافی وعطار فی الآلات الاساکفۃ وآلات العطارین وہی فی
ایدیہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لکل منہما وتمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون
طرح کے ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہوگی کہ کفشگرون کے ہتھیار
کفشگر کے ٹھہرین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہی م آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے برابر ہوے
کہ گاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہی اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی رجل معروف بالفقر
والحاجۃ صار بیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ وذلک بدار رجل عرف بالیسار وادعاہ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف
بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہی اُسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن مین روپے یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہی اور وہ مفلس مذکور
کے گھر مین ہی سو اُس غلام کا اُس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہی اور صاحب خانہ نے بھی اُسکا دعوی کیا تو وہ غلام اُس
شخص کا ہی جو مالدار مشہور ہی م بدرہ[له] اُس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دس ہزار درم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس وکذا
کناس فی منزل رجل وعلی عنقہ قطیفۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی وادعاہ صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور
اسی طرح ایک جاروب کش ہی ایک مرد کے گھر مین اور اُسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہی جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور صاحب خانہ کہتا ہی

[له] یعنی بتیع اردو ... ہندی مین اسکو توڑا کہتے ہین اور تھیلی اور ہمیان بھی بولتے ہین ۱۲

اُمیر اہی تو وہ صاحب خانہ کا ہو م اسمین اور مسئلہ سابقہ مین فہمائش ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا فاحدہما یعرف ببیع الدقیق والآخر بانہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد مین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہو سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعوی کرتا ہو اور ایک شخص اُنمین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہو اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اُسکا ہو جو آٹا بیچنے مین مشہور ہو اور ناؤ اُس کی ہے جو ملاح مشہور ہو بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب وآخر ممسک وآخر یجذبہا وآخر یدہا وکلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا والاشئ للمار اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہو اور دوسرا شخص اُسکو پکڑے ہو اور تیسرا اُسکو اپنی طرف کھینچتا ہو اور چوتھا اُسکو بہاتا ہو اور سب اُسکا دعوی کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہو اور بہانے والے کا اُسمین کچھ نہین م شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہین کہ وہ مزدور ہو کذا فی الطحطاوی رجل یقود قطار ابل وآخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لاشئ علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہو اور دوسرا شخص سوار ہو اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اُسکے ہین اور قطار کھینچنے والا اُسکا مزدور ہو اور اگر اونٹون پر اسباب نہین تو وہ سوار کا اونٹ ہو جسپر وہ سوار ہو اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گاے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل مین ہو م یعنی اگر گاے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہی دعوون کے دفع کرنے مین یعنی مدعی علیہ نے اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دیا م جیسے دفع دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہی ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہی اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہی جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہین اور دفع احد الورثۃ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من یکون خصما ذکر من لایکون خصما جبکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اُسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اُسکا جو خصم نہین ہوتا قال ذو الید ہذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب وبرہن علیہ علی ما ذکر والعین قائمۃ لاہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ وشرط محمد معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لایعرف فلانا وہو لایعرفہ الا بوجہہ لایحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شے جسکا مدعی دعوی کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجکو بعاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہو زید نے جو غائب ہی یہان سے یا مین نے اُسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہی اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہی نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اُسکے نام اور نسب سے یا اُسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد رح نے نام اور نسب کے ساتھ اُسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد رح اگر قسم کھائے کہ مین فلانے کو نہین پہچانتا اور حالانکہ وہ اُسکو نہین پہچانتا مگر اُسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہی اُسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد رح کے قول پر ہی انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہو لا لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اُس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ اُن لوگون کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین م اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اس طرح کہ ذی الید سے اُسکو خرید کیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اُسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید پر اُسکے آزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لاتندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہو م حیلہ گری اس طرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اُسکو میرے پاس ودیعت
رکھا ہو تو مالک کا حق باطل ہوجائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہو کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور اُنکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسفؒ قائل اس قول کے ہوئے
بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے (ولیس الخبر کالمعاینة) کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسة کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسة علماء کما بسطہ فی الدرر او لان
صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہو کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اُسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ دُرر مین مشرح ہو یا مخمسہ ہونے کی یہ وجہ ہو کہ
اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنی ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ م اقوال خمسین مین سے پہلا قول وہ ہو جو متن مین مذکور
ہو دوسرا قول ابو یوسف رح کا تیسرا قول محمد رح کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہو چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت
دفع نہین ہوتی پانچواں قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہو کہ اُسنے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر
اذ الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل منہ فوجدتہ بحر او ہی فی یدی مزارعة بزازیہ
فالصور احدی عشرة قلت لکن الحق فی البزازیة المزارعة بالاجارة او الودیعة قال فلا یزاد علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے
قول مین گفتگو ہو اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہو اگر ذی الید نے کہا کہ اُسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجکو زید غائب نے
رکھا یا مین نے اُسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اُسکو نکال لیا یا اُسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تھی سو مین نے اُسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ
زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہو تو اب سب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہو جو بزازیہ مین ہو کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے
ساتھ ملحق ہو بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہو وانکان ہالکا او قال الشہود
اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومة کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ فعلا بان
قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجئ حیث تندفع
اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہون نے کہا کہ اُسکو ودیعت رکھا ہو اُسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ
ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اُسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا
اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تونے اسکو غصب کرلیا مجھسے یا یون کہا چورا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کیواسطے
تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تونے اُسکو مجھسے چورا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجھسے یا اُسکو غصب کرلیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب
اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجائیگی وہل تندفع بالمصدر الصحیح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول
صحیح یہ ہو کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ م یعنی اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ
میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہو تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرہن علیہ لا تندفع
فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اُسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہو اور اُسپر گواہ لایا تو کل مسائل
مذکورہ مین خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے م یعنی ہالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے
قیام مین اور معرفت شہود کو شارح شرط کرچکا ہو اور دعوی خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہو اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہو مدعا علیہ
کے فعل کا وقال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعة عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکر کہا ذی الید نے
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہو پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہو میرے پاس یا رہن ہو فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول ہوگا مگر جبکہ مدعی
اسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہو ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ بنع الدفع
بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اُسکے دعوی ملک پر تو قاضی اُسکو خصم قرار دے اور اُسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اُس
اقرار کے جو مانع ہو دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک
ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اُسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذی الید نے اُسکے دفع مین کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ
ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہو پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اُسکو
ودیعت رکھا ہو تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے
خرید کیا اور اُسنے مجکو وکیل کیا ہو اُسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اُسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ
مدعی احق بالقبض ہی کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید
کرنے مین تو اُسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہی یعنی انکار مین تو تسلیم ہو اور تصدیق مین تسلیم
نہین ہم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہو مالک غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور اسی طرح علامہ
ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہین اسواسطے کہ اُسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصار الدرر وغیرہا علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذو الید ان ہذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقھما ان الید لذلک الرجل پھر
اختصار کرنا صاحب دُرر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہو سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہو اس سے فلانے
غائب نے غصب کرلی اور اُسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اُس شخص غائب نے اُسکے پاس اُسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب
موافق ہونے دونون کے اُسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہو ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لا تندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب
استحسانا بزازیہ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اُس غائب نے میرے پاس اُسکو ودیعت رکھا ہو
از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہو کہ اگر دو شخص متفق ہوے زید کی ملک پر اور ہر شخص اُس سے اجارہ لینے کا مدعی ہو تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول
صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہو کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہو
مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل مگر مشتری تو سب کا خصم ہو یعنے
جو خرید کا دعوی کرتا ہو وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے
قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہو تو اُسکو قاضی
کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات دُرر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہو
کذا فی الدرر یعنی اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہو اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہو لیکن اُسکا تمام ہونا یعنی
قبول ایداع اس سے متعلق ہو اور ذخیرہ مین ہو کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہو اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی

تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی و لہ تحلیف المدعی علی العلم وتمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہی کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہی م جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی سے دفع مین اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہی اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہی اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکل بنقل امتہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل الدفع لا للعتق مالم یحضر المولی ابن ملک مولی نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولی نے اسکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کیواسطے قبل دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہوجانے پر جبتک مولی نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہی جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہوچکا م خارج وہ شخص ہی جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہی اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط حجت خارج مقدم ہی اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے م یعنی خواہ دونون تاریخ ملک بیان نہ کرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہی اور ہاں اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسی کی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہی تقدیم حجت مین وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اس صورت مین ہی کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہی میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہی سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہی نہ ملک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہین تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو م منح الغفار مین جامع الفتاوی سے یون منقول ہی کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد مین مورخ کی ترجیح ہی انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہی اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کے واسطے ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت ہی بلکہ یہان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لایق یون ہی کہ بقول ابو یوسف رح کے حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م منح الغفار مین بجاے یقضے یفتے ہی وہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شیٔ قضے بہ لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبض مین ہی تو دونون کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا م دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داؤد مین ابو موسی اشعری سے روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ شہادت حجج شرعیہ مین تو حتے الامکان اسپر عمل واجب ہی اور یہان عمل ممکن ہی اسواسطے کہ تدل ایدی شی واحد پر اوقات مختلفہ مین ہو سکتا ہی تو گواہی

دینے کے واسطے ہر فریق اُسپر اعتقاد کرتا ہی جو اُسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیۃ پھر اگر دو شخص گواہ
لائے نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہو گی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے
ساتھی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک
عورت کے نکاح پر اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اُسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول
کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو میتۃ قضی بہ بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ
اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے
اور اگر عورت جنی یعنی بعد اُسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی ہم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون
شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے ترکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وہی لمن صدقتہ اذا لم تکن فی ید من کذبتہ
ولم یکن دخل من کذبتہ بہا اور عورت اُسکی زوجہ ہی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اُسکے پاس نہو جس مدعی کی اُسنے تکذیب کی اور جسکی اُسنے تکذیب
کی اُسنے عورت کی وطی نہ کی ہو ہم خلاصہ یہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت مین تنازع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہی تو وہ
اولی ہی اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی تو اگر ایک کا قبض ثابت ہی چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولی ہی اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت
کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہی سب سے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار پھر صاحب تاریخ مقدم ہی ظہیریہ مین ہی کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے
کے گھر مین ہی تو صاحب خانہ اولی ہی کذا فی الطحطاوی ہذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اُسوقت ہی جبکہ دونون نے
تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہی یعنی سبقت تاریخ کے مقابلہ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ صریح دلالت پر
فائق ہی فلو ارخ احدہما فہی لمن صدقتہ اولذی الید بزازیۃ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدہما ولم ار من نبہ علیہ فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو
عورت اُسکی زوجہ ہی جسکی اُسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اُس قول کے جو ابو یوسف رح سے منقول ہوچکا ایک شخص کی
تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہی اور مین نے نہین دیکھا اُسکو جسنے اُسپر آگاہ کردیا ہو تو غور کر اسمین ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحاً آگاہ کردیا ہی کہ ایک شخص
کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہی وان اقرت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اُس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ
نہین تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہی اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا اُسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب
برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہی تصادق سے کذا فی المنح ولو برہن احدہما وقضی لہ ثم برہن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ
لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اُسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت
مین جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہی اُس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند یہان دونون
دعوون مین تاریخ ثابت ہی اسواسطے کہ سبقت نہین ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا
اُسنے اصلا تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہی کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرہان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت
سبقہ ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اُس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اُس صورت مین برہان خارج
سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہی ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان
برہنا علی شراء شئی من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیر لتفریق الصفقۃ علیہ اور اگر دونون

مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اس طرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف
نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اُسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نہ لینے مین کہ اُسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اُسکے واسطے باقی نرہی
اور شاید اُسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پر وان ترک احدہما بعد ماقضی لہما لم یاخذ آخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی
نے نصف لینے کو چھوڑا دونون کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اُسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اُسکو جائز ہی وہو ای مادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ماقبضہ من الآخر الیہ سراج
اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اُس مدعی کی ہی جسکی تاریخ سابق ہو اگر دونون نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اُسنے دوسرے سے
لیا کذا فی السراج ثم سبقت تاریخ کا اُسوقت اعتبار ہی جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہی اگر دونون مدعیون نے تاریخ
خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما وان لم
یوقتا فقد مران لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی (وقت بیان کیا) اور حالانکہ دونون کا اُسپر قبضہ
نہین اور اگر دونون نے وقت بیان نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ و
رہن ولو مع قبض اور دعوے خرید احق ہی ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو وجہ ترجیح خرید یہ ہی کہ معاوضہ ہی جانبین
سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہی اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہی اور رہن پر خریدنا اسواسطے مقدم ہی کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہی
بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اُسوقت ہی جبکہ دونون مدعیون نے
تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہی اپنے قوی ہونے کے سبب سے
ولو ارخت احداہما فقط فالمورخۃ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہی
ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنی اس صورت مین خرید ہبہ اور رہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین وہذا
فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اُس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہی واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح
ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ہبۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہی اُس چیز مین جو قابل قسمت ہی جیسا کہ
گھر اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہی اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہی
نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر ثم یہ رد ہی عمادی پر کہ اُسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہی اور اس مسئلہ مین شیوع
طاری ٹھہرایا ہی جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی والشراء والمہر سواء فیتنصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر
اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اُس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا
بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یعنی جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا یا دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہی مشتری کو فسخ بیع مین اختیار رہا بسبب تفرق صفقہ کے کمامر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان
احق یہ یعنی استواے خرید اور مہر اُسوقت ہی جبکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو

وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ او رہن او صدقۃ عمادیہ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی
اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریک کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے م صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین اور وجہ غلط کاری صاحب جامع
الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یون سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اُسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ مین نے اس سے نکاح کیا
اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لو احق کلام محیط اور عمادی اُسپر دلالت کرتا ہے کذا
فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فتکون ملکا له منکوحۃ للآخر فتدبر ہان برابر ہے نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا
ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اُسکو م وجہ استوا یہ ہے کہ
خرید اور نکاح مین منافات نہین یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر ورہن مع قبض احق من ہبۃ بلا عوض معہ استحسانا اور رہن مع القبض
احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان م وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہین حالانکہ عقد ضمان اولی ہے
اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولی ہے رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فہی احق لانہا بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ
بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العین معہما استویا مالم یؤرخا واحدہما
اسبق اور اگر شی متنازع فیہ دونون مدعیون کے قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق نہو
یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان برہن خارجان علی ملک مورخ او شراء مورخ من واحد غیر ذی ید او برہن
خارج علی ملک مورخ وذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر
ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے م بائع مین غیر ذی الید کی قید
شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم مین وان برہنا علی شراء متفق تاریخہما او مختلف عینی
وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق ثم لابد من ذکر المدعی وشہودہ
ما یفید ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اُس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین
یا مختلف ہین کذا فی العینی اور ہر مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اُسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اُسکے بائع کی درصورتیکہ
مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اُسکی
ملک کے تو اُس مین دو قول ہین کذا فی البزازیہ م بزازیہ مین ہے کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ کیا اور نہ
تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اُسکی ملک کی تو اُسمین
فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب
ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوہا ولو عند بائعہ درر فذو الید احق من
الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب
ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنی ثیاب

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراغنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اُسکے بائع کے (روئی کے کپڑے) پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق م نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اُسکے بائع کی ملک مین یا اُسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونون کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب وودیعۃ او اجارۃ ونحوہا فی روایۃ درر او کان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علی اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوے نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اُسکے ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعویٰ ہو جو مکرر ہو سکتا ہی چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کے اس واسطے کہ مدعی خارج سبرہن اصل ہی اور ہمنے جو یہان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے م فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اُسکو ایک زمین مین بوتا ہی پھر اُسکو چلنی سے چھان لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اُسکی ہی اُسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہی لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید عینی علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اُسکے قبضے مین چھوڑا جاوے گا جسکے پاس وہ ہی م وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیشقدمی کرنا اقرار ہی اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا م تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اُسمین بالاجماع تساقط ہی بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا درر اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اُسکی کثرت سے م قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل کو تو مفصل کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین والآخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے

سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونون برابر ہین اسمین یعنی اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجیح بزیادة العدالة لان المعتبر اصل العدالة ولا حد للاعدلیة اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین م یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع نہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اُنسے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہو سکیگا ایک حال پر کذا فی الطحاوی

دار فی ید آخر ادعی رجل نصفها وآخر کلها وبرهنا فللاول ربعها والباقی للآخر بطریق المنازعة وهو ان النصف سالم للمدعی الکل بلا منازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر ہی ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اُسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنی تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہو بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہی کہ نصف دار مدعی کل کیواسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا ونصفا فالمسئلة من اثنین وتعول الی ثلثة اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہی اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث م عول یہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت ا کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جاے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا

واعلم ان انواع القسمة اربعة ما تقسم بطریق العول اجماعا وهی ثمانیة میراث ودیون ووصیة ومحاباة ودراهم مرسلة وسعایة وجنایة رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہی جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق م میراث کی یہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اُنکے پورے ہونے کی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مر گئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہی اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہی کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہو سکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کی میت پر سو درم مین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہی وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیمابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہی کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اُسکے حصے کے سعایت ساقط ہو جائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دونون صورتین داخل کر دین ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہی کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون مین بطریق

لے اسلئے کہ زمین سہم زوج ... سے تین اور تین بہن کے ... اور ایک سہم اخیافی ... سے سات ہوئے ۱۲ ...جن کا ... مین اجارت کر ... ۱۲ ... اور باطل ہو ... وارث ... وصیت کو جائز رکھین ۷

عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہی باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ دونون فضولیون کا مسئلہ ہی مسئلہ فضولیین یہ ہی کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون مشتریون کو اختیار ہی اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ وللآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہی امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اُسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہی یعنی مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہوچکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہی اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہی بحر الرائق مین ہی کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اُسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملین گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہی امام رح کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اُسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اُسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق مین ہی ہم پہلا مسئلہ یہ ہی کہ عبد ماذون مشترک ہی دو مالکون مین ایک مولی نے اُسکو سو درم دیے یعنی کوئی چیز اُسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اُسکو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد بالک دائن اور اجنبی مین بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادانت[۱] مولی اسکے شریک کے نصف مین صحیح ہی نہ خود اُسکے نصف مین دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارث مین سو ایک وارث نے معاف کردیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد مین اختیار ہی سو[۲] اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام رح کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولی اُسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ ام ولد نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کردیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہی اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او لاحدہما شائعا وللآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام رح کے نزدیک یہ ہی کہ جب قسمت واجب ہوگئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہی کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اُس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہی یا حق ثابت ہی بطریق تمییز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہی اور دوسرے کا حق کل مین

[۱] قرض دینا
[۲] عوض

لـه یعنی غلام کا ... خواہ ...
عوض ... ۱۲
اختیار ... ۱۲

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہو ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمۃ او عین شائعاً ہو اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتہ تھا شائعاً فی البعض دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہو کذا فی الطحطاوی وعندہما متی ثبتا معاً علی الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ ثلیخفظ اور صاحبین رحہ کے نزدیک جبکہ دو حق ساتھ بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت بطریق منازعت کے ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام رحہ اور صاحبین رحہ کے ہین مسائل مذکورہ مین ولو الدار فی ایدیہما فھی للثانی نصفہ لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہو نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطۂ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہو ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہو تو مدعی ثانی کے واسطے نصف وہ مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اُسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہو اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہو نہ ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا وآخر نصفہا وآخر ثلثہا وبرہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام رحہ کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین رحہ کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہو ہم امام رحہ کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہو پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین رحہ کے نزدیک ایک سو اٹھاسی سہم سے قسمت ہو ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے پینتیس سہم اور اسکا بیان مشرح طحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہو خوف تطویل سے مترجم نے اُسکو ترک کر دیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی ایدیہما او احدہما او غیرہما وارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اُس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اُس جانور کی عمر کے موافق ہو گی بواسطۂ شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہو اُسکے صدق کی علامت ظاہر ہو اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہو فلو لم یورخا قضے بہا لذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نہ کی تو اُس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہما بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہو اگر اُنکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہو مین کہتا ہون اور یہ یعنی مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے اُس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہو کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہو وان اشکل سو اُسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہو کہ مصنف کی تعبیر عام ہو مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہو بخلاف تعبیر کتب ثلثۃ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہو نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اُس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اُسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین یعنی اُس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہو ہم اس مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہو ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہو کہ اسپر ضمان واجب ہوتا ہو اور ضمان

ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونون تساوی
ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشهادة والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخة المصنف وفی نسخة والعقل. عبارة الاشباه
والدیة لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل مین اسیطرح
ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہی اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہی وجہ حریت مسلمین یہ ہی کہ دار الاسلام
دار الحریۃ ہی اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر
حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اُسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جبکہ ایک شخص
نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اُسپر حد قذف ماری نہ جاویگی جبتک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر
ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو
ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہی تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تاوقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنی قتل اور
عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا بتصرف وحینئذ فلو ادعی علی مجهول الحال احرام لا
انه عبده فانکر وقال انا حر الاصل فالقول له لتمسکه بالاصل اور اسوقت یعنی جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہی سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے
جنمین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اُسکے قبض مین
ہی تو اُسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اُسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہارےگا اور دوسرا شخص جیتےگا انتہی
لابس ثوب احق اسواسطے ہوا کہ اُسکا تصرف ظاہر تر ہی اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی الید
اولی ہی خارج سے اور اگر اخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق
من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہی اور دوسرا لگام پکڑے ہی اور دونون دعوے کرتے ہین
کہ یہ جانور میرا ہی تو سوار احق ہی بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفه اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہی اُس شخص سے جو اُسکے پیچھے بیٹھا ہی یعنی
اسواسطے کہ تمکن اُسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہی وذو حملها ممن علق کوزه بها لانه اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہی اُس شخص سے جسنے اپنا کوزہ
اُسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اُسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے ہم حمل بکسر حا وسکون میم اُس
بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق به سواء کجالسیه وراکبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور
جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند اُن دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور
متعلق مین نصفا نصف ہی اس واسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہین بلکہ قبض اُسوقت ہوتا جب فرش اُسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش
اُٹھا لیا جاتا کذا فی الدرر ومن معه ثوب وطرفه مع الآخر لا هدبته ای طرفه الغیر منسوجة لانها لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند
اُن شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہی اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہی جسکے ہاتھ مین کپڑے کا ہدبہ
یعنے جھبیر ہی ہم ہدبہ یعنے کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہی بخلاف جالسی دار تنازعا فیها

حیث لایقضی لہما لاحتمال انہا فی یدغیرہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما یعنی بخلاف اُن دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفانصف نہو گا کیونکہ جلوس وارملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر اُن دو شخصون کے سوا کسی اَور کے قبضے مین ہوا اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہو چکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہی کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہا بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اُس شخص کی ہی جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اُسپر کہ دونون دیوارین ساتھی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اُسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہی ہم اتصال دو طرح ہی ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ ہی کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہی کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اُسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اُسوقت مین کل شے واحد کے حکم مین ہو نگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اُسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہو یعنی لگا ہو ہی بلا ادخال لبنات یعنی اُسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین نقب اور ادخال ہو یعنی سوراخ کر کے لکڑی اُسمین داخل کرنا یا اُسکی دیوار نہین جسکے ہرادی ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی جمع ہی ہردیہ کی بکسر ہا منح الغفار اور درر مین ہی کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور اُنپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند اُنکو تکیا یا برگہ یا تختہ یا جیانب بولتے ہین خلاصہ یہ ہی کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہی نہ بنگلے رکھنا بل بکون بین الجارین لو تنازعا ولا یخص بصاحب الہرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیۃ بلکہ بنگلے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہی اگر دونون اُسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگلے والے کی مخصوص نہو گی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترجیح دار ہی دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہی اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہی کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہی ہم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہی اتصال تربیع اتصال ملازقت ومجاورت اور وضع جذوع ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہی کذا فی الطحطاوی والاحق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئین اُنکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ مین احکام الساقط لا یعود تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے اگر دھنیون کا مالک اُنکا اٹھا لینے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہی اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

لہ یعنی اینٹ جیسے
جس جانب دیوار سے
جہان سے بیان سے
کرسالقاب
بینی عصر ۱۲۵

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہو اور اگر صاحب دیوار دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وذو بیت
من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا منجملہ اُس گھر کے جسمین بہت کوٹھریان
اور دالان ہین اُس شخص کے مانند ہو جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس گھر مین سے اُسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون مین نصفا نصف ہو راہ
کے مانند ہم یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک چنانچہ
صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر
بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اُسمین جھگڑا کرین تو اُسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اُسکے سینچنے کے ہم یعنی آبپاشی مین
تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہو تو جتنی زمین زیادہ اُتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اُسکا
اندازہ بقدر اراضی کے ہو بہ ہنا اسے انکا رجلان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبض زمین مین تھا
تو دونون کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ اے علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ
لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اُسمین تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اُسنے اُسمین اینٹین یا پختین یا عمارت
بنائی تو اسی کے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اُسکے تصرف کے ہم یعنی تمکن اشیاء مذکورہ اُسکے قبض کی دلیل ہو ادعی الملک فی الحال وشہد
الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ماثبت فی زمان یحکم ببقاءہ مالم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے
گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہو یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ
مین تو اُسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہو جبتک وہ چیز پائی نہ جائے جو اُسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ اے یعقل مایقول قال انا
حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کا لبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو یعنی جو کہتا ہو اُسکو سمجھتا ہو وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اُسکا قول مقبول ہو اسلئے کہ
صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہو یعنی اگر اُسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اُسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی
الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لایعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام
ہون یعنی اُسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار
کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جبکہ اُسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُسکی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوی
سے ثابت ہوئی جو خالی ہو معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اُسکا تدارک
بدعوی حریت ممکن ہو کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوی الحریۃ لایمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر
مذکور بالغ ہوا اور اُسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہو کہ دعوی حریت مین تناقض صحت کا دعوی مانع ہی نہین ہم
علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہو نسب کے دعوی مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہو ایک استیلاد کی دعوت اور یہ
کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت الفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ
دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہو یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نہ رہا ہو والاول اقوی لسبقہ واستنادہا

لوقت العلوق والاقتصار دعوة التحریر علی الحال ستیضح اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اُسکے سابق ہونے کے اور اُسکے مستند ہونے کے وقت
علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا **ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بیعت فادعاه**
البائع ثبت نسبه منه استحسانا لان العلوق فیها فی ملکه ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیه التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین جس وقت سے کہ اُسکی بیع
ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اُسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب
کی بنا پوشیدگی پر ہی تو اُسمین تناقض معاف ہوگا اور یہان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہی زفر رح اور امام شافعی کا اسواسطے
کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہی اُسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہی ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہی بیان استحسان یہ ہی کہ بناے نسب پوشیدگی پر ہی
تو اُسمین تناقض معاف ہی جبکہ متیقن ہوا اولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہی کہ
یہ نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اسی کا ہی تو یہ عذر ہو سکتا ہی اعتبار تناقض کے اسقاط مین **واذا صحت استندت فصارت ام ولده فیفسخ البیع**
ویرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اُسکا
مشتری کو پھیر دیا جائیگا **ولکن اذا ادعاه المشتری قبله ثبت نسبه منه** لوجود ملکه وامیتها باقراره وقیل یحمل علی انه نکحها ثم استولدها ثم اشتراها لیکن جبکہ
ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد
ہونا اُسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوی اُسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد
کیا پھر اُسکو خرید کر لیا **ولو ادعاه معه** ای مع ادعاء البائع **او بعده** لالان دعوته تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی کما مر اور اگر مشتری نے بائع
کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اُسکے دعوے کے دعوی کیا تو اُسکا دعوی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہی اور بائع کی دعوت استیلاد
ہی تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین **وکذا یثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد**
لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اُسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے تم یعنی حریت
مین اصل ولد ہی اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے **ویاخذه البائع بعد موت امه**
ویسترد المشتری کل الثمن وقالا حصته اور بائع ولد کو لیگا اُسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے
واعتاقهما ای اعتاق المشتری الام او الولد **کموتهما فی الحکم** اور دونون کا اعتاق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ان دونون کی موت کے مانند ہی حکم مین ہم
تو له والولد وادمغنی او ہے جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیه جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے
دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اُسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو
تو اعتاق باطل ہو اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل مین صحیح نہوا
تو تابع کے حق مین بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح **والتدبیر کالاعتاق** لانه ایضا لا یحتمل الابطال **ویرد حصته اتفاقا** ملتقی وغیره **وکذا حصتها ایضا علی**
الصحیح من مذهب الامام کما فی القهستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہین
ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا
فی الملتقی وغیره اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے ونقله فی الدرر والمنح
عن الهدایة علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اُسکو دُرر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی مین مبسوط سے نقل ہے

ھم دُرر مین ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصۂ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ متن مین ہے انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اسکی ماں کا حصہ باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمدؒ نے امامؒ سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصۂ ثمن ولد پھیر اجائیگا اور اسی طرح کرخی اور طحطاوی نے اپنے مختصر مین اور اسی طرح شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اُسنے اسکی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اُسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقھا و موتھا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفا برد حصتہ وقیل لا یرد حصتھا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کردینے اُسکی ماں کے یا اُسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین رحمہم نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پھیر انجاے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیئے ھم جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ھم ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی اور بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کردیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خریدنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اُسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی المخصا نقلی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک، تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اس طرح پر کہ اُسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہین ابو یوسفؒ کے نزدیک برخلاف مذہب محمدؒ کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ھم اُس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفہ سے پیدا ہوے پھر جب اول مین دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اُس ولد کو بیچا جو اُسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اُسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہی یعنے اور حق دعوت محتمل
نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا او آجرہا
او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہی اگر بائع نے ولد کو مکاتب
کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کردیا پھر بائع نے اسکی فرزندی
کا دعوے کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف
اعتاق چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کردیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوأمین المولودین

علقا ولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ

حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فتقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توأم کو تواٴمین مولودین سے یعنے دو
توأمین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو
دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہوجائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہی عتق سے وہ امر اصلی حریت ہی
یعنے اور عتق حریت عارضی ہی دونون کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خریدا ہو
اسکے وہ دو توأم جنی اور مشتری نے انمین سے ایک لڑکے کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کردیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری
ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہی نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر منحصر رہیگی

کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا
پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہی کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہی تو بعد اس اقرار کے
بائع کا دعوے صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ
بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہی یا کسی اور شخص کے ساتھ ہی کہ
وہ زید غائب کا بیٹا ہو پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہی تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد ثبوت کے
ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہی اور صاحبین کا یہ مذہب ہی کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح

نہین اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا ینتفی لانہ

بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ ملا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب
محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی پھر کہا کہ میرا نہین ہی تو اسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہو سکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہی ملا خسرو نے چنانچہ
بیان کیا ہی اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے فہم ملا خسرو وصاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہی کہ (قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح عبارۃ
یہ سہو ہی کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہی کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہوا اور دوسری
عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ بلفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی

ظاہراً میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ثبوت نسب میں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اُسکی نفی کرنے سے نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وبہذا اذا صدقہ الابن بانہ
فلا الا اذا عاد الابن اسے التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب صغیر اُس صورت میں ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اُسکے تصدیق
کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اُس صورت میں جبکہ بیٹا دوبارہ اُسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہ تفصیل وہاں جاری ہے جہاں صغیر اپنا حال
بیان کر سکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اُسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ
اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علے الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے سو مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے یعنی تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہو
فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہۃ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا
کہ میں اُسکا وارث نہیں ہوں پھر اُسنے دعوے کیا کہ میں اُسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوے صحیح ہے اسواسطے کہ نسب میں
تناقض معاف ہے ہم جامع الفصولین میں ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہیں جب تک جہت ارث بیان نہ کرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ
ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوے کیا یعنے یوں کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہے تو دعوے صحیح نہیں جب تک دادا کا
نام بیان نہ کرے ولو برہن انہ اقر انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علے خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر
گواہ لایا اسپر کہ اُسنے اقرار کیا ہے کہ میں اُسکا بیٹا ہوں تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اُسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہیں
مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنے جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ
اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اُسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوے کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو
یا منکر تو اُسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہوں سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع
الیہ ولا یکون قضاء علے الاب حتے لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علے الابن اور اگر میراث کا دعوے کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر
مدعا علیہ نے اُسکا اقرار کیا یعنے اُسکی فرزندی کا تو اُسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہیں اُسکے باپ پر یہاں تک کہ اگر مدعی کا
باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علے موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح
تحلیفہ علے العلم بانہ ابن فلان وانہ مات لم یکلف الابن للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ
مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اُسکا بیٹا ہے اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر
قسم نہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ اُسکی تحلیف ہے علم پر اس طرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا یعنے مدعا علیہ یوں قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ
فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اُسپر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اُسکو اقامت بینہ اُسکے
دعوے پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار
کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل میں
ہے نہ ستائیسوین میں کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ہو عبدی وقال الکافر ہو ابنی فہو حر ابن الکافر لنیلہ الحریۃ
حالا والاسلام مالا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب
اُسکے حاصل کرنے کے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا
یعنے مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اُسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اُسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم

دارالاسلام دعواہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دارالاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کیطرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اُس عورت کے سوا عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اُسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ دعوی کیا اور اگر ساتھ دعوی نہیں کیا تو اسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اُسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اُسکی زوجہ بعد اُسکے دعوی کرے تو اُس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اُسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت مین ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اُسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وہذا لو غیر معبر والا بان کان معبرا فہو لمن صدقہ اور یہ یعنے دونوں کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اُسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما و فراشہما یفید انہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فہو ابنہما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خریدکیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اُسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنے مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو ندے گا وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور ہے یعنے فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وکذا الحکم لو ملکہا بسبب آخر ای سبب کان عینی کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ معا اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوائے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اُسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شیء علی ابیہ لعدم المنع کما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اُسکے باپ پر لازم نہین ہوا سلئے عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اُسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق مین تو وہ اُسکا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا سو اگر ولد کو اُسکے باپ نے قتل کیا یا اُسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اُسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اُسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئا لا شیء علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہین اور اگر اسکا خون بہا اُسکی قیمت سے کمتر لیا تو اُسپر تاوان اُسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما رجع بثمنہا ولو ہالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھرلے دونون صورتون مین یعنے ایک ملک اور تزوج مین جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے بھرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اُسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اُسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اُسکا ثمن اور ولد کی قیمت بھرلے وکذا لو استولدہا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی الجواہر

وغیرہا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی لذا فی المواہب وغیرہا لا العقر یا الذی اخذ منہ المستحق لازمہ باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبھا مر فی متفرقات القضاء ویجی فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا باب المرابحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین بھی اُسکا ذکر آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے ہم مجملہ مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اُسکا نکاح اُس سے جائز ہے اگر اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور ازانجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعوے کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ اُنکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفاے بینونت کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہ کہ ایک کپڑا ردمال مین لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اُسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول حج منفی کذا فی الطحطاوی[11] عن حواشی الاشباہ لاتسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے پیدا ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اُسکے قبض مین کردے تو اُسپر دعوی مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثنار منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہوسکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اُسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اُس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوے وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابوالسعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوے عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوے کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ والله مین نے دین نہین پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اُسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ مین نے اُسکو معاف کردیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ والله مین نے اُسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اُسنے اسکا دعوے کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اُسکا غلام ہے تو اُس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اُسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کھائے تو اُسکو دیا جائے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اُسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لایجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الآبق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوے کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوے مین مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع

ہوتا ہی گواہون کے ساتھ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر استحقاق عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی مین مم یہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنیکا وکیل ہی جو میرے اوپر ہی تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اسکا اسپر آتا ہی پھر مدعا علیہ نے اسکی تصدیق نہکی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نہ کرے اسکے اقرار سے جبتک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہی سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہی کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہوجاے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے داین کے حق مین اور استحقاق عین کی یہ صورت ہی کہ مشتری نے جبکہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ انکار مع العلم جائز ہی تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہی وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہی اور اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہی اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لاتحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہین مگر چھہ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین مم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھہ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھہ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہی ویسی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھہ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجائے بعض علمانے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمانے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہی مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً

لایحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی مالو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر لکنہا لاتبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کہائے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلے مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی مین مذکور ہی قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہی کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا ولیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کہانے کے ساتھہ اور اسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہائے یعنے یون کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنے بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مم اگر مدعی قسم کہائے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم تھی تو غاصب سے سو درم لے لیگا اور غاصب خواہ قسم کہائے یا نہ کہائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہوگا جبتک مدعی مغصوب منہ قسم نکہالے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہی اقرار کے احکام مین اور اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی قال اللہ تعالی (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالی نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ
شخص جسپر حق ثابت ہی تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی کہ اقرار حجت ہی اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر و ہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہی کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہی یا مقر اور
وہ یعنے اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہی بواسطہ غلبۂ صدق یعنے مدعی کا صدق اپنے دعوی مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر
کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہی بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اُس اقرار کے
جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشی اذا ثبت وہ یعنے اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہی عرب بولتے ہین قر الشی جبکہ شی ثابت اور مستقر ہو وشرعا
اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقرارا اور باصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہی غیر شخص کے
اُس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہی اقرار اخبار ہی ایک راہ سے اور انشا ہی دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہی
مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق مین واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہی
ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر ہم یعنے چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تھا اسلئے بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا
حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فالوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ ای المقر لہ
اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہی اقرار مقر کا غیر شخص کے
مال مملوک کا اور جبکہ اُسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اُس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اُس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ
ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اُس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا
ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہی پھر زید اُسکا مالک ہوا کسی وقت مین تو اُسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے
نکلتا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسیوجہ سے مقبول نہوئی پھر شاید اُس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم
الی المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہی
کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اُسپر آزاد ہو جاے گا اور اُسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا
اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائیگا اُسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی
نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اُسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور
اگر ہم اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہی اور اقرار
اخبار ہی احتمال رکھتا ہی صدق اور کذب کا تو اُسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول
لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہی وصح اقرار العبد الماذون لعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر
شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہی اقرار عبد ماذون کا اُس عین مین جو اُسکے پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہی شراب مین اور اپنے گھر مین نصف مشاع کا
اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم درصورت انشا ہونیکے عبد ماذون کا
اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اُسکی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر

انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کیجانب سے اور بحالیکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہی نہ غیر کو مالک کر سکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اُسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو یہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہین ہوتا با وجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونیکی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح ہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشئ معین بناء علی الاقرار لہ بذلک یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیہ اور مسموع نہین دعوے مقر لہ کا اسطرح کہ اُسنے اُسکے واسطے شئی معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتویٰ ہی اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہی یہان تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہی کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وہٰذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے مین یون کہے وہ شی میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اُسکا اقرار بھی کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اُسپر اتنا ہی اور اسیطرح اُسنے اقرار بھی کیا ہی تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک و اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اُس سے قسم لیجائے گی یا نہین فتوی یہ ہی کہ اُس سے اقرار پر قسم نہ لیجائے گی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائے واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوے تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنے اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اُسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہین یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہی تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہین وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقر لہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہین اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا مگر اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہین جہان اقرار رد ہو جاتا ہی رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہین ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے کے مقر لہ اُسکا دعوی کریگا تو مقبول ہی اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہین ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہین پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہین تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہین ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہی کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہین ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہی تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہین ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور بھا ثم لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البدائع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اُسپر مقبول ہونگے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہی اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اُسپر اعتماد کیا ہی اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہی والملک الثابت بہ بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ ولو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہی ظاہر نہین ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اُنکا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہی اور پھل اُس باغ کے تیار تھے سو اُسنے توڑے اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اُسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین اقرار انشا ہی گویا اُسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقروا بتجارۃ کاقرار

محجور بحد وقود وِ الاباجنہ عتقہ ونائم ومغمی علیہ کمجنون وصبی السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہی جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہی اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہو گا یعنے اسکا مواخذہ بعد اسکے آزادی کے ہو گا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہی جسکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار آگے مذکور ہو گا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہی اسواسطے کہ یہ منزلہ تجارت سے ہی اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُنسے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت ہی وہ اذن مین داخل ہی چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہین چنانچہ مہر اور جنایات اور ضمانت اُسمین انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ المقر بہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہین کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہی اسطرح کہ اُسنے کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اُسکو معلوم نہین ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلاً اقرار کیا کہ اُسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہین اور مقر پر جبر نہو گا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر لقولہ علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہین بسبب نہ معلوم ہونے اُس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہی ہم مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہی اسواسطے کہ ہر صورت مین مطالبہ متوجہ ہو گا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر لہ ان فحشت کلواحد من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہی اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہی والا لا کاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہی اور مقر پر جبر نہ کیا جایگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہی ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہو گا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب درر کی نقل مین خلل یہ واقع ہوا کہ اُسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہ ہی کہ مقر پر جبر اُس صورت مین ہی جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہی صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہی کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشئ وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہو گا اُس مقر بہ کا بیان کہ جسکو اُسنے مجہول بیان کیا مانند شئ اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہی اقرار سے تو صحیح نہو گا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اس طرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہی یا حق تو اُسپر بیان لازم ہی قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہی کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہو گی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہی والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہی اُسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادت کا اگر مقر لہ اُسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوے کرے اور

اسکے گواہ ہون **ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال** اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہی یعنے
اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے **ومن النصاب** ای نصاب الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان الفقیر فنصاب السرقۃ وصحح **فی مال**
عظیم لو بینہ **من الذہب او الفضۃ** اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجپر مال عظیم ہی سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین
اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہی تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی
م نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہی شرع نے صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی
اسکو غنی کہتے ہین **ومن خمس وعشرین من الابل** لانہا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اسکی تصدیق نہوگی اگر یون
بولا کہ مجپر مال عظیم ہی اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہی جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہی م یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر
نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہی
تو باعتبار اخذ مجانست پچیس ہی ادنائے نصاب ٹھہری **ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ** اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق
نہوگی غیر مال زکوۃ مین م یعنی جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اس طرح کہ مجپر مال عظیم ہی ثیاب اور کتب سے تو یہان
نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دوسو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اسکی
تصدیق نہوگی **ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام** ولو فسرہ بغیر مال الزکوۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول
مین کہ علی اموال عظام یعنے مجپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابون کی قیمت معتبر
ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا م اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین اول جمع ہین **وفی دراہم ثلثۃ** اور دراہم مین تین
درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ **وفی دراہم**
او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس
کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہائے اسم جمع ہی تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے م عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر
شارح یون کہتا (لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ) تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی **وکذا درہما درہم** علے المعتمد اور اس اقرار مین
کہ علے کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درم لازم ہونگے
ولی دریہم او درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علے دریہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علے درہم عظیم) ایک درم
لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی م یعنے تصغیر اور تعظیم مین
پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ **وکذا کذا درہما احد عشر** اور اس اقرار مین کہ علے کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہین م اسواسطے
کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہی اور زیادتی
اسکے بیان پر موقوف ہی کذا فی المنح **وکذا وکذا احد وعشرون** لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علے کذا وکذا درہما مقر پر
اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی م اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیر لہ تو بہتر ہوتا
کذا فی الطحطاوی **ولو ثلث بلا واو فاحد عشر** اذ لا نظیر لہ فحمل علے التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا
تو احد عشر یعنے گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا **ومعہا فمائۃ واحد وعشرون** اور اگر

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اس طرح کہ علے کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس م اسواسطے کہ قلیل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اس طرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرۃ الآف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ الآف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الآف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف وعشرۃ الآف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ الآف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وہکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علی او لہ قبلی فہو اقرار بدین لان علے للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور اگر بولا کہ علے یعنے اسکا مجھ پر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہی اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قبلی ضمان کے واسطے غالبا مستعمل ہی م قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب میں مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہی نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون میں مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب میں اسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر ملانے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازا ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہی م اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت میں بھی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقرر بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علے یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی ومعی وفی بیتی وفی کیسی وفی صندوقی اقرار بامانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہی جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون اسکا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو عبر بفی مالی او بفی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہی ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین م جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا سب مال اسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا فغیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ بیان یہ ہی کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا م اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اسکو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنے یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد مالی فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا مالی فی بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہی نہ ملک کی م حاصل اعتراض یہ ہی کہ مالی فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کی طرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہ اقرار ہی نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ طلب مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکھنؤ کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہی تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہی نہ ملک کی وہذہ الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ہبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط

قبضہ مفرزا انتہی للاہ ماذبہ تقدیر یا بدلیل قول المصنف اقرالآخر بعین ہوولم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فل یکون اقرارا او تملیکا فیبنی الثانی فیراعے
فیہ شرائط التملیک فی الجوہرۃ اور یہ اعتراض وارد ہوگا قاعدۂ مذکورہ پر اس قول کا کہ یہ زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی
اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اُسپر قبضہ نکیا ہوا سواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہی تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر یہ کہ موہوبا
اُس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہی یعنے اور باپ صغیر کو اُسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اُسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہے
الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل
سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شی معین کا اقرار کیا اُس شی کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہی کہ وہ شی مقر کی ملک ہی
تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہ ہی کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اُسمین شرائط تملیک کی مرعی ہون گی سو اسکی طرف مراجعت کرو قاعدۂ
مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا اور
حالانکہ وہ ہبہ ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اُسمین اضافت تقدیری ہی گویا اُسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی
حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہی کہ ملک اُس زمین کی لوگون کو معلوم ہی الحاصل اضافت الی النفس جو مقتضی
تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً قال لی علیک الف
فقال اتزنہا او انتقدہا او اجلنی بہ او قضیتکہا او ابرأتنی منہ او تصدقت بہ علی او وہبتہ لی او احلتک بہ علی زید
ونحو ذلک فہو اقرار لہ بہا لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا
کہ انکو وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا اُنکی مجھکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تونے مجکو وہ معاف کردے ہین یا تونے مجکو وہ خیرات مین دیے ہین
یا اُنکو تونے مجکو ہبہ کردیا ہی یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے
ہزار کی طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہر اکلام اول کا یعنے اثبات اُسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء
فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئی اور یہ یعنے اقرار اُسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور
گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اُسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود
تو اُسکی تصدیق نہوئی و بلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا تحاسب وما استقرضت من احد سواک وغیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرار العدم انصرافہ
الی المذکور فکان کلاما مبتدا اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر یا مین نے کسی سے قرض نلیا
سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا
نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہما یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار اور
قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہی جواب ہونے کی نہ ابتداے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہی اور جو
لیاقت رکھتا ہی ابتداے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہی چنانچہ یہ قول کہ
وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب مستقلا
فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اُسوقت ہی جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنے
اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقاً یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہو

م ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری
ہذا او جصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذا او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کافی تو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس
غلام کا کپڑا دے یا میرے لئے اس گھر کا دروازہ کھولدے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کردے یا زین باندھدے میرے اس گھوڑے پر
یا مجھکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے
کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال
نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجپر ہزار نہیں ہین سو وہ بولا بلے یعنی کیون نہین تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجاے
بلے نعم یعنے ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے
کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہی یعنی عرف مین بلے اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلے جواب الاستفہام المنفی بالاثبات و
نعم جوابہ بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی مین یہ ہی کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہی اسکے نفی کر دینے سے
والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہین
مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا م ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ مین
سر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتمد ہی سواے عدد کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ
محرم بصید والشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل
علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر
کی امان دینے اور محرم کے اشارے مین شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ
اس قول مین کہ تو طالق ہی اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلانے
شخص سے خدمت لیگا یا اسکو بھید ظاہر نکرے گا یا اسپر دلالت نکریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیۃ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا
باطل ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا
بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ رجل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوے بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے
دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانیکے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس
غلام کا جو اسکے پاس ہی کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارہ
غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوے ہی بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق مین اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوے کیا
مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوے بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر لہ فیہما اور اسوقت مین قسم لیجائیگی مقر لہ
سے دونون مین یعنے تاجیل اور اجارے مین یعنے درصورت عدم گواہ مقر بخلاف ما لو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ
فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا
سو مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درمون کی صفت مین یعنے انکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جسکا اسنے اقرار کیا اسواسطے
کہ سیاہ قسم ہی درمون کی اور مدت دین مین عارض ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہی اور منکر کا

عوارض مین مقبول ہو یعنے مدت عارض ہو کہ بنفس عقد ثابت نہین ہوتی ہو بلکہ شرط کر مے سے ثابت ہوتی ہی اور عارض منکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی
کالاقرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل اسواسطے کہ مدت مین ضامن
ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے م اسیواسطے کہ ضمان مین مدت نوع ہو وعارض کہ شرط پر اسکا
ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراءہ امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہو
جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہو وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ الاعارۃ والاستیہاب
والاستیجار ولو من وکیل فعل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اسیطرح طلبگاری خرید مول
چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر او باعارہ اور طلبگاری ہبہ او طلبگا باجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو
تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار مین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت
کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہو
بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعوے بالعدم التناقض ذکرہ فی الدرقبیل الاقرار وصححہ فی الجامع خلافا لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اسکے ابرا کرنے کے جمیع
دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا نفس کا اپنے مال کے جمیع دعاوی
سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کی طرف سے بھی اسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہو اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہی اسکو جامع صغیر مین برخلاف
تصحیح وہبانیہ م جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہو کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور ما نند اسکے اقرار ملک مساوم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہی اور
وہبانیہ مین ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو
بائع کی ملک ثابت نہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بان ان قال بعنیہ ہذا کان اقرارا وان قال ابیع
ہذا لا یبقی مسئلۃ کتابۃ وختمت علے صک البیع فانہ لیس باقرار لعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اس طرح توفیق
کی ہو کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہو اسکی ملک کا اور طالب بیع ہی اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہی
تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہو کہ اپنی ملک در جانب بیع کا مدعی ہوتا ہی یا نہین اور یہ قول شرنبلالی ہو اسکی کتابت
اور بیعنامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین م تو کاتب وخاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے
واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہو تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہی بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم
وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہی وہ تمام درم ہین یعنے سو درم اور ایک درم اور اسیطرح مکیل اور
موزون از روے استحسان کے م قیاس یہ ہو کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اسی سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہی
یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رہ نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہو کہ درم بیان ہو مائۃ کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو
دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہو جو بکثرت مستعمل ہو مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور
قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمون پر اس طرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب او مائۃ وثوبان
یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اسکی مراد ہی اسواسطے
کہ وہ مبہم ہو غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہا لاستوائہا فی الحاجۃ الیہ

اور اس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہون گے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک
تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثۃ کے بحرف عطف
مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثۃ دونون کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین فی الاقرار
بدایۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط یعنی جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہے
سو فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن
نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم زرر اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز
ظرف ہونیکی لیاقت رکھتی ہو اگر اُس کا اُٹھا لیجانا ممکن ہو تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجائینگے اور اگر نقل اُسکا متصور نہین جیسے
اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو جیسے جانور بخلاف محمد رح کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونیکی
صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا
نہ درم ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونیکی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین
ہکذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب وطم اور میں فقیر کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہون گے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا
لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی
کیا حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ
اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پرتلا اور کوتھی لازم ہے وبحجلۃ بجاء معجمہ بیت مزین بستور
وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بجاء مہملہ پھر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ ہو
پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا موجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو
لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاوے اور یہ سب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو موجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور باعتبار افادی
سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وبتمر فی قوصرۃ وبطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی منادیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف
لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا
اُس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے
اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری یا مانند اُسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا
کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین
اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت
مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ
فی کو بمعنی علے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم
کئے ہم چونکہ علے مقتضی الفصال اور مینہ ہے مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ

کرتی ہو نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درہم کے دراہم خمسہ سے شمار پانچ پانچ جز ہیں اور اگر اجنبی ہو
کہ جب لسنے کہا کہ سلطے عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم ہونگے گردش اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے
اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کر کے انتہی
اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی بمعنی مع مراد رکھے گا
یا نیت مذکور ہو چکا طلاق میں و من درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیۃ و ما بین الحائطین اور یہاں اقرار کیا کہ مجھپر ہی ایک درہم سے دس درہم تک یا مابین ایک درہم کے دس تک تو نو درہم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے
پہلی حد یعنی ایک درہم کے اطرافی ضرورت کے اسواسطے کہ مافوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درہم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درہم کے بخلاف دوسری حد
یعنی دس کے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہاں دونوں حدین داخل محدود نہیں ہم امام کے نزدیک محدود میں حد محدود داخل نہیں ہوتی اسواسطے کہ حد مغائر محدود کی
لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درہم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درہم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود
میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال و فی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سواسی
سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اُس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہوں میں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہونگے
سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہی ہم کر بضم کاف بڑا پیمانہ ہی جسمیں چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہی طحطاوی نے قدوری سے
نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی شی سے اور نہ نصف اسکی لہذا
قفیز کو غایت ٹھہرایا و لو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر لزمہ الدراہم و تسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر
دس درہم میں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے ابو حنیفہ رح کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنی اسواسطے کہ غایت
ثانیہ داخل نہیں ہوتی و فی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے مابین اس
دیوار کے ہی اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط مابین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من درہم الی عشرۃ میں پہلی حد
بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہونگی فقط مابین الحائطین لازم ہوگا و صح
الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتئذ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہی اقرار اس
حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہی اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کم میں
اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسبت کے عدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہی یعنی
کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہی کہ کسی شخص نے
مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی و لو الحمل غیر آدمی یقدر بادنی مدۃ یتصور
ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر و اقلہا لبقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہی اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور ہیا تو
حمل کا اندازہ ہوگا اُس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہی کہ بھیڑ بکری کی اقل
مدت حمل چار مہینہ ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صح لہ ان بین المقر سببا صالحا کما یتصور للحمل کالارث و الوصیۃ کقولہ مات
ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فصح نزد الا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہی یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہی

جو اس عورت کے پیٹ میں ہو صحیح ہو بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت
جیسے مقر کا یون کہنا کہ اسمین کا باپ مرگیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہو تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب
صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدتہ حیا لاقل من نصف حول غداقر فلہ ما اقر وان ولدت جنین
فلہما نصفین ولو احدہما ذکر والاخر انثی فکذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانہ یعطے للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ نصف سال
سے کمتر میں جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہی جسکا اسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف نصف
مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے
ملین گے حم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اسکو کچھ نہ ملے گا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر میں کذا فی البحر
وان ولدت میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسرہ بما لا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض او ابہم
الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبہم علی السبب الصالح وبہ قالت الثلثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہیں چنانچہ
ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد رحمہ نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہو اور یہی
قول ہو ائمہ ثلثہ کا مع چونکہ ہبہ اور بیع یا قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں نہ حقیقۃ اور یہ تو صریح ہو اور
نہ حکما اس طرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسپر کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار
کی یہ صورت ہو کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہو کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ
کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیر خوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہو اگرچہ مقر شیر خوار کیجانب
سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہوسکتا ہو کذا فی الاشباہ یعنی باجازت
تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار
لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہو تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ
اسکی تصدیق کرے خیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہوگی حم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط
خیار سے مقصود فسخ ہو اور جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ خبر ہو احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمین شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہو کذا فی الطحاوی الا
اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن قلنا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ مقر نے
اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اقرار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہو باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر
گواہ لادے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہو اور قول تو منکر کا مقبول ہو یعنی درصورت
عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنے اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنے یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین
کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل
الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہو مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہو جبکہ مقر لہ اسکی
تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہو بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین

(حاشیہ) [illegible] بالخیار

مین مستثنےٰ اور مستثنےٰ منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادیٰ کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور تاکید کے واسطے ہی بواسطہ التعیین مقر لہم جوہرہ
مین ہی کہ اگر منادیٰ مفرد نہو غیر ہو تو مضر ہی کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے
میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد اتمام
الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اُس قسم سے جو فاصل شمار ہو
اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو حیلولت اشہاد سے استثنا صحیح نہو گا فمن استثنے بعض ما اقر بہ صح استثناء ہ ولو الاکثر عند
الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کر چکا ہی اُسمین سے بعض کو نکال ڈالے تو اُسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنے اکثر ہو مستثنے منہ
سے اکثر علماے نحو کے نزدیک ہم فرا کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہی (قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ
قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم
ہوگا اگرچہ مقر بہ اُس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اُسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب
قوی والاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہو الصحیح جوہرہ
اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اُس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع
نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ ہم جوہرہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک استثناء کل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع
نہین استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی
اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہ یعنی استثناء
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اُسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم استثنا بلفظ صدر کی مثال (نسائی طوالق الا
النسائی) اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی) وان بغیرہما کعبیدی احرار الا ہولاء او الا سالما وغانما
وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہندا وہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر
ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوا ان غلامون کے یا سواے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہی کہ میری عورتین مطلقہ ہین
سواے ان عورتون کے یا سواے زینب اور عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا مسمیون اُسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہی
وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتے لو طلقہا ستا الا اربعا صح ووقع ثنتان اور اسی طرح
یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سواے ہزار کے اور حالانکہ اُسکا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے
کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض مستثنے منہ ہی نہ حقیقت بقا یہان تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح
ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی ہم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال اُسکو مضر نہین خلاصہ یہ ہی کہ
(عبیدی احرار الا سالما وغانما) مین تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم
اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظا ایہام بقا بلا شک ٹھہرا
وکما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنے
القیمۃ استحسانا لثبوتہا فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور اُس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنے ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور
کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیاے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس راہ سے ع کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات
ہین تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلف ہین اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو انمین استثنا کرنا باعتبار معنی کے
تکلم بالباقی ہی نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ (لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا) کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہین کیونکہ متفاوت
القیمۃ ہی فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونون صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصاً وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقربہ
لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہی اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ چیز مساوی کا استغراق
ہی اور یہ جائز ہی کیونکہ مواہم لقاہی بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرہا علی
مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئ فحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہی مگر سو درم کہ یہ صحیح نہین بسبب
استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہی کذا فی البحر یعنے تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور
استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہی کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار دن کی سو درم ہی یا زیادہ تو
مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ ظاہرا اس مسئلے
مین دو قول ہین مبنی دو روایتون پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنس واللہ تعالی اعلم واذا استثنے عددین بینہما حرف الشک
کان الاقل مخرجاً نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علے الاصح بحر اور اگر ان دو عددون کو استثنا
کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہی تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو
نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمۂ شک استثنا مین کمتر کا مثبت ہی واذا کان المستثنے مجہولا ثبت الاکثر
نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنے مجہول یعنی
عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے
بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہی اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف
یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالی او فلان او علقہ بشرط علے خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ
اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہی تو اقرار باطل ہی نہ
تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہی یعنے فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے
اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہی کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا لکن الاقرار کذلک لتعلق
حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین
دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہی کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہی کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیئے کہ اقرار بھی ایسا ہی
بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہی مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہما
لدخولہ تبعاً فکان وصفاً واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہی استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری
اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہی تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین م چنانچہ قول صحیح نہین

کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امراتی صح کتب او لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد و قود خانیہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہی اس واسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کی پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہی خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہی اُسکی گواہی دینا سواے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ عم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو دونون ایک نہونگے حقیقت مین بلکہ مراد یہ ہی کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقد منا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور کتاب الشہادات مین بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین عم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہی اُسکا سو اُس سے کچھ لکھایا گیا اور اُسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اُسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی تتصرف احد الورثۃ اقر بالدین المدعی بہ علے مورثہ وجحدہ الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنے ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اُس دین کا اقرار کیا جسکا اُسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثون نے اُسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اُسنے وراثت مین پایا ہی وہ اداے دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع عم مثلاً سو درم کا دعوے ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوے تو بھی اُسپر سو درم لازم ہونگے وقیل حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اُسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اُسنے اصل دین کا اقرار کیا ہی جو کل ترکے سے متعلق ہی تو اُسپر لازم نہوگا مگر بقدر اُسکے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ ہذہ الزیادۃ دُرر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اُسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نہ کرے گا بمجرد اُسکے اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اُسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر عم مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اُسکے اقرار سے سب دین اُسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوتا تو اُسکی گواہی مین اُسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پھر اُسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہی کہ اُسکا اول اقرار معتبر نہین اور اس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہ مشکل ہی اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اُسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اسمین حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہی اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الطحطاوی واشہد علی الف فی مجلس و اشہد رجلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزمہ المالان لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردون کو گواہ کیا دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کی دونون مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے عم بلا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلاً ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب او الشہود او اشہد [illegible] واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او [illegible]

بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرتے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک رحمہ اتحاد سبب کی یہ صورت ہو کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہو کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرف ہوکر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہوکر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہو کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ (لہ علیہ الف ثمن ہذا العبد) پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہو کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ (لہ علی الف) پھر یون ہو (لہ علی الالف ثمن ہذا العبد) اور اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہو کہ کہے (لہ علی الف) پھر دوسرا اقرار کرے کہ (لہ علی الف) اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہو کہ اول یہ اقرار کرے کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) پھر دوسری بار کہے (لہ علی الف) وتمامہ فی الطحطاوی ولو نسی الشہود فی موطن ام موطنین فہما مالان مالم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ ایک ہی مال لازم ہو اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہو **اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ** عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا پھر مقر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہو اپنے اقرار مین تو قسم لیجائے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہ تھا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہو کذا فی الدرر رحمہ اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا **وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف** اور اسی طرح کا حکم جاری ہو اگر مقر کا وارث دعوے کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجائے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین **وان کانت الدعوے علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا** صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اسکے وارث کا دعوے مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہو احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہو اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہو کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہو **عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء** وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہو باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کے حاصل کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہو باعتبار اجزاے لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ (لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ) یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنے لہ علے عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہو کہ ابتدا اسے یون کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہو فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہو بعد استثنا کرنے کے **وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس او سعال او اخذ فم** یعنے اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہو مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منھ بند کر لینا یعنے کوئی شخص مقر کا منھ بند کرے اس قول پر فتوی ہو **والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید** اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

کہ اُسکا یہ غلام ہے مگر اُسکی سیاہی مقر کی نہیں ہے وان قال بناء ہذہ الدار لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا لک کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناؤہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اُسکا عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اُسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھہریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہے اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی ملک ہوگئی تو اب زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اُسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ متقدمہ کہ اسواسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم ونخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور مین اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا بنا بریہ مین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہے نہ تبعا وان قال لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وہو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہونگے اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اُسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو جدا کر کے کہے اور اُسکا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنے اور رجوع جائز نہین کقولہ من ثمن خمر او خنزیر او مال قمار او حر او میتۃ او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول مین کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اُسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جبکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اُسکو لازم نہونگے ولو قال لہ علی الف درہم حرام او ربوا فہی لازمۃ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم حرام یا بیاج کے ہین تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اُسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا اور اُسکو بائع مذکور کے ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی رح کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام نہین اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال علی زورا او باطلا لزمہ ان کذبہ المقر لہ والا بان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درم ہین بطریق زور یا بطلان کے تو اُسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین والاقرار بالبیع تلجئۃ ہی ان یلجئک ان

تاتی امرا باطنہ علے خلاف ظاہرہ فانہ علے ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجیہ یہ ہے کہ تجکو مضطر کرے اُس امر کے کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو ہم صورت اضطرار یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر مین نہ باطن مین تو درحقیقت بیع نہین ہزل کے مانند ہے ولو قال لہ علے الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فہی کما قال علے الاصح بحر اور اگر بولا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہین اور اسکا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن بیع ہین یا غصب یا ودیعت تو جیسا اُس نے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہے زیف کی یعنے کھوٹے درم جو خزانۂ سلطانی مین نہ لیے جاوین ولو قال لہ علے الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلاً تو اُسکی مطلقاً تصدیق نہو گی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی مطلقاً تصدیق ہو گی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہین اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سوداگر نہ لیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہین تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اُسکی تصدیق ہو گی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہو گی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہین جنکے دونون طرف پتر چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبا اذا جاء بمعیب ولا بینۃ اور اُسکی تصدیق ہو گی قسم کے ساتھ اس قول مین کہ مین نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب دار لادے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہین یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہین وصدق فی لہ علی الف ولو من ثمن متاع مثلاً الا انہ ینقص لذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہو گی اس قول مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہے نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کا زیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہو گی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہو گی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تو نے مجکو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجسے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اُسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہین کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اُسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عند ک

بقیہ

فاخذتہ منک فقال المقرلہ بل ہولی اخذہ المقرلہ لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ ومنہ ہو سبب الضمان اور اس قول مین کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اُسکو تجھسے لیا سو مقرلہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقرلہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اُسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقرلہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اُس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہوتا وان کا یعنی جب اُسنے اُسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اُسکی تصدیق نہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذہ او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ او خاط فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلافہ اور اُس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اُسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اُسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اُس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے مین ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے مم اجارے مین قبض استیفاء معقود علیہ کے واسطے ضرور ہے یعنی استحصال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اُسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے ہذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ فلان فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شئ لانہ لم یقر بایداعہ یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقرلہ کے ہین اور مقر پر مانند اُسکے اور ہزار درم ثانی مقرلہ کے لازم ہونگے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقرلہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اُسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا اور یہ اُسوقت ہے جبکہ دراہم معین ہون اور اگر غیر معین ہون تو مقرلہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار وکر حنطۃ لا بل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقرلہ واحدا یلزمہ اکثرہما قدرا وافضلہما وصفا نحو لہ الف درہم لا بل الفان والف درہم جیاد لا بل زیوف او عکسہ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اُسکے ہزار کھرے درم ہین نہین بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال الدین الذی لی علے فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ اور اگر یون کہا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کریگا تو اداے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علے القبض فان قال واسمے فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوے لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اُس قول کے جو کہ یہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اور اسیواسطے حادی قدسی مین کہا ہو اور اگر مقر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہو تو اقرار صحیح ہو اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حادی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہو برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے مین فتوے دینے کے وقت م شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہو کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہو اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہو اور حق قبض اول کے واسطے ہو نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہرا بمجرد تصادق کے دین مقر لہ کا نہوگا اگرچہ مقر یون نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہو اور اسکے قبض پر مسلط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقر لہ کا مفید ہو اور اگر حادی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر لہ ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہو تصدیق مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہو جاے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنے مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجی فی الوصایا یہ باب ہو اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہو اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ م مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہو اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ م فاروق سے مروی ہو اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ) یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہو اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجاے حدیث ہو کیونکہ وہ مقدرات سے ہو جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہو یعنے جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض مین معلوم ہو یعنے قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہو اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مفید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہو اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہو لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہو عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہو اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیہ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہو کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداءً تملیک ہو تا کہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکائی تو حقیقی اقرار ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی اداے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاءً دین مقدم ہو میراث پر تا اسپر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے ودین الصحۃ مطلقا وما لزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض لازم ہو یا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معاینہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ و دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہو اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف ما لیس تبرع کنکاح مشاہد ان بمہر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہو جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہو اگرچہ نکاح جائز ہو کذا فی العنایہ م زیادت مہر مثل سے باطل ہو بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک ای مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

البعض ولو کان ذلک اعطاء مهر وایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوا بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہو تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہو مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ حر غیر محجور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلون مین ادا سے بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم ذلک ای ثبت کل منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دونون مسئلے یہ ہین جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اُس چیز کا ثمن جو اُسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہو اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہو قرض اور خرید گواہون سے نہ اُس کے اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہ ہو کہ شاید اُسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف اعطاء المهر ونحوه وبما اذا لم یؤد حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یده ای ید البائع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشترا در مرض کے جبکہ مریض نے اُسکا ثمن ادا نہ کیا یہان تک کہ مر گیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہو ثمن پانے مین جبکہ شئ مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہو ہم تو مبیع مذکور نہ بیچی جاوے اور اُسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین لائی جاے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا وصل او فصل للاستواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونو مقر لہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونون اقرارون کو اُسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعکسه الودیعة اولی اور اُسکے بالعکس مین ودیعت اولی اور مقدم ہو یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہو اسواسطے کہ جب اُسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اُسکا مالک ہوگیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی وابراؤه مدیونه وهو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا اولا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہو غیر جائز ہو یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اُسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہین برابر ہو کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحته ان یقول لا حق لی علیه کما افاده بقوله وقوله لم یکن لی علی هذا المطلوب شئ یشمل الوارث وغیره صحیح قضاء لا دیانة فیرتفع به مطالبة الدنیا لا مطالبة الآخرة حاوی الا المهر فلا یصح علی الصحیح بزازیه ای لظهور انه علیه غالبا اور صحت ابرا کا مدیون حیلہ یہ ہو کہ مریض کہے کہ میرا اُسپر کچھ حق نہین چنانچہ اُسکو مصنف نے بیان کیا ہو اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہو قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطالبت دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا دین مہر کے کہ اُسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہو ہم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضها بان الشئ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیه او انه کان عندی عاریة فانه یصح ولا تسمع دعوی زوجها فیه کما بسطه فی الاشباه بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہو میرا اُسمین کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اُسکے زوج کا دعوے اُسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہو اشباہ مین اسطرح کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہو ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہین رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہو عین کا

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ مقروض ہے دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ کہ ابرا بہ لفظ نفی البتہ جائز ہے دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لاوصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ واما غیرہما فیرث الکل فرضا وردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنے بطور حکایت کے اور حالانکہ اُسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہے چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے بادشاہ یا اُسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم جب کوئی وارث نہو تو اُسکا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہے وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقرار القبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علے وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہوا ور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اُسکے مولے کے واسطے واقع ہوگا م یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اُسکو مین نے اُس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح وسالم ہوگیا بعد اُسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض ووَرَثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر وہی عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اُس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ سے ھم صورت اُسکی یہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہے چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہے صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ لو دیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی والی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ منہ

ہذا الشئ الفلانی ملک ابی وامی کان عندی عاریۃ وہذا حیث لاقرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہو کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہو مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہو تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجملہ نفی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ما کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہو مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہو کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ما کی ملک ہو میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہو جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ لوارثہ یؤمر فی الحال بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث مقرلہ کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہو کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اُسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہو نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نہ وارث ہونے اُسکے بھائی کے یعنی ہر چند اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاۃ فیجوز کما ذکرہ بقولہ مگر جبکہ مقرلہ وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہو چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ باسلامہ او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لاجدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہو بخلاف اُسکے اقرار کے اپنے اُس بھائی کے واسطے جو محجوب ہو بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اُسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہو نہ جدید سبب سے وبخلاف الہبۃ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجہا فلا یصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثۃ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اُسکے واسطے وصیت کرنے کے پھر اُسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہو بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہو مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنہ المتیتۃ عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اُسکی بیٹی مردہ پر اُسکے دس درم تھے سو مین اُنکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہو جو اُسکا انکار کرتا ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہو اسواسطے کہ میت وارث نہین کما لو اقر لامراتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہو کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجہول النسب ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وہو من اہل التصدیق ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اُس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہین پھر مقر نے اُسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہو یعنی حال بیان کر سکتا ہو تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اُسکی ابتداے پیدایش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اُسکا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ

يعنے جو وارث ہو موت کے وقت قديم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحيح نہين ولم يثبت بان كذبه او عرف نسبه صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلاليه معزيا للينابيع اور اگر نسب نہ ثابت ہو اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذيب کرے يا اُسکا نسب معروف ہو غير شخص سے تو اقرار صحيح ہے بسبب نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلاليہ مين ہو ينابيع سے ولو اقر لمن طلقها ثلثا يعنے بائنا فيه اى فى مرض موته فلها الاقل من الارث والدين ويدفع لها ذلك بحكم الاقرار لا بحكم الارث حتى لا تصير شريكة فى اعيان التركة شرنبلاليه اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کيا جسکو تين بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مين تو جو کمتر ہوگا ميراث اور دين مين وہ اُسکو مليگا اور کمتر اُسکو ديا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ ميراث کی وجہ سے تو وہ شريک نہ ٹھہرے گی متروکہ کی اشيا مين كذا فى الشرنبلاليه هم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مين وہ زوجہ ہوگی اور يہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت مين مقر مرجائے اور اگر بعد مدت مرے گا تو اقرار صحيح ہوگا كذا فى الطحطاوى وهذا اذا كانت فى العدة وطلقها بسوالها فاذا مضت العدة جاز لعدم التهمة غرميه اور يہ حکم مذکور اُسوقت ہے جبکہ مطلقہ عدت مين ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے كذا فى الغرميه هم تہمت يہ تھی کہ زوج نے شايد اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اُسکا اقرار صحيح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اُسکو ميراث سے زيادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو يہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقها بلا سوالها فلها الميراث بالغا ما بلغ ولا يصح الاقرار لها لانها وارثة او هو فار واهمله اكثر المشائخ لظهوره من كتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو ميراث مليگی جس مقدار کو کہ وہ پہونچے اور اُسکے واسطے اقرار صحيح نہوگا کيونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے يہان مذکور نہين کيا بسبب اُسکے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجهول النسب فى مولده او فى بلد هو فيها وهما فى السن بحيث يولد مثله لمثله انه ابنه وصدقه الغلام لو مميزا او الا لم يحتج لتصديقه كما مر وسيجئ ثبت نسبه ولو المقر مريضا واذا ثبت شارك الغلام الورثة اور اگر اُس صغير نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہين اُسکے وطن مين يا اُس شہر مين جسمين وہ وارد ہے اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اُس عمر مين واقع ہين کہ ويسی عمر والے کا ويسا لڑکا پيدا ہو سکتا ہے يہ اقرار کيا کہ وہ لڑکا اُسکا بيٹا ہے اور لڑکے نے اُسکی تصديق کی اگر وہ باتميز ہو اور اگر صغير بے تميز ہو تو اُسکی تصديق کی کچھ حاجت نہين چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مين يعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مريض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شريک ہوگا فان انتفت هذه الشروط لو اخذ المقر من حيث استحقاق المال كما لو اقر باخوة غيره كما مر عن الينابيع كذا فى الشرنبلاليه فليحرر عند الفتوى تو اگر يہ شروط مذکورہ نہ پائی جائين تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غير کے بھائی ہونے کا اقرار کرے جيسے کہ مذکور ہو چکا ينابيع سے كذا فى الشرنبلالى تو فتوے دينے کے وقت تحرير اور تنقيح چاہيے هم اگر شروط ثلثہ سے يعنے جہالت نسب اور پيدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصديق ولد سے اگر ايک شرط بھی نہ پائی جاوے يعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور يہ جو شارح نے کہا کہ من حيث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مين ظاہر نہين اسواسطے کہ يہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مين ہے يعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اُسکو مال لازم آويگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور شرنبلاليہ مين ينابيع سے يہ عبارت منقول ہے (ولو كذبه او كان معروف النسب من غيره لزمه ما اقر به ولا يثبت النسب كما فى الينابيع انتهى) اور شارح کی عبارت رکيک ہے تو اگر يون کہتا (فلو انتفى احد هذه الشروط وقد اقر له بمال لو اخذ به المقر) تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ بالذات صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر پر لازم ہو گيا اور يہی تقرير تحرير ہے اس مقام کی كذا فى الطحطاوى مختصرا والرجل صح اقراره اى المريض بالولد والوالدين قال فى البرهان وان عليا قال المقدسى وفيه نظر لقول الزيلعى لو اقر بالجد او ابن الابن لا يصح لان فيه حمل النسب على الغير بالشروط الثلثة

التقدمۃ فی الابن اور بیاہ مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہو ان تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہوئین فرزند مین بیان ہین کما والدین کا اقرار صحیح ہو اگرچہ والدین اونچے ہون یعنی دادا پر دادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہو بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کیا تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہو یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج وعدتہ وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلاً وارابع سواہا اور یون اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہو صحیح ہو بشرط خالی ہونے اس عورت کے زوج اور اسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہو جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسی کی عدت مین ہو اور جبکہ اس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوائے اس عورت کے چار عورتین اسکے پاس نہون حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہو کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی مین ہو بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہو مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہو آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہو عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ میرا زوج اور مولی ہو الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجۃ لا علی غیرہ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لایصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ بجامع الاصالۃ فکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ جو مصنف نے ان کے اقرار کی صحت مذکور کی ہو مانند باپ کے یہی قول مشہور ہو جسپر اکثر علما ہین اور امام عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہو کہ ماں کا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہو اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہو نہ ماؤن سے اور اسمین حمل زوجیت بھی ہو غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہو بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے مین ماں اور باپ دونون برابر ہین تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیئے وکذا صح بالولد ان شہدت امرأۃ ولو قابلۃ بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہو کہ یہ میرا لڑکا ہو اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہو کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اسوقت شرط ہو جبکہ تجاحد ہوا اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اسوقت شرط ہو جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد مین اختلاف ہو والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتہا فحجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہو چکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہو اگر زوج اسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ او کانت مزوجۃ وادعت انہ من غیرہ فیصار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہو اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جاوے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہو تو یہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہو اس عورت سے تو عورت کے حق مین اسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لہا زوج غیرہ لم ارہ فیمر مین کہتا ہون باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہو اور مرد سے ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیئے ہم اس صورت مین ظاہر اور لڑکا عورت ہی کا ٹھہریگا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہین ہوسکتی

تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہی کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان
فقط ماں کا وارث ہوتا ہی تو اسمین توقف کی کچھ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی و لابد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار مین ان اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور
ہی هم یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی یا والدین ہین یا یہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہی عتاقت
سے تو ان لوگون کی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص انہین سے اپنی ذات کے تصرف مین ہی تو غیر کا اقرار انکو لازم نہین الا فی الولد اذا کان لا یعبر
عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہی یعنے تو جسکے پاس ہوگا اسی کا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان
الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہی وصح التصدیق من المقر لہ بعد
موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہی تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے
الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے
بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہین غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے
عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہی اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب
باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد لابن الابن کما قال
کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اس نسب کا جسمین غیر پر نسب ڈالنا
ہو چنانچہ یون کہا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولاد
کی قید نہ لگائی چنانچہ درر مین ہی بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ
اور از انجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہیے هم یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان سے
سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا
تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ
المقر علیہ والورثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت
رکھتے ہون هم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہی جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین یون تفرقہ
ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور دوسری صورت مین اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہی
اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہی کہ وارث عاقل بالغ ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام
من النفقۃ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہ حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین
صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جبکہ مقر اور مقر لہ دونون اس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار
دونون پر حجت ہی هم نفقہ اسوقت ہی جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہی اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور
صغیر لائق تصدیق کے نہین لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہی کہ حضانت سے مراد ضم ہی یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے حرمتی کا خوف ہو
کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاۃ یعنی وغیرہ ورثہ سوا اگر اس مقر کا

سواے مقرلہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولاے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اُسکا وارث ہوگا مع یہ
وراثت فقط مقرلہ کیلیے مقصور ہی تو اُسکی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی الطحطاوی والا لان نسبہ لم یثبت فلا

یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقرلہ کا وارث
نہوگا اسواسطے کہ اُسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کرسکتا وارث مشہور سے اور مراد اُس وارث سے جو مانع ارث مقرلہ ہی وہ وارث ہی جو زوجین کے
سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہی مقرلہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر کما فی
البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوے پھر دریافت کرکہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا
جائز ہی اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہی اگرچہ مقر کی مقرلہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن
مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقرلہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہی تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے فتوے دینے کے وقت هم ظاہر زیلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی اور اس تعلیل میں اتفاق ہی کہ نسب ثابت
نہیں تو تحریر مقام یہ ہی کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقرلہ کی پائی جاوے تو اُسمیں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقرلہ
تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی غرض کہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً **ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث**
فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہی تو مقرلہ
اُسکا شریک ہوگا ارث مین تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اُسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ اُسکا اقرار فقط اُسی کے حق مین مقبول
ہی قلت بقی لو اقر الاخ بابن ہل یصح قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار لائمتنا صریحا وظاہر کلامہم نعم فلیراجع مین کہتا ہون باقی
رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی یا نہیں علماے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار
صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اُسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہی یعنی شافعیہ کے نزدیک
صحت اقرار کی یہ شرط ہی کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہی تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے امامون کے کلام مین بصرح نہیں دیکھا اور اُنکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہی کہ ہان اقرار مذکور
صحیح ہی تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین هم وجہ صحت یہ ہی کہ مقتضاے کلام حنفیہ یہان یہ ہی کہ اگر مقر مین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ
نصاب وارثون سے ہوا اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی **وان ترک شخص ابنین ولہ علے
آخر مائۃ فاقر احدہما بقبض ابیہ خمسین منہا فلا شیء للمقر لان اقرارہ ینصرف الی نصیبہ وللآخر خمسون** بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ
الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑکر مرگیا اور اُسکے دوسرے شخص پر
سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اُسکا باپ پچاس درم اُنمین سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا اقرار اُسکے حصہ کی
طرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اُسکو معلوم نہین کہ اُسکے باپ نے سو درم سے نصف پائے
یہ قول ہی اکمل کا مین کہتا ہون اور اسیطرح کا حکم ہی اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اُسکے باپ نے تمام دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کے
واسطے قسم لیجائے گی کذا فی الزیلعی هم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہی نہ خصم کے واسطے اسواسطے اُسپر اُس سے زیادہ مطالبہ نہین
جو اُسپر واجب الادا ہی اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم مین اُسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اُسکا حصہ دیا جائے گا یعنے پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتے یہ فصل ہو کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا

فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ

علے المقر ولا یتعدی الے غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب کی تو اُسکا اقرار اُسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہو امام ابوحنیفہ رہ کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجائے گی اور اُسکا ساتھ نچھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہو اُن مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہو مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہی جو متن مین مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اُس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانا نہین مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اُسکی بیع جائز ہو اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہو اور باپ نے اُسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوے کیا اور مدعی ایک بھائی ہو تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرّہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی مین تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اُسکے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع

اُسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہو وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی واقعۃ الفتوی

ولم نرہا صریحۃ اور لائق یون ہو کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقرلہ کو اُسکا حبس کرنا جائز ہو اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوے طلب ہوا تھا اور مین نے اُسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین

دیکھا وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علے قولہما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب

یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوسل بذلک الے منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف

اور صاحبین رہ کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہو گی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہو گی کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہو کہ صاحبین رہ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہو کہ زوجہ کا باپ اُسکو تعلیم کرتا ہو کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توسل سے اُسکو روک رکھے اپنے پاس اُسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ علت خاص ہو اور مدعا عام ہو اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہو نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا زوج واولاد منہ

ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ قولہ علق بعد الاقرار لیتحقق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہو اور اولاد ہو اُس شوہر سے اور اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقرلہ کا برخلاف قول محمد رح کہ ولد مذکور بھی رقیق نہوگا لا فی حقہ ای زوجہا لئلا یبطل حقہ فی الشرع بلا ایسا شوہر کے حق مین اُسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر اعتراض

طلاق مقرہ کا اعتراض نہ وارد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ میں مذکور ہو وہم مبسوط میں ہو کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ ہیں اور عدت اسکی دو حیض ہیں
بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہو انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہو کہ وہ لونڈی ہو گئی اور یہ حکم اسکو
خاص ہو اسواسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورتون کا اعتبار ہو اور اسیطرح حیض میں تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر منخلفہ سے ہو
کذا فی الطحطاوی وحق اولاد اور نہ اولاد کے حق میں اسکا اقرار صحیح ہو وفرع علے حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار
ومافی بطنہا وقتہ احرار لحصولہم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تصریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور
حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہو اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں بسبب انکے
حاصل ہونے کے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حررہ عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقر لہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون
ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اس کا
اقرار صحیح ہوگا فقط اسکے حق میں نہ عتق کے باطل کرنے میں فان مات العتیق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی
کافی شرنبلالیہ المقر لہ پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاویگا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہو
یعنے اسکا کوئی مطلقاً وارث نہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پا سکے چنانچہ احد الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ
لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے
تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنے محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جسپر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش
العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام
کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہو گواہی دینے میں اسواسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہو اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہو
نہ استحقاق کی قال رجل لاخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق
کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق بر الخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہیں سو اسنے
جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا
چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملاکر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہو ہزار درم کا مثلاً ولو قال الحق
حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرار الانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا وکانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب
یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہو بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں
اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدا سے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یون کہا کہ تونے حق بات کا
دعوےٰ کیا الخ وقال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا وباعہا فوجد بہا واحدا منہا
ای من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا
کیا اور بعد اسکے اسکو بیچڈالا پھر اس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اسکی رد بیع نہوگی اسواسطے کہ
وہ پکارنا یا گالی دینا ہو خبر دینا نہیں ہو جو اقرار عیب کا ثابت ہو وہم قول اخیر گالی ہو اور باقی ندا ہو بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آبقۃ
او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد باحدہا لانہ اخبار وہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال سے کہ یہ چوٹی ہو یا یہ بھگوڑی ہو

یا یہ زانیہ ہو یا یہ دیوانی ہو کہ اس صورت مین اُسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہو اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہو ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہو و بخلاف یا طالق او ہذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امرأتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذافی الدرر ہم یعنی مولے قادر نہین جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اُس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہو صحیح ہو ہر حق مین ہم حق تعالی نے فرمایا (لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکارے) یعنے نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اُنکو عین مستی کی حالت مین کذافی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہین فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی آفندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالت مین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اُسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہو سعدی آفندی نے حد شرب کے باب مین الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر گر مست مذکور کا اقرار صحیح نہین اُن چیزون مین جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اُسنے شراب پی ہو تو اُسکا اقرار صحیح نہین تو اُسپر حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذافی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرہا لا یعتبر بل ہو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اُسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنے بیہوشی کے مانند ہو مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغماء کے مانند نہین اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکامات مین ہو ہم یعنے اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہو اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہین المقر لہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر انہ یرتد بالرد مقر لہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اقرار مردود ہو جاتا ہو رد کرنے سے ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ مین تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذافی الطحطاوی والا فی ستۃ تاتی ہاہنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہو مگر چھ صورتون مین بموجب اُسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہو الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف منجملہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہو اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہو ہم اقرار حریت کی یہ صورت ہو کہ جسکے پاس غلام ہو اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہو تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہو صحت اقرار مین اور تصدیق مولاے عتاقت بھی شرط ہو اور یہان اُسکے خلاف ہو مگر یہ کہ اُسپر معمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین اور اس عمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہو کہ بزازیہ مین ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اُسکی تصدیق کی تو وہ اُسکا غلام ٹھہریگا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہو اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے منقول ہو کہ جب مقر لہ وقف کو رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہو انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تصویر مثل تصویر رق ہوگی سواے اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذافی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول ارتد

اسعاف مین ہے اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اُسنے وقف کو قبول کیا پھر اُسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا والطلاق
والرق فقتلہا لا ترتد او رطلاق او ررق کا اقرار تو یہ چھ مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقرلہ کے رد کرنے سے وتزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ
مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیۃ یعنی اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء
البحر تاممہ تمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہے اور پورا اُسکا بیان وہین ہے ھم یعنی اگر احد الزوجین نکاح
رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات مین یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک
نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین توقف ہے کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہ تھا واستثنی مسئلتین من الابراء
وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنے کیے ہین اور
وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول بہ سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اُسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کر دے دین سے سو دائن
نے اُسکو بری الذمہ کر دیا نہین پھرتا تو مستثنے دس مسئلے ہین سو اُنکو یاد رکھنا چاہیے ھم منجملہ مسائل عشرہ چھہ صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین
شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہے تو درحقیقت نو صورتین مستثنے ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وفی وکالۃ
الوہبانیۃ ومتی صدقہ فیہا ثم ردہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اُس کے
رد کرنے سے رد نہین ہوتا ھم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبد البر کی شرح
وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت یون سمجھیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت
قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتہی وہل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے
صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہے بعضون کے نزدیک شرط ہے اور بعضون کے نزدیک نہین والضابطان ما فیہ
تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا
یہ ہے کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا
رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابراہ ابراء عاما او قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی
عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من ترکتہ شی لم یکن وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح
صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علے ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن
الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وسنحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اُسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ
کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پا یا یا مانند اُسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اُسکے باپ کے وصی
پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اُسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اُس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اُسکے حصے کا
دعوی اُس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح تر کذا فی صلح البزازیۃ اور کچھ تناقض نہین ادعا بعد الابرا مین بسبب محمول کرنے اُس کے اس
قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنے اُس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنے
وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابرا مخصوص مدیون ہے اور اسوقت مین عدم صحت برارت کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونے مین چنانچہ
ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ھم سب حصہ پانے کی یہ صورت

ہو کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگون پر تھا اُسکو مین نے پا یا پھر ایک مرد پر دَین پدری کا دعوے کیا تو دعوی اُسکا مسموع ہو کذا فی المنح عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہو تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقف الصلح تک یہ یون کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا ینبغی بہذا الفرع لانہ لاعذر لمن اقر بناء ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے اُس مال کا جو دست آویز مین مرقوم ہو اور اُسپر گواہ کر دادیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہو اور بعض بیاج ہو مجھپر پھر اگر گواہی قائم کریگا اُسپر تو مقبول ہو گی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہو کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہو کہ کہا جاوے یعنی اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقر لہ سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے مین اور مانند مین مختار ہو مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہو مصنف نے اسمین جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقہا قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اُسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہو اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہو اقر المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہو اُسنے اقرار کیا کہ ریع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہو نہ مین تو اقرار صحیح ہو اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اُسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہین فہم جعل سے مراد انشاء جعل ہو بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہو اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہو چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہو چکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنی کتاب الاقرار مین اس قاعدے مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اُسکو ذکر کیا ہو تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کی طرف پیش ہون تو اُنکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اس مضمون سے جو اُنمین مندرج ہو اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء مین مذکور کر چکے ہین کہ اُنکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجاے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف رح کے اول مین یعنی فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہونگے ہم جواب دیتے ہین طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی مین معلوم کر چکا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذٰلک من نسخ الشرح وسوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ہو وحدہ غصبہا لزمہ الالف کلہا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درہم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر نے کہا کہ دس شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درہم غصب کیے ہین تو سب ہزار درہم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کرچکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمہ زفر بعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہے ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درہم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اُسپر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کذا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالیٰ انا ارسلنا اور ظاہر امقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے نہ غیر کے فعل کی تو اُسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شئ وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شئ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اُسکے سوائے کسیکو کچھ نہین اور زفر نے کہا تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھ نہین ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذٰلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کرچکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اُسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشئ ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیہ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا فی الاقرار کا دعوے کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کیگا تو خطاے مذکور مین اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی الحواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ ہم تجنیس اور قہستانی مین ہے کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشئ محال وبالدین بعد الابراء منہ باطل شئ محال کا اقرار اور دین کا بعد اُسکے معاف کردینے کے باطل ہے ہم شئ محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اُس سے پہلے مرچکا اور از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہوگیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علے احد القولین کذا فی الطحطاوی ہے ولو بمہر بعد ہبتہا لہ علے الاشبہ اقرار دین بعد ابراء اُسکے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخشش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین اور یہ اُسکے مخالف نہین جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ وغیرہ سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مرگیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کرچکی تھی

زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہے تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقربہ یلزمہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوے فتامل ہان اگر دین کا دعوے کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابرائے عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہے مین کہتا ہون اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھپر اتنا ہے اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھپر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی والفعل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمۃ وتمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت مین صحیح ہے نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے وفی الوہبانیۃ شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ✽ فبینۃ الایہاب من قبل تہدر ✽ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ہم اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا شعر واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ✽ وفی القبض من ثلث التراث یقدر ✽ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا ہم منتقی مین ہے کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی مین نے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اسکے ثمن پر مین نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعائنہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ شعر ولیس بلا تشہد مقر الغدرۃ ✽ ولو قال لا تخبر مخلف یسطر ✽ اور اس قول مین مقر ہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہے ہم اگر یون بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہے وجہ سے لزوم کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی شعر ومن قال ملکی ذا لذا کان منشاء ✽ ومن قال ہذا الملک ذا فہو مظہر ✽ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین شعر ومن قال لا دعوے الی الیوم عند ذا ✽ فما یدعی من بعد منہا فمنکر ✽ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اسکے بعد جو دعوی کریگا اسدن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اسپر شرع کا انکار ہے یعنی مقبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ مین نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی

واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح متخاصمین کے احکام میں ہم مصالح علیہ اُسکو کہتے ہیں جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوے کیا خالد نے کہا کہ تجھ سو درم لے اور حویلی کا دعوے نہ کر تو یہان سو درم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبۃ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا استدعی ہے صلح کا ہو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے و شرعاً عقد یرفع النزاع و یقطع الخصومۃ اور شرع میں صلح عبارت ہے اُس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا وے وہ صلح ہے رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین دونوں مین ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ و سیجئ اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ہم صلح بلا قبول اُسوقت تمام ہو گی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مین نے اسپر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہین اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی و شرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر ماذون کی جانب سے اگر اُسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع نہین نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اُس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہون تو صلح جائز نہین ہے اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے کے کچھ حاصل نہین اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو نہ نفع اُسکی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اُسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اُسکی مثال یہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے کہ یہ جائز ہے اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہے و صح من عبد ماذون و مکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح مین نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اُسکو شامل رہتا جسمین نہ نفع ہے نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح و شرط ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گھر مین اپنے حق ہونے کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوے کیا اور دونون نے اُسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوے ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر و کون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہے کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اُسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر ہم حق سے مراد یہ ہے کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوے کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اُسکا ہے زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اُسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہے اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہے جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر الصلح جائز نہین اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہے لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ و بینہ بقولہ کحق شفعۃ و حد قذف و کفالۃ بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ اُسی قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف

اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بجہت اُس شفع کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہو کسی شی پر اس شرط پر
کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہو اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہو ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو
بمقابلہ اُسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہو حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز
ہو اور یہ عبارت ہو بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہو اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اُسمین حق العبد ہو لیکن حق اللہ اُسمین غالب ہو اور ملحق بالمعدوم ہو اور
اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اُسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اُسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہو اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل المرفع الحاکم اور باطل ہوتا ہی صلح
سے اول وثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہو جاتی ہو صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لاحد زنی
وشرب مطلقا صلح صحیح نہیں حد زنا اور شراب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اُسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے
دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اُسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تا کہ وہ معاف کردے تو یہ باطل ہو اور عفو کرنا اُسکا باطل ہو اور حاکم شارب الخمر
سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہیں اور اُسکا پھیر دینا چاہیئے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول
من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علے ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا
یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہو مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اُس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہو مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہو انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اُسکا ترجمہ نہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قول المدعی علیہ لانہ کالبیع بحر اور اگر مدعا بہ اُس قسم سے ہو کہ متعین ہو جاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہو
اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہو ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہو اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ
مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اُسکا یعنی اثر مترتب
صلح کا واقع ہونا برارت کا ہو دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہو مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہو مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ
مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہو اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہو وہو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار
اور صلح صحیح ہو مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہو بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہو کہ ہر صلح جائز ہو
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہراوے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہو اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین
جو حرام کو حلال کردے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رؤیۃ و
شرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہو اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ
شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب ہوگا
اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اُسمین مدعی عیب پاوے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہو اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہو اور یہی حکم ہو مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہو

ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لاجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہی یعنی مدعا علیہ کے ذمہ سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتشترط القدرۃ علی تسلیط البدل اور شرط ہی قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر حلبی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہی اسکا عطف یسقط پر صحیح نہین انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہین فما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل رجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اُسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فشرط التوقیت ان احتیج الیہ والا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہین تو نہین کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہی اجیر خاص مین چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک مین حاجت توقیت کی نہین چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہی صلح دونون مین سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہی اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی مین صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہی محمدؒ کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال وبمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ کحکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہی اجارے کا ہم درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت کے جائز نہین اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہین اسیطرح صلح بھی جائز نہین کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونون قسمین یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہی مدعی کے حق مین اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہی دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق مین ہم مدعی کے حق مین معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان مین اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق مین بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او انکار اور اسوقت مین تو شفعہ نہین اُس صلح مین جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اُسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہی کہ مین نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اُسکا گمان نہین کہ مین نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اُسکو لازم نہین کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیۃ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہوجائے اثبات دعوے مین اور اپنے مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوے کے گواہ ہون گو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہون اور قسم کے

شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشرنبلالیہ **وتجب فی صلح** وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عن المال فیواخذہ بزعمہ اور شفعہ واجب ہے اُس صلح مین کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اُسکے گمان کے ہم یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اُسمین شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی **وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ** فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اسکے ہاتھ مین باقی رہے بلا خصومت احدے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لے گا کذا فی الدرر **وما استحق من البدل رجع الی الدعوی** فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوے کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے

ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اُ موقت ہے جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیر لے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے وہلاک البدل کلا او بعضا **قبل التسلیم** لہ ای للمدعی کاستحقاقہ **فکذلک فی الفصلین** ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اُسیطرح دونوں فصلون مین یعنی صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھیر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی مین رہیگی کذا فی المنح وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہے بتعیین ہے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیر لے مدعا علیہ سے کذا فی العینی

الخ من کذا النسخ المتن والشرح وصوابہ **علی بعض** ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی **لم یصح** لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اُسکا حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوے مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یون تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ وحیلۃ صحتہ ما ذکرہ **بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل** فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر مین باقی رہا اُسکے عوض وہین درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاے باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوے مین ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابراکرو سے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی العزمیۃ للبزازیۃ وفی الجلالیۃ شیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہو مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہی صاحب اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو عزمیہ مین بزازیہ کی طرف اور جلالیہ مین شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایۃ ٹھہرایا ہی ھم ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہی برارت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہی کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہ اسکو مقتضی ہی کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ

قول مین دیا ہی وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ یبطل الابراء عن دعوے الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہی مطلب اسکا یہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہی اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہین ہوجاتے ہین اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جنسے ابرا کرچکا ہی پاجاے تو اسکو انکا لینا جائز ہی لیکن اسکا قاضی کے حکم مین دعوی مسموع نہوگا ھم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا یبطل الابراء عن الاعیان اور دعوے الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان سے ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہوگا ۔۔ جواب یہ ہی کہ بطلان برارت عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہین ہوجاتے ہین تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہی اگر پاجاے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہین ہی کہ مدعی کو اعیان کا دعوے کرنا بعد الابرا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرا عن

دعوے الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہی اور مدعا علیہ بری الذمہ ہوجائیگا باقی دین سے یعنے قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین مین ہی اور اسکو ہمنے شرح ملتقی مین محقق بیان کیا ہی ھم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہی کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہی اور وہ تو بلا خلاف مطلقاً صحیح ہی یا متعلق بنفس اعیان ہی تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہون تو بھی ابرا صحیح ہی دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہون تو برارت عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ اسکے تاوان سے برات صحیح ہی اگر ہلاک ہوجائین تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ انپر ضمان نہین الا تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہون تو برارت صحیح نہین دیانۃً یعنی کہ جب مالک انکو پاجائے تو انکو لے مگر قضاءً برارت صحیح ہی ھم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برارت کے نہ سنیگا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہی صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہی جیسے صلح مستاجر سے جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہی منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوے الرق اور صلح صحیح ہی دعوی رق سے ھم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور اس نے کچھ مال پر صلح کی تو صحیح ہی وکان عتقا علے مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہون سے

کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ مین کہتا ہون اور بعد صلح کے گواہون سے مدعا علیہ پھیر کر غلام نہوجائے گا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیئے وعن دعوی الزوج النکاح علے غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہی دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوے کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہی اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا والطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہریگا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوے نکاح مین کاذب ہوگا مع عدم حلت بدل اس مسئلہ مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کا ذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحل لہا الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المراۃ فصالحہا لم یصح وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوے کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبے اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار مین وان قتل العبد الماذون لہ رجلا عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہین تو یہ صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کرلی اولیاے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خریدکرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے اسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے والصلح عن المغصوب الہالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہے امام رح کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشئی کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو عتق موسر عبدا مشترکا فصالحہ الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فتبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ المغصوب اتفاقا لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع اقرار باکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

اسمین ثلث اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطا کذلک لا تصح الزیادۃ لان
الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتے لو صالح بغیر مقادیرہا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسی طرح یعنے اگرچہ خطا نفس مین ہو
اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعاً معین اور مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی جس طرح سے
ہو خواہ کم خواہ زیادہ تاکہ افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ م خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار
دینار یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کرنا باطل ہی صلح کے مثلاً دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا بیس ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین
جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر اور اسباب پر بشرط اتحاد
مجلس جائز ہی وبتعیین القاضی احد ہا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری
جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنے اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلاً
دو سو دینار پر یا بیس ہزار درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اسکے مغایر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو
حمل علی المعاوضۃ ممکن ہو گیا کذا فی المنح ولو صالح علی خمر فسد فیلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی
تو اسپر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد مین بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے کذا فی الاختیار وکل زید عمرا بالصلح
عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل وموزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد
کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر منجملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ
وہ اسقاط ہی یعنے اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ عاقد م یہ اُس صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل
کی طرف سے صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ آخذ ہی تو اُسکو یون نہین کہہ سکتے کہ بدل صلح اُسکو دینا لازم ہی اور اسی طرح مسئلہ دین مین
مدعی کی طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہی تو بدل صلح اُسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا وعلی بعض دین مدعیہ علیہ
آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ
وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض
مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہی یعنی اور بیع مین وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے
ہین اما اذا کان عن انکار فلا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقاً لازم نہین کذا فی البحر والدرر
م مطلقاً وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اُسکے غیر مین کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن
المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ہذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ مصالحہ کیا
فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اُسکے امر کے تو صلح صحیح ہی اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے
یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کر کے کہ صلح کرتا ہون اسپر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی
متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہوگا کذا فی عزمی زادہ م اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہی
کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہی والا یسلم فی الصورۃ
الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ

صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہی اور اسکو بدل صلح لازم ہی اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہی والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور
خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہی یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو
اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہی اور فضولی کو بدل لازم ہی اور وہ متبرع ہی اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہی ورنہ تو عورت کی
اجازت پر موقوف ہی ادعی وقفیتہ دار ولا بینة له فصالحه المنکر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب
لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوے کیا اور مدعی کے گواہ نہین پھر مدعا علیہ منکر وقف نے دفع خصومت کے واسطے
اس سے صلح کر لی تو جائز ہی اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہی بشرطیکہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہی کہ
بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہی اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری
صلح باطل ہی ہم صلح ثانی اسوقت باطل ہی کہ علی سبیل الاسقاط ہوا و جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہی اور
اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد
نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہی ہم مسئلہ نکاح خلافی ہی جامع الفصولین مین ہی ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اس سے نکاح
دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور منیہ مین ہی کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا
تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیة الاشباہ للحموی اور صلح بعد شرا کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ
گھر میری ملک ہی سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہی بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہی پھر دعوی اور صلح بعد اسکے
صریح تناقض ہی جامع الفصولین مین ہی کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہی اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی
باطل الا فی ثلث مذکورة فی بیوع الاشباہ الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہی کہ جو عقد کہ دوسری بار
منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہی مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور
عقد اجارہ تو انکی طرف مراجعت کرنا چاہیے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ
نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغائر ہو اسطرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے
برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارة علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیه بینة بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبله ای قبل الصلح
لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحة مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے
کہ میرا کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہی صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ
ملاحقہ کے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہی اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعده ما کان لی قبله قبل المدعی علیه حق بطل الصلح بحر قال المصنف
وہو مفید لاطلاق العمادیة اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ
بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہی ہم عمادیہ کی عبارت یہ ہی ادعی بکر فصالحه ثم ظهر بعده ان لا شئ علیه بطل الصلح انتہی
یعنی بکر نے دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہی تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین
یہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہی نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
دعوی البزازیة لو ادعی الملک بجهة اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوے سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض للبطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہی کہ بطلان صلح اسوقت
ہی جبکہ ملک اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پھر دعوی کرے
کہ میرا حق ہی بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہی تو اسمین
کچھ اشکال نہین او الصلح عن الدعوی الفاسدة یصح وعن الباطلة لا والفاسدة ما یمکن تصحیحها بحر اور صلح کرنا دعوے فاسدہ سے صحیح اور دعوی
باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر مترجم دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوے برفع تناقض
ہو سکتا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے ہے تو باطلہ رہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہی دعوی حد سے اور دعوی اجرت
نائحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وحرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدة فاسد الا فی دعوی مجهول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین
تحریر کی ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر
وہی ہی جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسد سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہی کہ علمائے خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہی کہ
جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہی چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہی انتہی وقیل اشتراط
صحة الدعوی لصحة الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعة آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق
کما مر فراجعه اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہی مطلقاً خواہ اُسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی
کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعة نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق
مین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اُسکی طرف مراجعت کر مترجم طحطاوی نے کہا تجکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعة نے جو اسکی دلیل پکڑی ہی کہ جب حق
مجہول کا ایک گھر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہی سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح ہی اسواسطے کہ اس دعوی
کی تصحیح حق مجہول معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہی وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة وحق وضع الجذوع علی الاصح اور
صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح مترجم شرب کی مراد عبارت ہی پانی لینے کی باری سے
سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہی کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہین ہی کہ اسکا معاوضہ درست ہو
اور یہان مراد یہ ہی کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہی دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو درصورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے لان الاصل انه متی
توجهت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراهم جاز حتی فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب در اور حقوق مذکورہ کے دعاوی
سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہی کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق مین ہو سو اُسنے یمین کے بدلے درم دیلیے تو جائز ہی یہان تک کہ دعوی
تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہی کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدر مترجم دعوی تعزیر کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
کہ اسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اُسنے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہی اور دعوی نسب کی
یہ صورت ہی کہ مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہی اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی النسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین الصلح ان کان
بمعنی المعاوضة بان کان عن دین بعین ینتقض بنقضهما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح
ٹوٹ جاتی ہی دونون کے توڑ لینے سے یعنے متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعناها ای المعاوضة بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا تصح اقالته والنقضه لان الساقط لا یعود قنیه. وصیرفیة فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی استیفاے بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو

تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیہ والصیرفیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار
علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الہلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث
سراجیہ اور اگر گھر کے دعوے سے صلح کی اسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمون کے دینے پر کھیتیون کے کاٹنے تک
یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوے ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینون صورتون مین کذا فی السراجیہ قید بعدم دعوی الہلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوے ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا و مصالحہ
کرنے قبل قسم کہانے کے تو صلح صحیح ہی اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعاعلیہ
کے قسم کہانے کے بعد صحیح ہی تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاسے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہی تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نہ کرے
ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا تقبل
اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوے پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوے مین یتیم کے مال سے مدعاعلیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے
صلح کی ہو مدعاعلیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب یمینہ لا
یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعاعلیہ سے قسم طلب کیجاے تو قسم
نہ لیجائے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغۂ مجہول ہی یعنے اگر وصی بعد صلح کے مدعاعلیہ سے قسم چاہیے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم
نہ لیجائے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا اجزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیہ وحکاہما فی القنیہ مقدما للاول اور
دوسرا قول یہ ہی کہ صلح بعد حلف مدعاعلیہ صحیح نہیں یقین کیا ہی اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور
دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ہم قول ثانی یعنے عدم صحت صاحبین رح کا قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہی اور قول
اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم
المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوے سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوے سے یعنے مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین
کے نزدیک اور علماے متاخرین اُنکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال
فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اسکی یہ ہی
کہ صلح عن الدعوے یا ابراء عن الدعوے سے قطع نزاع مقصود ہی تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت حق کا
مقتضی ہی صالح عن عیب او دین فظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ و درر صلح کی بایع کے عیب سے یا مدیون نے
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہوگیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیر دے جسکو اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ فی الدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہی دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعاعلیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہی اور
باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہی بیاج کے سبب سے یعنے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے
اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہی وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ او سوقت
مین یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہی ہزار بلامدت سے سو

بلا مدت پر ہم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہی جسقدر پر صلح واقع ہوا ور در حقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہی اور یہ مثال فقط اسقاط
بعض حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر ہم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہی وعن الف جیاد علی مائۃ
زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہی ولا یصح عن دراہم علی
دنانیر مؤجلۃ بعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ
جائز نہوگا ہم لینے دینار حق کی جنس نہین ہی کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو مدت صحیح نہوگی او عن الف
موجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے
مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مدانیہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی
بخلاف صلح مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفہ بیضا والاصل ان الاحسان
ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان اگر دائن کی
طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی ہم دائن کا یہ احسان کہ اسپر صلح
کرے جو اسکے حق سے کمتر ہی مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن او مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ
سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اسمین جاری ہوگا تو اگر
بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ ادالی خمس مائۃ غدا من الف لے علیک
علی انک بری من النصف الباقی فقبل فادی فیہ بری وان لم یودہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے
اپنے مدیون سے کہا کہ ادا کر میرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے تجھپر ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہوجاے گا نصف باقی سے سو مدیون
نے قبول کیا اور اُسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اُسکا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا
بسبب فوت ہونے شرط کی تقئید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہی ملفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی برارت
مین تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی و وجوہہا خمسۃ احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین
ایک اُنہین سے یہی صورت ہی جو مذکور ہوچکی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اسواسطے کہ
وہ مطلق ابرا ہی ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا
تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراے مطلق ہی یہ ابراے مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ
مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو برارت مقید با دا نہ ہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا وہو بری
مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول کما قال لانہ صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہی
او راسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اُسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے
بری ہی اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل نہ دے تو تمام اُسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول مین
برارت کی صریحاً تقیید ہی ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب دین
اسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد

اولا بدایۃ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہی سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی ازنصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ **والخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی لایصح الابراء لما تقرران تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ** اور پانچوین صورت یہ ہی کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہی کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہی ہم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہی باقی سے تو صحیح نہین اسواسطے کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہین اور تملیک تعلیق کے منافی ہی تو ہمنے دونون معنون کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہی تو ابرا صحیح ہو کذا فی شرح الوقایہ بتوضیح **وان قال المدیون لآخر سرا لا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ** اور اگر مدیون نے دوسرے یعنے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر ندے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نہ کرڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہی صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہین جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہین کرسکتا اور بعد کم کرڈالنے کے پورا دین نہین لے سکتا کذا فی المنح **ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال** یہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے ہم اعلان سے مراد یہ ہی کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہین کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہین اور اعلان مین پورا دین اسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کردیگا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہی اخفا سے **ولو ادعی الفا وجحد فقال اقرلی بہا علے ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علے ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ** اور اگر دائن نے ہزار کا دعوے کیا اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین ہزار سے سو کم کرڈالونگا تو کم کرڈالنا صحیح ہی بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہی **ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط مجتبے** اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کرڈالون پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی نہ کم کرڈالنا کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ابرا شرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمین تعلیق معنوی ہی نہ صریح **الدین المشترک بسبب متحد کثمن**

مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احد ہما شیئا منہ شارک الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ مشترک ہی دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنے دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم ثمن مبیع شامل ہی اس صورت کو جبکہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوضے مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہی اور شرکت مین یہ ضرور ہی کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

سو درم ہیں اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص اُنمین سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اُسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ یا یعین جب کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی مختصرًا وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اُسوقت ہین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر دوسرا شریک اُس کپڑے کا آدھا لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضمانی کردے تو اب اُسکا حق
نہ رہیگا کپڑے مین ہم مثلًا اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا
شریک نصف کپڑا لیگا اور ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نہ رہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ واتبع غریمہ فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نہ کیا بلکہ بقدر نصف
دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر
بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح پر
مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اُسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور
جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے ربع دین کو نہ پھیرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرتا ہی نہ قبض کرتا یعنے
اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہی نہ اتلاف مین وکذا الحکم ان کان للمدیون علے احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتے وقعت المقاصۃ
بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہی اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اُسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہی نہ قابض ہم
اور مشارکت مقبوض مین ثابت ہوتی ہی نہ ادا سے دین مین دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک
شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اُسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن بعض قسم
الباقی علے سہامہ اور اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کر دے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا ہم مثلًا اگر
دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک
ساکت کو دس درم کا ومثلہ المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہی ہم مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے
اور پانچ درم مجرا ہو گئے اُسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہی ہم امام رح کے نزدیک تاجیل
احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہی اور محمد رح سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور
ابو یوسف رح کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ
لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہی دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور
وہ اُسکے پاس ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اُسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے
نکاح کیا اپنے حصے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت مین یہ اتلاف ہی تو شریک ثانی اُسمین رجوع نہین کر سکتا اور جنایت عمد کی
صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم اموال ہی

توجنابت خطا کی صلح مین قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلة اختصاصه بما قبض ان یهبه الغریم قدر دینه ثم یبرئه اور تقبضه شریک کے اختصاص کا
حیلہ یہ ہی کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے ھم مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم
ہی کہ تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت
نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہی نہ دین او یبیعه بکف من تمر مثلاً ثم یبرئه ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکة یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے
بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنے جسقدر اُسکا حصہ ہی اتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور
ہوچکا کتاب الشرکة مین یعنے اگر اُسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درم
اُسکو دیگا وہ ثمن بیع ٹھہریگا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبه علی ما دفع من راس المال فان اجازه
الشریک الآخر نفذ علیهما وان رده رد لان فیه قسمة الدین قبل قبضه وانه باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے
سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائے گی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہی قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہی
ص یعنے جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہی اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس
من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امام رح اور محمد رح کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی
کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا
تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضا شریک ثانی صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کیجیے تو لازم آتی ہی
قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدر بتصرف و توضیح نعم لو کان شرکتی
مفاوضة جاز مطلقا بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہی کذا فی البحر ص طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہی کہ جاز
ولو فی الجمیع یعنے صلح جائز ہی اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنے جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جب کہ وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہی

فصل فی التخارج یہ فصل ہی تخارج کے احکام مین ص تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث اسپر اتفاق کرین کہ مثلاً ایک
وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثة احدهم عن الترکة وهی عرض او هی عقار بمال اعطوه له او اخرجوه
عن ترکة هی ذهب بفضة دفعوها له او علی العکس او عن نقدین بهما صح فی الکل صرفا للجنس بخلاف جنسه خارج کر دیا وارثون نے ایک
وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہی بعوض اُس مال کے جو اُنھون نے اُسکو دیا یا وارثون نے اُسکو نکالا اُس متروکہ
سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اُنھون نے اُسکو دیدیا یا بالعکس اُسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا
چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہی جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہی تخارج
عن النقدین بالنقدین کی قلّ ما اعطوه او کثر لکن بشرط التقابض فیما هو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت
تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو بمنزلہ عقد صرف کے ہی یعنے اگر چاندی سونے کا تخارج ہی چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا
شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجه عن نقدین وغیرهما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی له اکثر من حصته
من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہین مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہو وہ زیادہ ہو اسکے حصے سے اُس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو ہم یعنے اگر متروکہ مین درہم اور
اسباب ہوا اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درہم ہوتے ہون تو عوض اُسکا دس درہم سے زیادہ واجب ہی تاکہ دس درہم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جاوین
اور باقی درہم باقی متروکہ مثلاً درہم کے مقابلے مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی
سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو
اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہی سود کے
نہونے سے وکذا لو انکر وارثتہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقا صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اُسکی میراث کے
اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دین بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط
ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور
حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا
مالک کرنا باطل ہی ہم جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک
دین کی باطل ہی مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہی ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین
ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر کو کہین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہی اگر
وارث شرط کرین صلح مین ابراء مدیون کا مصالح کے حصے دین سے یعنے جتنا حصہ ہی مصالح کا دین مین اُسکو وہ معاف کر دے تو صحیح ہی اسواسطے کہ
اس ابراء مین مالک کرنا ہی دین کا اُسکو جسپر دین ہی اور یہ صحیح ہی تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے ہم اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ
یہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہوگیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ
ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اُنکے جانب سے اور مصالح
اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلا دے مدیونون سے ہم اسوجہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی اسواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی الصدر
الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کرین مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہی اور مصالح وارثون کو بابت قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کرلین اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلون سے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہی ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی والاوجہ
ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ حیلہ یعنے آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہ ہی کہ ورثہ مصالح
کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم
اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی مرح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل او موزون
متعلق بالصلح اختلاف قال الصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اور اُسمین دین نہین اُسکے
صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر اختلاف ہی اور قول صحیح صحت صلح کا ہی کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہۃ الشبہہ
کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہی ہم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اسکے معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر

صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبہہ
ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکے مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر انکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل صلح
سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہۃ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل
الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلے الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہم جنس نہین تو صلح
جائز ہی اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ
من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضے الے المنازعۃ لقیامہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز ما لم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الے
التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ جہالت اسکی موجب نزاع
نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک
کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ
یہان تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک
وارث سے انکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکے
کے مالک نہین جو انمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت مین صلح
و قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ہم تقیید براءت مین شارح مصنف کا
تابع ہو گیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکۃ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے
سوائے ترکے کے یعنے وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم
قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے مین جسکو
دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح
لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور
قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
ہم استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ
ترکے کا ہر جزء مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم
بین الباقی علے السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے
تو اسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر ہو وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا ہی وان
کان المعطے مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر دیا ہوا مال اسمین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

انمین خارج کا حصہ تسمت ہوگا وقیدہ الخصاف بکونہ عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنے جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہی مطلقاً خواہ ترکے سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خریدکیا اور تساوی ظاہر نہین مگر جبکہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدہم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دینا ام لا فالصک صحیح وکذا لو لم یذکرہ فے الفتوے فیفتی بالصحۃ ویحمل علی وجود شرائطہا مجمع الفتاوے اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فے مجمع الفتاوی یعنے نفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی لہ بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناہ من مسئلۃ التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی ان احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلے سے یعنے جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا ای الورثۃ احدہم وخرج من بینہم ثم ظہر للمیت دین او عین لم یعلموا ہل یکون ذلک داخلا فے الصلح المذکورۃ قولان اشہرہما لا بل بین الکل والقولان حکاہما فے الخانیۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فے اول فتاواہ انہ لقدم ما ہو الاشہر فکان ہو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر یہ کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہی وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین یہ ہی کہ البتہ وہی صحیح تر قول ہی اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوہبانیۃ شعر وفی مال طفل بالشہود فلم یجز + وما یدعی خصم ولا بینور + اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اس مال مین جو گواہون سے ثابت ہی جائز نہین اور صلح جائز نہین اسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن نہ کرے ھم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی + وصح علے الابراء من کل عائب + اور صحیح ہی صلح ابراء پر ہر عیب سے ھم یعنے مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اسی طرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی + ولو زال عیب عنہ صالح یہدر + اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی ھم یعنے اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی + ومن قال ان تحلف فتبرا فلم یجز + اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھالے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہین چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجائے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی + ولو مدع[۱] کالاجنبی بصوح

[۱] لہ ولو ادعی کالاجنبی جزا للشبہ ای یحذو و فی الیمین ای اذا کرہ المدعی علیہ حنفی والمدعی کالاجنبی حال کونہ بصورۃ کذا فی الطحطاوی ۱۲

اگر یہ مدعی قسم کھانے تو صلح باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہین صورت مذکورہ مین صرف مدعی کی قسم کی یہ صورت ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجہپر ہی تو صلح باطل ہی اور مال لازم نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم الغفور

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام مین ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین پر پھرنے سے ہم اسس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہی نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہین اسواسطے کہ قرض بمعنی قطع ہی اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہی کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعًا مضاربت شرکت نفع المنفعۃ کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اُنسے تجارت کرے اور نفع مین دونون شریک ہین اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع مین مضاربت کہتے ہین اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہی ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہی ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ مین نے یہ مال تجکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اُسمین سے تیرا اتنا حصہ یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ مین یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اُسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن بانظار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہی شروع مین ہم مضاربت ابتدا مین ایداع اُسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہی بر وجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہی بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال مین مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہی کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایکدرم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اُس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونون مین برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمین نفع بقدر مال کے لازم نہین اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائیگی اور مفسد اشتراط عمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نرہی بلکہ راس المال مین شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت توکیل ہی عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اُسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اسمین شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلاربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح اولا بلا زیادة علی المشروط خلافا لمحمد والثلثة اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہوجاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت مین نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ کیجاوے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ رحہم کے صم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربة فاسدة کشرطه لنفسه عشرة دراہم فلاشئ له فی مال الیتیم اذا عمل اشباه فهو استثناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہی مگر اس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت عمل سے صم یہان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہرچند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلاشئ سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدة لا ضمان فیها ایضا کصحیحة لانه امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہی اور امین ضمین نہین ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کله للمالک بضاعة فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنے یہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا ومع شرطه للعامل قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہی بواسطہ قلت ضرر قرض صم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والا لے نہ صاحب مال تو مضاربت نہین ہی قرض ہی اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہوسکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہی عین اور اسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا تصرف وشرطها امور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ا شرط راس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا سونا چاندی ۱۲ ۲ اسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکة شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب الشرکة مین صم تو مضاربت صحیح نہین مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہی اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہی جس سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنے دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنے اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار تعیین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار پر وکفت فیه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی صم صورت اشارہ یہ ہی کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور انکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه والبینة للمالک اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہی واما المضاربة بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو جائز ہی اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی صم اسواسطے کہ

مضاربت غلام کی طرف مضاف نہین جو جائز نہو بلکہ اسکے ثمن کی طرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہی کذا فی الدرر و در یہ حیلہ ہی جواز مضاربت

فی العروض کا یعنے متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز

مجتبے چنانچہ یون کہا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہی (جسکے پاس ودیعت ہی) بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر

تو جائز ہی کذا فی المجتبے اور مستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت مین جائز ہوگی

جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنے از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا

کما بسطہ فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنے معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہی هم درر مین ہی عین

ہونا شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شروع مین اور جسپر دین ہی اسکا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین

مین جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا عین سے غرض مراد نہین بلکہ مراد معین ہونا ہی مسلما الی المضارب

لیمکنہ التصرف ور ان حالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو هم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے

ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال

بامر مضارب راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہی عمل پر نہ نقض مضاربت پر

بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہما من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ

اسمین دونون جانب سے عمل ہی وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا بیچ دونون کے شائع اور

عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی هم منفعت شائع مثلا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت

کی مشارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا النصف منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ

شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی نرہی وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہی

ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک هم حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہ ہی کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تیرا نصف نفع خواہ

ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کے واسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا کون نصیب

المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ او من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہی ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر

مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو

عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ

جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہی اور

عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنے جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا هم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے

اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر

خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب

اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اور اسکے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی

الاصل ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادہا لانہ ینکر زیادۃ یدعیہا

یعنے کل نفع کو مالک ثلث علاحدہ سے یعنی تینون ہو ودراہم علاحدہ کر کے ایک نہیں مین سے ایک ... ہو یا ایک گا اور ایک صورت مجہول نفع کی یعنی ہو سکتی ہی کہ یون سے کہ نفع مین سے ہم ... بیان کہ ایک شخص نفع کا نصف ... ہو یا ثلث اور ... کے ...

المضارب خانیہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہو مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہی
سوا دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع شرط ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہو اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہی مقبول اسواسطے
ہی کہ صاحب مال اُس زیادت کا منکر ہی جسکا مضارب دعوی کرتا ہی کذا فی الخانیہ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ مین ہی اسمین اشتباہ ہی
سو اُسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہی القول قول مدعی الصحة الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادة عشرة وقال المضارب الثلث فالقول المضارب
یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہی مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع شرط ہی تو مضارب کا
قول مقبول ہی انتہی الترجمة مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہی اسواسطے کہ مضارب اس
صورت مین مدعی صحت عقد ہی یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہی صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہی حالانکہ
اُسمین داخل ہی نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقة التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئة متعارفة اور مضارب
مالک ہی مضاربت مطلقہ یعنی اُس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ
ہم یہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ مین امانت نہ باقی رہے مدت
مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنیکا مالک ہی اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے
شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہی والسفر برا و بحرا ولو دفع لہ المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہی سفر کرنیکا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ
صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہی امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال
دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اُسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہی قول ظاہر کی دلیل یہ ہی کہ مضاربت مشتق ہی ضرب فی الارض سے تو مقتضا
لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہی والابضاع ای دفع المال بضاعة اور مالک ہی ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہونا ولو لرب المال والا تفسد بہ المضاربة کما یجی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اُسکو اختیار ہی اور اس دینے سے
مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارة والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا
او لیغرسہا جاز ظہیریة اور مضارب مالک ہی کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنے خالی زمین کا تا اسمین کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہی کذا فی الظہیریة والاحتیال ای قبول الحوالة بالثمن مطلقا
علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنع التجار اور مالک ہی احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگدست پر اسواسطے کہ
وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے
دستور العمل سے ہی لا یملک المضاربة والشرکة والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برایک اذ الشئ لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے
شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یون کہنے سے کہ عمل کر
اپنی تجویز اور رائے کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہی ہم عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی
علت ہی نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اذ الشئ لا یتضمن مثلہ والاعلی منہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اس صورت
مین جائز نہین جبکہ اُس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانة وان قیل لہ ذلک ای اعمل برایک
لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم مالم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ اُدھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اُس سے کہا گیا ہو

یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونوں تجار کے دستور العمل سے نہیں ہیں تو تعمیم قول مذکور میں داخل نہوگی جب تک مالک ان دونوں پر تصریح نہ کردے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجکو قرض دینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں و درر میں ہے استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ ترثمن پر خریدا کرے وان استدان

شرکۃ وجوہ حینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فہو متطوع لانہ لا یملک الاستدانۃ بہذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت میں تو اگر مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو ولایا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہیں م سراجیہ میں ہے صورت استدانت یہ ہے کہ دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر انکی باربرداری یا شوب یا چیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو استیجار سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب عقد کرنیوالا اپنے لیے ۱۲ بنفس متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشاء فحکمہ کصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھولاویگا تو اسکا حکم کپڑا رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اسقدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالہا اور ہوگا مضارب کے واسطے اسکے رنگ کی قیمت کا حصہ بشرطیکہ اسکے بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضارب کے مال میں م مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو راس المال سے اور اب اسکا ثمن بدون رنگ کے سات روپے ہوگیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب میں دو روپے لیگا اور صاحب مال ایک روپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نرہا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لیما ان السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہو چکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد ما لم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجی اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس شخص کا جسکو مالک نے معین کردیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہیں ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا م تخالف امور مذکورہ میں اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جسطرح اسنے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی فائدے سے نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قیدنا بالمفید لان

غیر مفید لایعتبر اصلا کنهیه عن بیع الحال قید لگائی ہے نے تنبیہ مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں جیسا نچہ منع کردینا صاحب مال کا بیع مال یعنی بیع معجل سے ولا المفید فی الجملة کسوق من مصر ان صرح بالنہی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملة مفید ہو جیسا نچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی مصرح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفة و کان ذلک الشراء له پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنے شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید بخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی یعنی تو اسکے نفع و نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کے مال پر بدون اسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیه حتی عاد لا وفاق عادت المضاربة اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نہ کیا یہان تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائیگی یہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کردیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہوگیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہوگیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اسکے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جزو کو کل کے ساتھ قیاس کرکے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک تزویج قن من مالها اور مضارب مالک نہیں نکاح کردینے اس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابة او یمین اور مضارب مالک نہیں اس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانه یملک ذلک عند عدم القرینة المقیدة للوکالة کاشتر لی عبدا ابیعه او استخدمه او جارية اطاها برخلاف خرید کرنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اس مملوک کے خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر آزاد ہو جاوے جبکہ قرینہ مخصص وکالت نہو جیسا نچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر جسکو میں بیچوں یا اس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں ہم تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہیے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من یعتق علیه ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ہنا ان یکون قیمة هذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسط العینی فلیحفظ اور مضارب اس غلام کے خرید کرنیکا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو تنفع سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اس غلام کی قیمت اکثر ہو راس المال سے جیسا نچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال ایک ہزار تھا پھر دس ہزار ہوگیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اسپر آزاد نہوگا انتہی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منهما وقع الشراء [illegible]ارب نے اس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوئی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضارب تاوان دے دونون صورتون میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اسپر سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربة اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے واسطے خرید صحیح ہوگی یہ متعلق ہے اس صورت کے ساتھ جبکہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظهر الربح بزیادة قیمته بعد الشراء عتق حظه ولم یضمن نصیب

المالک لتعذر الابتداء وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خریدنے کے تو بقدر حصہ مضارب
غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام ادا کرنے قیمت میں بقدر
حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہوگیا بلا صنعت مضارب بلکہ
بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد
او لا نظر فیہ للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو خرید عاقد پر
نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمیں منفعت صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ وصی مراد ہے تعلیل شارح کی خاص ہے اور شریک میں وہ منفعت ہے جو مضارب میں مذکور
ہو چکی یعنی عدم حصول نفع شریک والماذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما یعنی اور
عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہیں تو آزاد نہوگا بخلاف
صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک
آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ الفا
الفا ونصفہ ای خمسمایۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب کے پاس ہزار درہم ہیں نصف منفعت پر اسنے ایک لونڈی خریدی
سو وہ جنی لینے بعد فرصت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت
میں پھر قیمت اسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے
نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر
نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے
کذا فی الزیلعی فیستسعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو
درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کردے ہم ہزار راس المال کی بابت سے اور ڈھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے و
لرب المال بعد قبضہ الالف من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد
قبض کرلینے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونیکا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے
مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے یا اسواسطے کہ
لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اسمیں مضارب
کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہ تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب
نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتہا الفا
ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا استسعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی
ام ولد ہو جائیگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہوا اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت
نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب میں مالداری کی
قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا تاوان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

اسپر کہ کام ولی پر سعایت نہیں کیونکہ حق مالک کے ساقط ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک راس المال نہ لیگا تب تک لڑ رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو دوسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے ناقدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کرچکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہوا ہو یا نہ ہوا بظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جبکہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اسمیں اور مالک میں مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال تلف ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا الا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کردیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کرکے فان عمل ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح والاضمن لیس لہ ذلک بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو جائز نہیں کذا فی البحر یعنے اسواسطے کہ مال عمل سے بغصب ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو مالک کے واسطے نصف نفع ہے موجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹا حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب فالمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہے یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا اصل مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں الا سوائے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجھکو نفع ہوا در مانند اسکے ہم

چنانچہ یون کہا کہ جو تجھپر خدا فضل وکرم کرے یا جو تجکو میسر ہو تو ثانی کو تہائی نفع ہی اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث واقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول مین آدھون آدھ ہوگا ولو قال لہ مارحبت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یربح سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہی اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہی اور مالک اور مضارب اول باقی مین برابر ہین اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہین پایا ولو قیل مارزق اللہ فلی نصفہ او ماکان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی کذلک ولاشیٔ للاول لجعلہ مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجکو اللہ تعالی روزی دے تو اسکا نصف میرا ہی یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہی سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہی اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہی اور مضارب ثانی کو کچھ نہین بسبب اسکے کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسنے مضارب ثانی کے واسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہی تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دیگا یعنی کہ دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہی حصہ توضیح مسئلہ یہ ہی کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو نفع ملے وہ مجھ مین اور تجھ مین نصفا نصف ہی سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہی دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہو گئی ہی وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ہنا غلط فاجتنب اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک نے غلام کے واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہی اور قید نہین مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم مین برابر ہین اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہی اور قول مذکور ایسا ہو گیا گویا مضارب نے مولی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اسیطرح یہ مسئلہ مصرح ہی اکثر کتب فقہ مین اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح مین یہان غلط واقع ہوا ہی سو اس سے اجتناب کیجیو ھم متن کے ایک نسخہ مین اسطرح دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ والعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہی کہ چار تہائیان مجتمع نہین ہوتی ہین اور مسئلے مین مضارب ثانی کا وجود بھی نہین اور شرح کی عبارت یہ ہی علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل لیصح الشرط ویکون لسیدہ وان لم یشترط لایجوز انتہی حق یہ ہی کہ لایجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہین کذا فی الطحطاوی ولو عقدہا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ دین لانہ کاشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولے کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمین عمل کرنا شرط ہی مالک پر والا صح لانہ حینئذ لایملک کسبہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ویسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہی اسواسطے کہ اسوقت مین مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہین اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہی اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہی تو مانع ہوگا صحت عقد کا اصل یعنے مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہی اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہین اور یہی علت ہی مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ مین وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ اور اسی طرح

مانع صحت عقد ہو عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا
تو عقد صحیح ہو چنانچہ صحیح ہو اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ ہم وجہ صحت یہ ہو کہ مکاتب اپنے مکسوبات مین احرار کے مانند ہو پھر اگر عاجز ہو یا ادے بدل
کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد
ولم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کے واسطے یا حج کے واسطے یا گردنون کو چھڑانے کے واسطے یا مضارب کی عورت
کے واسطے یا اسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہو اور شرط صحیح نہین اور نفع مشروط صاحب مال کا ہو نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کے واسطے
اشتراط نفع اس صورت مین غیر صحیح ہو جبکہ انکا عمل شرط نہوا اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہو اور مشروط انہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب
مضارب ہوگئے عمل شرط کرلینے سے اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعودہ ہو جسکا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہو اور اجانب کا اس تقریر سے
معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہو کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء ہ لنفسہ
او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لیے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب
مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہو اور اگر اپنے مالک کے واسطے نچاہے اسطرحپر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہین کیا و متی شرط
البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اسپر اسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہو اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنی
تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن ذکر القہستانی انہ یصح مطلقا والمشروط للاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ
قتنبہ مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہو کہ عقد مضاربت صحیح ہو مطلقًا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہوا اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل مشروط ہوا اور اگر
اسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہو اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہو برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جبکہ یہ ثابت ہو کہ اول
کو عقد مضاربت ہر صورت صحیح ہو اور نفع اجنبی کے واسطے شرط اسکے عمل کے صحیح ہو تو اس استدراک کی کیا وجہ ہو اور برجندی کا کلام غلام مین ہو نہ اجنبی مین چنانچہ شارح
ملتقی سے معلوم ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون للمشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مضارب
یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہو اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہو اور یہ ایسے مضارب و مالک پر لازم نہ کیا جایگا نفع مذکور کا اسکے دین والون کو
کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لکونہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہو مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہوجاتی ہو
موکل یا وکیل کی موت سے وکذا القتالۃ و بحجر یطرأ علی احدہما و بجنون احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہو ایک کے قتل ہوجانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا
مضارب طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے کذا فی قہستانی ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہو جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف مین داخل تھا لیکن
شارح نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسمین اطباق کی قید لگا وے وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ مین ہو کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش
ہو یعنی اسباب ہو نقد نہین تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے ہم اور قول اصح یہ ہو کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونون کو بیع مین اختیار ہو اور اگر مضارب کا کوئی وصی
نہو تو فقط مالک مختار ہو یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع مین دخل کرے پھر جب مال نقد ہوجاوے تو مالک اپنا راس مال
اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اسکے وارث لین کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال والمال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عرضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف
فلہ بیعہ بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہو تو مضاربت باطل ہو حق تصرف مین یعنے مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہین کرسکتا
اور اگر مال عرض ہو نہ نقد تو مضاربت باطل ہو حق مسافرت مین یعنی مضارب اس اسباب کو سفر مین نہین لیجا سکتا تو اسکو وطن مین اسکا بیچنا عرض اور نقد سے
جائز ہو ہم اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو مضارب کا

خرچ اسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال تلف ہوگا راہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی **و بالحکم بلحوق المالک مرتدا** اور مضاربت باطل ہی لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب مین جاملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب موت کے مانند ہی ولہذا اسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہی اور اسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہی کذا فی الزیلعی طحاوی ۱۲ **فان عاد ملحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا** حکم لحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہی اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایۃ **بخلاف الوکیل** لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہی اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین کرتی **ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا** اور اگر مضارب مرتد ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہی ہم امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہین اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہین مضاربت کے مال مین لہذا مضاربت بحال رہتی ہی **فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت** وما تصرف نافذ وعہدتہ علے المالک عند الامام پھر اگر مضارب مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہی نہ موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہی امام رح کے نزدیک کذا فی البحر **ولو ارتد المالک فقط** ای ولم یلحق **فتصرفہ** ای المضارب **موقوف** اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنے اور دار الحرب مین نہین جاملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہی ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہی مضاربت کے جمیع احکام مین **وردۃ المراۃ غیر معتبرۃ** ۱۲ اور مرتد ہونا عورت کا غیر مؤثر ہی بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دار الحرب مین ملحق ہوجاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکے املاک مین مؤثر نہین تو اسی طرح اسکے تصرف مین مؤثر نہین کذا فی المنح عن الجوہرہ **وینعزل بعزلہ** لانہ وکیل **ان علم بہ** بخبر رجلین مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہی مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہی بشرطیکہ مضارب معزول کو جانلے دو مردون کی خبر سے مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی ممیز کی خبر سے **والا** یعلم **لا** ینعزل اور اگر مضارب اپنے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا

فان علم بالعزل ولو حکما بموت المالک **ولو حکما والمال عروض** ہو بیانا کان خلاف جنس راس المال فالدراہم والدنانیر جنسان **باعہا ولو نسیئۃ وان نہاہ** عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا اسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہی عروض سے مراد یہان وہ ہی جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر مین دو جنسین ہین تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہوا ور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کردیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہی تو اگر راس المال دراہم ہون اور مضارب نے دنانیر خرید کیے ہون تو اسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس ذرر مین ہی کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہی نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہوسکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاے **ثم لا یتصرف فی ثمنہا** لانی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن مین اور نہ اس نقد مین جو ہمجنس راس المال کی ہو **ویبدل خلافہ بہ** استحسانا لوجوب ردجنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہمجنس راس المال کے اور تا کہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہی کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان مین یہ مبادلہ صحیح ہی اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہی کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہوسکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہی کہ نفع ظاہر تا مالک اور مضارب دونون اپنے حق مشروط کو پاوین **ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل لا تخصیص الاذن** لانہ عزل من وجہ نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنے جبتک مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہی کذا فی النہایہ **بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہا**

صحیح مو یہ بعض نسخہ مین بعد عبارت غیر معتبرۃ کے یہ عبارت زیادہ ہے ونہا لا تقبل بالتزم عقد بسبب انہا تلف فی نفسہا اور یہ سیاق عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے ۱۲

استحقہ بیع بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب
علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضاربت پر جبر ہوگا دیون کے اقتضا
کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ھم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ
اسواسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو
تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ربح لا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضا سے دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب
اسوقت میں متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں و یؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضائے دیون پر معین اور
مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنے اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے و حینئذ فالوکیل
بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمران بالتوکیل اور اسوقت میں جبکہ متبرع پر جبر علی الاقتضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے
مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے
تقاضائے دین میں اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں ھم سمسار بکسر اول وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگوں
کے جمع ہوں تا وہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع مسئلہ ملحقہ
بتارخ کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اسیر اجرت ٹھہرائی گئی
کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہیں بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونیکا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگاوے اور نوکر رکھ لے
خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ھم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہیں ہوسکتی مگر غیر کی
مساعدت سے یعنے بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہیں اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے
بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف
الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی
الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب
کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضمین نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال
وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاوے تو دونوں شخص نفع پھیر دیں
تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں مشروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر
تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنے امین پر تاوان نہیں ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم
عقداہا فہلک المال لم یترادا وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضاربۃ پھر مصنف رح نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا
سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیر دینگے اور
مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ھم یعنے اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہوگا اور
زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ میں سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربۃ لا تفسد [illegible]

کل المال او بعضہ تقیید السائبۃ بالبعض اتفاقی عنایۃ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ لما مر مضاربت فاسد نہیں ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے
بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید وقوع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایۃ ھ بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اسواسطے کہ
ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ
باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شے اپنے مانند کو متضمن نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المالک المال بغیر امر المضارب باع واشتری بطلت ان
کان راس المال نقدا لانہ عامل بنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ
مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ھ مبسوط میں خلاصہ سے یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اس طرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف
میں مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں عامل لنفسہ ہے
مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت میں معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وان صار عرضا لا لان النقض الصریح حینئذ لا یعمل فھذا اولی عنایۃ اور اگر مال مضاربت
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے کہ اسوقت میں مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقض غیر صحیح بطریق اولی عمل نکریگا
کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی
بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یوما فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء وکل ما یحتاجہ
عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا
اور لباس اور سواری اگرچہ بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت میں دستور کے موافق مضارب کے مال میں ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے
اس سے جسپر سواری کیجائے ھ سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر میں نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا امور
محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر (یعنے بالون کا ٹنا) میلے کچیلے کپڑے والا مفلسوں میں
شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا معاملہ اس سے کمتر ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ
مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں کے آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اسکا نفقہ
لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی
وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال میں ہے اگر مضاربت صحیح ہوا اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اسکا
نفقہ نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے ھ کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب
مصرح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر
سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر ہی میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا وہاں رہ پڑا ہو گھر بنا کر تو اسکا
خرچ اسکے مال میں ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال میں ہے بنا بر ظاہر مذہب ھ علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اسواسطے کہ مرض عارضی امر
کا ہے ہوتا ہے اور کبھی نہیں مبسوط میں ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے اما اذا نوی الاقامۃ بمصر ولم یتخذہ دارا فلہ النفقۃ ابن ملک مالم
یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بالہا اور جبکہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہیں قرار دیا تو اسکا نفقہ ہے مضاربت کے مال میں کذا ذکرہ ابن ملک
جبتک کہ اسنے مال نہیں لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہیں ہوا ھ شہر مذکور میں نفقہ اسوقت تک ہے جبتک اسکو وہاں مال نہ دیا گیا ہو اور
اسنے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط میں ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کوفہ میں ہیں اور کوفہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال

مضاربت سے صرف کرے اسواسطے کہ اسکی اقامت کرنے مین مضاربت کے سبب سے نہین تو ستا جب نفقہ نہین جب تک وہان سے باہر نجاوے سواگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور بصرہ کو سفر کرنے مین تجارت کے واسطے آیا تو جب کوفہ مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اسکا کوفہ مین رہنا استعارتھا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار رہی دور ہوگیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ بصرہ تک اسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہی کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ ایسا نہین ہی اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہو منح الغفار کی اس عبارت سے افادہ انہ لولا یاکونہ بہ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافر فلا النفقۃ لہ انتہی اور مقصود اس عبارت سے وہی ہی جو بسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ وبمالہا وخلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد مابقی لجمع ویضمن الزائد علے المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے یا دو مرد ون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا الطعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور دستور سے زیادہ صرف کیا ہو دستور سے اسکا تاوان دے ہم خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا اقول راجح اس اعتراض کو مین نے بعض حواشی مین دیکھا ہی کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع علے المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہ اسکو جائز ہی اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اسنے صرف کرد یا مالک سے نہین لے سکتا وہ یا نفذ المالک قدرما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شئی من الربح اقتسماہ علے الشرط لان النفقۃ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہی راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سواگر مالک نے راس المال پورا لیا نفع سے پھر اگر کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہرایا جاتا ہی اور راس المال ہالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہی چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلا شئی علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہین یعنے راس المال کے کم ہوجانے سے اسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اسکو حساب کرلے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف بار برداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملا لینے کی سوداگرون مین عادت ہی اور بائع یون کہے کہ یہ چیز مجکو اتنے مین پڑی ہی یعنی اسقدر کی خریدی بتادے تاکہ دروغ نہو وکذا الضم الی راس المال مالیوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کی طرف وہ چیز جو راس المال مین موجب ہو زیادتی کی حقیقتہ یا حکما یا اسکے ملانے کی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہی راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایہ ہم زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگ دینا زیادت حکمی کی مثال جیسے سوت کپڑے کا لا الطعام ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المرابحۃ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحۃ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت تجار کا اعتبار ہی تو اگر مصارف مضارب کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ثیابا باعہ بالفین وشری بہا عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہا للبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہا وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درہم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور انکو دو ہزار درہم سے بیچا اور ان دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتھ مین تلف ہوگئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب بنصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کو یعنی ہر دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے ہم جبکہ مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایکہزار کا اور دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو دو مین سے پانچسو پہونچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیاں مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار تلف ہوگئے قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہما اور چوتھائی غلام کا مالک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضارب کے

ص۱
ببب صحح ایسا ال کو ہو نے مین
لیا چالانکہ وہ ایسا نہین ہی
اور اسکو ہونے مین رہنا ہو
اگر لیا تو اسکو نفقہ نہین ملیگا
۱۲ منہ

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا ضمان اسپر ہی اور مضارب کا مال امانت ہی اور تاوان اور امانت مین تنافی یعنی ضد ہی اور باقی تین چوتھائیان مال مضاربت کی ہین ہم
نیادہ سے یہ ہی کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نرہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہی بسبب عدم تنافی
کذا فی الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وہو الفان وخمسمائۃ اور رأس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہی ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم
دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑہ ہزار روپے یعنے ثمن غلام کے تاوان مین کذا فی شرح الوقایہ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علے الفین فقط لانہ شراہ بہا
ولیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنے یون نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو
مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد
بضعفہا باربعۃ آلاف فحصتہا ثلثۃ آلاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دو چند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت حصہ تین ہزار
ہی اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہی والربح منہا نصف الالف بینہما لان رأس المال الفان خمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو منفعت کے
مالک اور مضارب مین مقسوم ہونگے اسواسطے کہ رأس المال ڈھائی ہزار ہی ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار رأس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع
ٹھہرا سو دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ ومنہ
علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو سے کرے
اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہی مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضارب کے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہی جیسے اپنی ذات سے
اسواسطے کہ وہ اسکا وکیل ہی تو ہرچند بیع مذکور جائز ہی لیکن اسکا شبہہ ہی عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہی تو اقل ثمنین کا اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر
وشرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت
کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہی سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا سے غلام کی تین چوتھائیان مالک پر ہین اور چوتھائی
اسکی مضارب پر ہی دونون کے ملک کے بموجب ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیاے مقتول کو قبول نہ کرین اور خون بہا دینا قبول
کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ رأس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہی تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہی دو ہزار کا والعبد یخدم
المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے
غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین تباین ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہ ہی کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہی انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہوجاتی ہی قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ واذا اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا
دیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہی بسبب متوہم منفعت کے اسوقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہی جسمین غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہان تو دو ہزار
قیمت ہی تو یہان نفع ظاہر ہی نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد الی البائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک
للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع کے
تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہی اور امین ضمین نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہوجاوے اور ہزار
دیا جاوے بلا حد معین ورأس المال جمیع ما دفع اور رأس المال کل مال مدفوع ہی ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار رأس المال ہی اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار رأس المال ہی تو
مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام رأس المال مالک کو نہ پہونچیگا لیکن بیع مرابحہ نہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان ید وثانیا ید استیفاء الا امانۃ بخلاف

وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی نہ قبضہ امانت کا قائم مقام ہے ہر کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع نہیں یعنے مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ مدفوع قبل شراء امانت ہی اسکے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہی پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شراء کے دینے میں تو اصلا رجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا و ربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سو اسنے مالک سے کہا کہ تونے مجکو ہزار روپیے اور مین نے نفع میں ایکہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجکو دو ہزار روپیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر یا لکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنے اسکے معین کردینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تونے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ مالک کا وایہما اقام بینۃ تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنی اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہو بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق ابضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ للمضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اسکا انکار رہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجاے مضارب واضع ید کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضع ید دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بار ہا ذکر ہوچکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے وان اقاما فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ انمیں زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی بسبب یکہ اسنے مضارب کے اصل کو عموم اطلاق کی یہ صورت ہی کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجکو تری و خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی

اور مالک خصوص کا دعوی کرے اس طرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق

اسواسطے اصل ہی کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہی اور اسکے مناسب عموم و اطلاق ہی نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فی [illegible]

ویلزمہ نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہی اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی [illegible]

نفی تاوان لازم ہی عم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہی تقریر سوال یہ ہی کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہین نہ نفی کے واسطے تو انہین جواب

اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہی اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات [illegible]

فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہین تو بینہ مالک پر مع بنیہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو

توڑتی ہی اور عدم قیمت کے تحت مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین فروع مسائل [illegible]

دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لایجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی [illegible]

ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہی اور طرسوسی نے اس جواز مین یہ قید لگائی ہی کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ تر نفع نہ [illegible]

واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہی وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا فی ترکتہ [illegible]

کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے متروکہ مین [illegible]

اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اسپر دین ثابت ہوگا [illegible]

اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنے بیان نکر دینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کرین یا کہین کہ مورث نے صاحب مال کو تسلیم [illegible]

نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن [illegible]

صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجئ آخر الودیعۃ اور اختیار مین ہی کہ مضارب [illegible]

مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنے پرمٹ والے کو تاوہ اس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اس طرح کا دینا تجارت

کے امور سے نہین ہی لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہی ہمارے زمانے مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر تاوان نہین

اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر مین [illegible]

فقال انا امسکہ حتی یجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعملہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک

من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خریدا [illegible]

مین اسکو رکھ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر [illegible]

مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور تیقن ہی چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجکو راس المال اور تیرے حصہ کی منفعت

دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ہبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ الہبۃ انتہی اور بزازیہ مین ہی

کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان

لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ ہم حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہی اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہی کہ ہبہ

فاسد ہی اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لاضمان مطلقا لا فی المضاربۃ

لانہا امانۃ ولا فی الہبۃ لانہا فاسدۃ وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیء فلا ضمان فیہما وبہ یضعف قول الوہبانیۃ شعر واودعہ عشرا علی ان خمسۃ ٭ لہ ہبۃ فاستہلک الخمس یکسرا٭ مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہ ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقاً تاوان نہین نہ مضاربت مین اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور نہ ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسد ہی اور وہ مملوک ہوجاتی ہی قبض کرلینے سے بنابر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہ قول اور ودلیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ انمین سے ہبہ مین سو آسنے پانچ تلف کرڈالے تو تاوان دے ہم تر شبلالی نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا انمین سے پانچ تجکو ہبہ ہین اور پانچ تیرے پاس ودلیعت ہین سو قابض نے انمین سے پانچ تلف کرڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل بالقسمۃ مین اور وہ فاسد ہی اور جو پانچ درم اسنے تلف کرڈالے انمین سے نصف ہبہ ہین اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہی قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہی ودلیعت رکھنے کے مسائل مین لاخفاء فی انتراکہ مع ماقبلہ فی الحکم وہو الامانۃ پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونے مین اسکے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم مین یعنی امانت ہونے مین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف نے ایداع کو لایا ہو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت مین ودع بمعنی ترک کے ہی ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال ایداع و استیداع بمعنی واحد ہی مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودلیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہی بفتح دال اور تنتقی مین ہی کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہی اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت داری مالداری کو کھینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہوگئی یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے غم مین تو ایک روز راہ مین کھڑی ہوکر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجاے ملوک کردیا اور خیانت نے ملوک کو بجاے مملوک کردیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہی حضرت نے ازراہ ترحم اس سے نکاح کرلیا کذا فی الطحطاوی لتقدا وشرعاً تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالۃ کما انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ بحر اور اصطلاح شرع مین ایداع عبارت ہی مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالۃ جیسا بچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اسکے مالک کی غیبت مین اسکو لیلیا پھر اسکو چھوڑ دیا تو تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت پکڑلی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہی کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اسکی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کردیا منح لغفار مین ہی محیط سے اور اگر وہ مرد مشک کے نزدیک اور اسکے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہین اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنے اخذ اور عدم اخذ مین والودیعۃ ماتترک عند الامین اور ودلیعت وہ چیز ہی جو امین کے پاس چھوڑدی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودلیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف وغیرہ اور ودیعۃ یعنی ودلیعت خاص تر ہی امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہی جس وجہ عموم امانت اور خصوص ودلیعت کی یہ ہی کہ امانت اسکا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہی ان سب صورتون کو جنمین تاوان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیر ذلک اور ودلیعت وہ ہی جو ایجاب و قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونون مین تغائر ہوا عموم امانت اور خصوص ودلیعت کا عموم اور خصوص کی وجہ یہی ہی کہ ودلیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اسکے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت کاہے بلاقصد بھی ہوتی ہی اور ودلیعت عقد سے ہوتی ہی اور امانت عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اڑاکر ایک آدمی کی گود مین ڈالدیا اور حکم ودلیعت کا یہ ہی کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی ورکنہا الایجاب صریحاً او دلالۃ او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ہذا

الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعۃ بحر لان بالاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وہو متیقن فصار کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہی خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃً ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجکو ہزار درہم دیے یا یہ کپڑا اسنا اور مجکو دے سو اسنے کہا کہ مین نے تجکو دیے تو یہ ودیعت ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہی لیکن ودیعت کمتر چیز ہی اور وہ یقینی ہی تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا ھم کنایہ سے یہان یہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کی طرف بلکہ یہان کنایہ سے یہ مراد ہی کہ جو ایک شے اور غیر شے دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم

ذہن کا جانا ۱۲

یقل شیئاً فہو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہی ھم خلاصہ مین ہی کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہو جانے کے اور ایک ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحاً کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہی مودع کیجانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرای من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطہا فقال ہناک ایداع خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانے کے مالک اور مہتمم سے کہ کہان اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سو اسنے کہا وہان تو یہ ایداع ہی کذا فی الخانیہ ھم اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالت ہین وہذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ فیتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم تقبل اختیار اور یہ یعنے ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق مین ہی اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمامی ہو جاتی ہی تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ھم حق امانت سے مراد یہ ہی کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی وشرطہا کون المال قابلاً لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق والطیر فی الہواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہو گا یعنے اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہی ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفاً شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیاً فاستہلکہا لم یضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنے بالغ ہونا یہ شرط ہی اسپر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا

ممنوع ۱۲

اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی شرط اسکے بالغ ہونے کے وہی امانۃ وحکمہا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولہا اور ودیعت امانت ہی یہ حکم ہی ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا سے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ھم ادا ے ودیعت عند الطلب واجب ہی لیکن اگر تلوار ودیعت ہوا اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہی چنانچہ در المنتقی مین ہی فلا تضمن بالہلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیاً للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہو زیلعی سے منقول ھم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہی کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہی کذا فی الطحطاوی مطلقاً سواء امکن التحرز عنہ ام لاہلک معہا شئ او لا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہی اسیکا فتوی ہی کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظہا بنفسہ وعیالہ کما لہ اور ودیعت قبول کرنے والے کو

یعنے وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب کے وقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت یہ سب اسکے احکام ہین ۱۲

جائز ہی حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنے عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہی تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز او زوجتہ ولا یسکن معہا ولا ینفق علیہا لم یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور انکو نفقہ نہین دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ھم یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون اگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہی غلام کا لیکن ولد مین یہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معا عینی اور اسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کون من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہی دفع ودیعت مین تو اگر انمین سے کسیکی خیانت اور دغا بازی معلوم ہوا اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنے در صورت ہلاکی کذا فے الخلاصۃ ھم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت داری معلوم ہوا جبکہ مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فے عیالہ الدفع لمن فے عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الے بعض من فے عیالہ فدفع الیہ ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اسکی عیال مین سوا اسے اس شخص کے اور شخص بھی ہی کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوا اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد رح سے روایت ہی کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگون سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی جیسا کہ اسکا وکیل اور غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا صحح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اسپر ابن کمال نے ایضاح و اصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہی اور مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہی ھم نہایہ مین یہ فتوی تمرتاشی کی طرف منسوب ہی اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوائی کی طرف کی ہی ولہذا تحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہی کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہی کذا فے الطحطاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الے جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہی مگر جبکہ مستودع آگ سے جلانے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون سو اس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ھم حموی نے کہا یہ ضرور ہی کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اسنے ناو پر سے پھینکدیا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فان ادعاہ

ای الذی تجارۃ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ ای الحرق ببیتہ ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہوا وراسیطرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق سنے وارد لا یصدق الا ببینۃ فحصل بین کلامی الخلاصہ والہدایۃ التوفیق ربا للہ التوفیق اور اگر اسی کے گھر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خداہی کی جانب سے توفیق ہی خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہی کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر مین معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہی کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہی اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہی محشی سے

ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ لرد ودیعتہ فلو بحلہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ نو حکماً کو کیلہ بخلاف رسولہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذاتہٖ خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو جیسا نجہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر رہی تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے ندینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان ندیگا جیسے طلبگاری مالک جفاکار کے ندینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہی کہ اگر ایام فتنہ وفساد مین ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ مین اسوقت مین اسپر قادر نہین ہون اسواسطیکہ دور رکھی ہی یا وقت تنگ ہی پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہین اور اسکا قول مقبول ہی انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہی کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا فاراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلاً فلہ المنع من الدفع الیہ الی ان یعلم انہ ترک الرأی الاول وانہ فینتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہی یہان تک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہر ہا منہ فلہ منعہا لما فیہ من ذہاب حق الزوج خانیہ جیسا کہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہی زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہی کہ دستاویز عورت کو ندے تا کہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن فتصیر دینا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے ہی مرجانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے متروکہ مین ہم جب اسنے بیان نکردیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہی تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہی تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہی

اور مین اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آویگا ہذا ولو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وہی ان وارث اذا دل السارق

علے الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یہ یعنی ودلیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین در صورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے مین برابر نہین وہ مسئلہ یہ ہی کہ وارث جب سارق کو ودلیعت بتادے تو اُسپر تاوان نہین اور ودلیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتادیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ عن الاخذ حال الاخذ مگر جبکہ مستودع سارق کو روک دے ودلیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے ودلیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اُسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اُسپر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات

فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل الا فی ثلث متولی وقف وقاض وسلطان ومفاوض چنانچہ ودلیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنی انکا تاوان لازم ہوجاتا ہی این کی موت بلابیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ہم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہی عام پر الا فی عشر علے ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین موت بلابیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہی کہ ناظر نے غلات یعنے حاصلات وقف کو ودلیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلابیان ودلیعت مرگیا تو اُسپر تاوان نہین قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ

اشباہ ای الثمن الارض المستبدلۃ قلت فلتعین الوقف بالاولے کالدراہم الموقوفۃ علے القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بغتۃ بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان مانعا لہا ظلما فیضمن درر ما بحثہ فی انفع الوسائل فتنبہ مصنف رح نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مر جاسے بلابیان بدل وقف کے تو اُسپر اُسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مآل بدل یعنے وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولے اُسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہی مصنف رح نے اپنی شرح مین اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف رح کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اُسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودلیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودلیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اُسکو رد کیا ہی جسکی انفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہی تو خبردار رہیو ہم مصنف رح کا کلام عام ہی غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہی اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث یہ تفصیل کی ہی کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اُسنے تاخیر کی ہو اور بلابیان مرگیا ہو تو اُسپر تاوان ہی اور نہین تو یون کہنا لائق ہی کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانتدار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلابیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اُسپر تاوان ہی اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہی جسپر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی بان دفعہ

الاشباہ عند من اودعہا ولا یدرے لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف مالو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ قاضی بلابیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہی کہ قاضی اسکے بلابیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اُسنے ودلیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہی اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلابیان مرجاسے تو اُسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہی بخلاف اس صورت کے کہ اُسنے غیر شخص کے پاس ودلیعت سپرد کی ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہی بر قول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودلیعت رکھا پھر بلابیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہم اور ازانجملہ وصی ہی جبکہ بلابیان مرجاسے اور ازانجملہ باپ ہی جبکہ بلابیان مال صغیر مرجاسے اور ازانجملہ وارث ہی جبکہ بلابیان مرجاسے کہ اُسنے مورث کے پاس کیا ودلیعت رکھا تھا اور ازانجملہ اُس شخص کی موت بلابیان ہی جسکے گھر مین آندھی سے اڑکر کوئی چیز گر پڑی ہو اور ازانجملہ موت غلام ہی بلابیان یعنی اسکے مولے نے اسکے گھر مین کوئی چیز بدون اسکے امر کے رکھی ہو اور ازانجملہ موت صغیر ہی بلابیان ودلیعت غیر کے سوا انہین تاوان نہین

امین ہے کذا فی الطحطاوی من الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین وعلی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ
بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی سبعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ
مصنف رح نے اپنی شرح مین یہان یعنے کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہی کہ شریک مفاوض تاوان دیگا
اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہی تو مستثنی نو مسئلے
باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تھے جنمین امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ
شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنی باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ و
وصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یشتمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہی کیونکہ حجر بسبب
طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی مترجم چونکہ صغیر اشباہ مین زیور ہی تو محجورین سے چھ شخص باقی رہگئے والمعتوہ
کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو
پھر بلا بیان مرجاسے تو اسپر ضمان نہین مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اُسکے ہاتھ مین تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے
یعنی طفلی نہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ
ماذون ہون یعنی ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مرجائین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے
تو انپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز مترجم جامع سے جامع کبیر مراد ہی اور وجیز نام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی
الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ اشعار
وکل امین مات والعین یحصر + وما وجد عینا فدینا تصیر + سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم ہو المؤمر + اور وہ چارون بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا
وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اُسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہی اُسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد میر لشکر ہی مترجم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی + وصاحب
دار القت الریح مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد جد وقاض وصیہم + جمیعا ومحجور فوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر مین ہوا نے
کچھ ڈالدیا مانند اُس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہین اور اسیطرح والد اور دادا اور قاضی
اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے وارث مرقوم ہی مترجم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہی تو یہ سب اٹھارہ امین ہوے جنکی
موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ
کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہمجنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ
اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے چنانچہ
گیہون کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کر دینے
مودع کے ملا دینے سے مترجم امام رح کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون
کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت سے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سبر کے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت

مخلوطہ کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کردینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کردے تو صحیح ہے اور اسکا حق
عین اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذا فی البحر ولو خلط ردی بخمۃ لانہ علیہ وبعکسہ شریک نعمۃ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے
اسواسطے کہ اُسنے اسکو عیب دار کردیا اور اُسکے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب موصوف عیب کے
کذا فی المجتبی وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو
تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت ملجاسے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درموں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے
درموں کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا اذ الضمن
ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی
الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا تمیز معہ ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کرڈالی سو برابر اسکے پھیر دے پھر
اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے
مال کے ودیعت کے ساتھ ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا اتفاق
سے اور جو اُسنے پھیر دیا وہ اُسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو تاتی التمیز او انفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت
کی تمیز اور جدائی حاصل ہوسکتی ہو یا اُسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اُسمین داخل نہیں کی یا اُسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اُسنے ایک ودیعت خرچ کرڈالی تو فقط
اُتنا تاوان دے جتنا اُسنے خرچ کرڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ یعنے ضمان بقدر اتفاق اُسوقت ہے کہ جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو وہم
یہ مرتبط ہے اتفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نہ کریگا تو فقط اُسیقدر کا ضامن ہوگا جتنا اُسنے صرف کیا اسواسطے کہ
وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اُس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت
دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور مین نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اُس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اُسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر انفذا اور
نقصان مابقی کا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او رکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم ردعینہا الی یدہ حتی زال التعدی زال
ما یودی الیہ الضمان اور جبکہ اُسنے ودیعت پر تعدی کی اسوودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اُسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہان تک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم
یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شروط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اُسکی نیت مین اسکی طرف عود کرنے کا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شرط
نیت کے بیان مین ہے تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اُتارا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اُسکو دن مین پھر پہنونگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی
الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاہ لم یبرا لعملہا لانفسہما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار ومضارب ومستبضع
وشریک عنان او مفاوضۃ ومستعیر رہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کردین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ
مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک
مفاوض کے اور اُس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ وہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان
سے آگے بڑھ گیا پھر اُسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ کسی کپڑے
کی بیع کا وہ وکیل ہوا اُسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اُسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ

ایک گھر اسکو کرایہ لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین دراہم دیے پھر بعینہا سو وہ تلف ہو گئے تو تاوان نہین اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہو کہ غلام یا جانور کو
عاریت لیا تا اسکو گرو رکھوے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اتنے مال پر جو اسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اسنے مال ادا کیا اور
غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہو کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے
تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو متن مین مذکور ہو اور یہ مسئلہ مستثنے ہو مسئلہ مستعیر سے
جو متن مین مذکور ہو چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح مین بیان کیا ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ
اور حاصل مقام یہ ہو کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر سے تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہو جاتا ہو لان یدہ
کید المالک موجع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہو طحطاوی نے کہا یہ علت ہو مسئلہ ودیعت کی جو متن مین
مذکور ہو انتہی اور ایک نسخے مین یون ہو (لان یدہم کید المالک) یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہو اور یہی مصلحت مناسب
مقام ہو واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اسی کا قول یعنے مالک ہی کا
مقبول ہو اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہو کذا فی العمادیۃ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع
کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا کہ اسپر تاوان
لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوے کریگا تو تاوان
نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنے در صورت تلف ودیعت اسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سالہ عن
حالہا فجحد ہا فہلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے
مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہو سو اسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید
بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف رح نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی
اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اٹھا لیجائیگا پھر وہ تلف ہوگی تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی
الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہو کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہو کہ انکار
کے زمانے مین اسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہو وقید بقولہ وکانت
الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ
غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی
ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ
من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر
انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہو وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد
جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ
ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک اس سے
کہے کہ اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

دا ایداع جدید ہی اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقید بقولہ لمالکہا
لانہ لو جحد ہا لغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنف رحمہ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کیے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا دوسرے شخص سے مودع
ودیعت کا اقرار کریگا تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا بجملہ حفظ ودیعت ہے حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے
تاوان لازم آتا ہے اشرطیہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کرچکا ہو ۳ یہ کہ تا انکار مین نقل ہوا ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو
۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کرڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے
فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرا باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد یعنی جبکہ یہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے
مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا
پھر دعوے کیا کہ اسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی
الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ
غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہ حلف المالک ما یعلم ذلک
فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاے کہ
وہ اسکو یعنے ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھالے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھالے تو مودع تاوان سے بری ہوگا
اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اسوقت قسم لیگا جبکہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر
گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوے کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن
قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو
تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خریدا کیا تو
اسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے
مجکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال
مین ضامن ہو اور استحسان مین جبکہ اسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے
اور متاع اسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا (بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وللمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل ذرر عند عدم
نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کردینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر
نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی
حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کردیا ہو یا راہ مین
خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہوا اور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر
اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ
اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ زرنی اور کیلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ انمین سے ایک
شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اسکا حصہ دینا جائز ہے

ف بخلاف اس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خریدا کیا تو اسپر تاوان نہ دیگا ۱۲

ولو دفعه بل الضمن فی الدرر نعم وفی البحر الاستحسان انه کان ھو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اُسپر تاوان آویگا یا نہین درر مین ہے کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہے کہ استحسان مین اُسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا اور طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین مالا یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ

کمرتهنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شراء اسواگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونون مرد اُسکو بانٹ لین اور ہر مرد اُسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہے کہ انکو مثلاً ہزار درم دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونون ہزار کو قسمت کر لین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اُسپر تاوان لازم آدیگا یعنی درصورت ہلاکی اور دینبیر اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفعه احدہما الی صاحبه ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنے دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف مالا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اُس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اُسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعها الی من لا بد منه او حفظها فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویة فی الحفظ واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اُس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت اُس شخص کی اپنے عیال مین سے دی جس سے اُسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اُس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اُسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکورہ مفید نہین لہذا معتبر نہین ہم عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہے اُسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا نہین تو تاوان نہین اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ہم یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اُس غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اُسکی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آدیگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اُسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی والضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقته وان قبلها لا ضمان اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنے فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل رد ہا و ہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجکو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منه یصدق لانه امین سراجیه اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے مین اُسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ ہم یعنے اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل

لغیرہ فقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبے میں ہی کہ جب دھوبی جو کہ جانے سوا ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہین مع یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنے پر تفصیل بحث ہی نہ روایت مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا یعالجہا فعطبت من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنے مودع سے پھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نہ کریگا انتہی ما فی المجتبے بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم علی الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہی بر قول ظاہر کذا فی الدرر بر خلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ در صورت علم کے رجوع نہین تو خبردار رہیو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اسکے ہین اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہی یعنی دونوں کے گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیون کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں مین نصفا نصف ہوں ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونوں دعووں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل للاخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اسنے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہین پہونچائے یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ فعل اسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ مین یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہین ہی جسکے نہ کرنے سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اسپر واجب ہی قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اسنے کہا کہ مین نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے مین اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع نے شروع سے کہا نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہین بر قول صحیح چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی اپنے گھر مین

یا کسی اور جگہ میں تو اُسپر تاوان آویگا ہم طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی
یا ضائع نہیں ہوئی تو اُسپر تاوان نہیں ولو قال دفنت فی مکان کذا لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جسمیں دفن تھی تو اُسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے فروع مسائل ملتقطہ شتی کے ہیں
والوصی علے دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی
جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اُسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے
مال دیدیا تو اُسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے ہم فتاوے عالمگیری میں ہے
کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اُسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اُسپر تاوان آویگا اگر اُسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور
اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اُسپر تاوان نہیں کما لو کان الجائر ہو الاخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں
کذا فی العمادیۃ ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمیں نہیں خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم
لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اُسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم
سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اُسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوے عالمگیری میں ہے کہ اگر اُس شہر میں حاکم نہو تو
خود مودع اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ
احسان کرنے والا ہے یعنے مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان لہ ولایۃ ہذا التصرف ظہیریہ
مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنے
پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الظہیریۃ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق میں ضرر نہو اور یہ
(ورق گردانی ۱۲)
اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایے میں بیٹھنا اور اعتماد یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس
طبق ودیعت رکھا سو اُسنے خم یعنے مشکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اسکی
معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مشکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مشکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال کذا لو وضع السراج علی المنارۃ صدر فیہ کے
مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہیں درصورت تلف ہو جانے کے ہم منارے سے مراد محل النور ہے فیہا اودع صکا وعرف اداء
(یعنے چراغدان ۱۲)
بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا درر فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادا سے بعض حق
معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادا سے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہیں سو محمود نے زید کو
سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اور اُسکا وارث
پچیس درم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمیں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے
جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر والا مجرد تثبت حق نہیں انتہی وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ
میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا ہم ظاہر عدم برأت اُس صورت میں ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث مؤتمن نہو چنانچہ
ودیعت میں یہی شرط ہے جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للامیر اخذ ودیعۃ العبد میاں کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ
غیر کا مال ہو جبکہ مولے گواہ لاوے کہ یہ میرا مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجرۃ لہ الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہے جبکہ دونون عمل کرین ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کذا فی الاشباہ قلت تعلم منہ ان لا ہر للناظر فی المستقف اذا حیل علیہ المستحقون فلیحفظ مین کہتاہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہین بیٹھے ہوے مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے بانٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی وفی الوہبانیہ شعر ودافع الف مقرضاً ومقارضاً وربح القراض الشرط جاز ویحذر ؛ اور وہبانیہ مین ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض مین اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مقاسمہ ہوگئی تو تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونون کے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی شعر وان یدعی ذو المال قرضاً وخصمہ ؛ قراضاً فرب المال قد قیل احدر ؛ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے شعر وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ ؛ کذلک فی الابضاع ما یتغیر ؛ اور اُسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف مین حکم متغیر نہین ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور البضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتاہے کہ مین نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوے کرتاہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی شعر وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ؛ یصح ویستحلف فقد یتصور ؛ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنی سواے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہونا متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چُرا نسکا یا کہ وہی چیز اُسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وتارک قوم الامر ضیعۃ ؛ فراحوا واحسنا یضمن المتاخر ؛ اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر مکتوب لہ کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اُسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اُسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھی اُٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی شعر وتارک نشر الصوف صیفاً فعثت لم یضمن وقرض الفار بالعکس یوثر ؛ اذا لم السید تنقب من بعد علمہ ؛ ولم یعلم الملاک اہی متقرم ؛ اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان لیاجایگا اسواسطے کہ اُسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اُسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو بر خلاف اس مسئلہ کے مردی ہے جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنی جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُسے مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر اُس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اُسکو جانتاہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی ہے سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اُسپر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتاہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ لم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی قلت بقی لو سدہا مرۃ ففتحہا الفار وافسدہ لم یذکر وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر مین کہتاہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا سو چوہے نے اُسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کرڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اُسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت پھیرنے کا مونت

مالک پر ہی نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہی عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین ماعون اُس چیز کو کہتے ہین جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آن حضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اُسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہی کذا ذکرہ ابو السعود آخرا عن الولوالجیۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک ہی اور ایداع بھی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب ہی اور مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لا تکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند ہم یعنے مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالی کا وہ نائب ہوا فریادرسی مین تو رعایت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ای مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سو اسی واسطے یعنے بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہی ہم یعنی قرض مین لینا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقے کا ثواب دہ چند ہوا اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ باقی رہگئے واما اذا لم یرد عن مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہو گا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشئ قاموس عاریت اخت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تحتانیہ شدہ ہی اور اُسکی تخفیف بھی جائز ہی کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کے مالک کردینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جاوے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہی افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ عقد ترع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک ازروے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اُس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہو گی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول کا ہے فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اُسنے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اُس سے ظاہر ہو گیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت ہی یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جاے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہو جاتی ہی ہم قابلیت انتفاع سے اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور یہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لیے تو یہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن اسکو سواے

وجہ مذکور سے اُسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی الی المنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہی
عمادیہ مین مشاع کی عاریت دینے اور اُسکے ودیعت رکھنے اور اُسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر
وکذا نفقۃ العبد اما الکسوۃ فعلی المعیر اور فقہانے کہا ہی کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہی اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اُسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہی وہذا اذا
طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ یعنی غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اُسوقت ہی جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش
کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اُسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہی اسواسطے کہ یہ ودیعت ہی نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہی اسواسطے
کہ اگر ودیعت ہوتی تو اُسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیے کہ یہ ویسی ودیعت ہی جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا فتصح باعرتک لانہ صریح اور عاریت صحیح ہی اعرتک کے لفظ
سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح اور کھلا ہوا ہی واطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہی
اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہی از قبیل بولنے اسم
محل کے حال پر ہم غلہ پیدا ہوتا ہی زمین مین تو غلہ حال ہی اور زمین اُسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازا متعارف ہی بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلاً
زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہی ومنحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ اذا لم یرد بہ منحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ
بلا نیۃ والہبۃ بہا مجازا اور عاریت صحیح ہی اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہی اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور
پر جبکہ تکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہی تو عاریت کو مفید ہی بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہی بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے
ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتک عبدی او اجرتک داری شہرا مجانا اور اس لفظ
سے عاریت صحیح ہی کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہی اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا
تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وداری مبتدا لک خبر سکنی تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے
عاریت صحیح ہی کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہی اور لک خبر ہی اور سکنی تمیز ہی ہم سکنی مصدر ہی بمعنی اقامت یا اسم ہی بمعنی اسکان صاحب دُرر نے
کہا سکنی محکم ہی ارادہ نفع مین لہذا لام بمعنی ملک مراد نہوا وداری لک عمری مفعول مطلق ای عمرتہا لک عمری سکنی تمییزہ یعنی جعلت سکنیہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت
صحیح ہی کہ داری لک عمری سکنی یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہی فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہی ہم
اور یہ بھی احتمال ہی کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اُسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملا دیا زیلعی نے کہا داری
لک اسکا محتمل ہی کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہی کہ اُسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہی بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر
محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہوا ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہی جب چاہے اپنی چیز پھیر لے
ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہی اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہی ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور
انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہ ہی کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہی جس طرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا
حکم یہ ہی کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی
قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونون کا حکم یہ ہی کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل وتبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لا یاخذ
الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اس صورت
مین عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی

منھ مین نہین لیتا سواے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم

العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری رفعہا وقیل نعم الا اذا اشترط وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہا

واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہوجاتی ہے اُس صورت مین جبکہ ایک شخص نے

دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیان رکھنے کے واسطے پھر دھنیان اُسپر نصب کین پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیون کا دفع کرنا جائز نہین اور قول

ضعیف یہ ہے کہ ہان دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرے بیع کے وقت مین کہتا ہون اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ و بزازیہ وغیرہا مین اور اُسی پر

اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر مین اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہین کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد

اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہین آتا یعنے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت مین تاوان نہین اگر تعدی سے بالاجماع تاوان

ہے تعدی کی صورتین یہ ہین کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد مین گیا اور اُسکو کوچہ مین چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت

رکھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اسکو غیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ لادیا

اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسکو چراگاہ مین چرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہان اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہین اور

اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک نہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل مین سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ مین ہے سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان

نہین لیکن یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر مین سوجانے سے تاوان مطلقا نہین جبکہ مستعار چیز اُسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت مین اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی الجوہرۃ

وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت مین باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن مین باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ

مین ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت مین تاوان لازم ہوجاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشی لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہین اسواسطے کہ شے

متضمن نہین ہوتی اپنے مافوق کی ہے اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند

ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہین ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہین رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار

ہے یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہین مگر اُس صورت مین جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا

فی الطحطاوی واما المستاجر فیواجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ کیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اُسکا

جائز نہین واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنے اُسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہین وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا

تملیکا لغیرہ بدون اذن سوا قبض اولا اور وہبانیہ مین نو مسائل نظم کیے ہین جنمین اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہین خواہ اُسنے قبضہ

کیا ہو یا نکیا ہو فقال اشعار و مالک امر لا یملکہ بدونہ ان امر وکیل مستعیر و موجر ؛ رکوبا ولبسا فیہما و مضارب ؛ و مرتہن ایضا وقال اومر ؛ سوحشاہ صاحب وہبانیہ

نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہین دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص

مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہین اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی مامور ہے مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملکہ کا اُسکی صفت ہے اور

وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہین جبکہ

عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہوجاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے

جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اُس قمیص کا پہنانا جائز نہین اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور

مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہین کذا فی الطحطاوی شعر و مستودع مستبضع و مزارع ؛ اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر ؛

اور مستودع بفتح دال یعنی جو پاس امانت رکھنے والا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج ہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہے کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر شعر والمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولیٰ لیس بکرہ میں کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات والیکو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگرچہ مولیٰ یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دے یا اسکو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جاوے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ المستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف رح کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنے مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا بعیر تاوان لے مستاجر سے سکت المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فضمن وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رہن رکھنے کا تو اسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے بھرلے ویرجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر الغرر اور جب معیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھرلے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنے اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب کے ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اُسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو ہم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ولیعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف للتفاوت وعزاہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کیا ہے ومثلہ ای کالمعار المؤجر وہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصہ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارے کی چیز یعنے مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور درصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور درصورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اسپر آویگا کذا فی الخلاصہ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لیے جانور کو بطرح کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونے میں ہم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر بوجھ لاد نہیں سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن لغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اسکے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جاوے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او المؤجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء للاطلاق اور اگر معیر او موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جسوقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے ہر خلاف کرنے میں مانند یا بہتر خلاف میں ہم خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو من گیہوں لادنے کے واسطے پھر اُسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

بھیلنا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہے کہ معین گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لاد دیا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اسکے اسقدر اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہے
کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہوں لادے وکذا التقیید الاجارۃ نوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کے مانند عاریۃ
الثمنین والمکیل والموزون والعدد والمتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استھلاک عینہا روپیہ اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کیوقت قرض
ہے بضرورت استھلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استھلاک عین اشیاء کے لہذا ایسا عاریۃ بمعنی قرض
ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر ہلاکہا قبل
الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دی ہوئی اشیاء مذکورہ کے تلف ہونے کا ہو جانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفی
کو عاریت لیا تاکہ اُنسے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی ہے اسواسطے کہ اسمیں استھلاک عین نہیں ولو اعارہ قصعۃ
ثرید فھو قرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے ہم ثرید وہ کھانا ہے جو شوربے میں روٹی
تر کرنے سے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو رد مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السھم ولا تضمین لان الرمی یجری مجری الاھلاک صیرفیۃ اور تیر کی
عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاکی کے ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استھلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما تقرر
انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان
بالقیمۃ مقلوعین لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کرہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان
یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرالی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر مستعیر کو اتنا
تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کر کے قیمت انکی مقرر کیجاے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا
اعتبار ہے کذا فی البحر مثلا درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے ولو استعارہا
لیزرعہا لم تؤخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا او لا وتترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اُس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاے
خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑی جائیگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان
کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایہ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ
دیتا ہوں اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہے مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی
النہایہ ہم قول مغنی یہی مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا
اسپر واجب ہے فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فھلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت
ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ہم اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہے اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فکون کالاجارۃ برہن الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہو گا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ
اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے وکذا الموجر والغاصب والمرتہن فمؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب

اور مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہو بسبب حاصل ہونے منفعت کے انہیں کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یہ یعنی موجر جر
لازم ہوتا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے جسنے اسکو اخراج
کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ وہبۃ تنقض بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت مین
رد راس المال کا خرچ اور مضاربت مین صاحب مال پر ہے اور ہبہ مین واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا
مطلقا یقوم علیہا و لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح مین یا مالک کے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا
ہر یومیہ دار کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال مین داخل نہین ہوتا بخلاف نفیس کجوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک
پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ
اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب
تعدی کرنے مستعیر کے بعد عاریت کے رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے
دینے مین انقضاے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمین عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی
سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جبکہ بعد انقضاے مدت دیا
ہونہ مطلقاً و بخلاف رد ودیعۃ مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہین یعنی جب خود مالک کو پہونچاویگا تو تسلیم
ثابت ہوگی و اذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لا ازرعہا فیخصص لئلا یعم البناء و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اُسمین زراعت کرون تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہ ہو
ہم عاریت نامہ لکھنا فضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہی ہے تا بطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نکرے العبد و ن المعاذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا
مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگرون کا دستور ہے کذا فی المنح و المحجور اذا استعار و استہلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہا ضمن الثانی الحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال
تاوان دے ولو استعار ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارۃ
والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے مین ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُسکی جو اسکے
بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہین اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر
ضمان ہے یعنی اسواسطے کہ اُسنے مال برباد ضائع کیا تاوان کو دیکر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے
رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اُسپر تاوان نہین اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہین گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ
اور تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل و کذا القاضی و الوصی باپ کو جائز نہین اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بسبب
نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہین ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اُسمین بیوع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت
دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب و اخذہ بغیر اذنہ و استعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون
اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ھم تو اسمین دو قول
ثابت ہوے جہز ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا عارۃ لا
یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا باپ نے
اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج دائمی ہو کہ باپ جہیز
دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہو کا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور رعایت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت
کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ھم یعنی اگر ماں یا ولی
صغیرہ کا نکاح کردے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی مین این وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یدعیہ
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اسکو فلانی چیز عاریت
دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیۃ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ
الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علماء اور
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکرہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف
کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن مولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزی
لینے والوں کے وظایف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اُسکو دوبارہ وقف کے
مال سے چنانچہ حاشیۂ اخی زادہ مین مشرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعود رح سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے
اُسکو ثابت رکھا ہے حاشیۂ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل
انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کو دیعۃ قال
قبضتہا فی حیاتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ بر خلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثون نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی تاوان واجب
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ھم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضاء دیون امثال
سے دیون ہوتا ہے تو ادعاے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلے ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت وظاہرہ

انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیہ فلیتامل عند الفتوے مین کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہو نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہانے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پہ دلالت نہین کرتا بلکہ اسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتاے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہی کذا فی الطحطاوی **فــروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اس صورت مین ہے جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت عہدنا عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہو جاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اسپر دین ہے اور اسکے پاس ودیعت ہے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر انکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہ بیان نہ کرگیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادا ے کل دیون مین کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب وفی العاریۃ علی الذہاب والمجی لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنے اور پہونچانا بدون آنے کے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اسکے آنے کا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اسنے اسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اسپر ترکون نے مثلاً غارتگری کی تو اسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہے رواج مین یعنی اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ولیسکن واذا خرج فی البناء للمالک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے بقدر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر بجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج بتامیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو منافع کا عوض ٹھہرا اور حقیقت ہے اجارے کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یوجرہا الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطا اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت لا یاثم بترکہ الا فی القران لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب مانگ لی سو اسمین غلطی پائی تو اسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کر دینا واجب ہے بخط مناسب قرآن ہم اصلاح مین بے رضاے مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہے

ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اُسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ علٰحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور بجل خطا پر نشان کردے تا مالک اُسکا مطلع ہو کر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ شعر وسفر رای اصلاحہ مستعیرہ ٭ یجوز اذا مولاہ لا یتاثر ٭ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین اُسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اُسکا مالک آزردہ نہو وفی معایا تھا اور وہبانیہ کی معایات مین اگلی بیت ہے ہم معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور پہیلیان اور پہیلی سے وای معیر لیس یملک اخذ ما٭ اعارہ وفی نہر الریحان التصور ٭ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور زبان کے سوا اسمین یہ مسئلہ متصور ہے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اُسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین ٭ وہل واہب البر یجوز رجوعہ اور اپنے فرزند کا الیسا کوئی واہب ہے کہ اُسکو پھیر لینا جائز ہو ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہو تو اُسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہین ہوسکتا اور ہبہ درحقیقت اُسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھیرا ٭ وہل مودع ما ضیع المال یخسرہ اور الیسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اُسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اُسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلاعوض سے ہو لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبۃ لغت مین عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو وشرعاً تملیک العین مجاناً ای بلاعوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کردینے سے مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین ہم تملیک عین سے اباحت وعاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلاعوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا ابن کمال نے تملیک حال کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہین کہ عدم عوض شرط ہے اسمین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُسکو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیے اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اُسکو قبض دین کا امر کیا اور اُسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المومن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایہ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھائے جس طرح اُسپر یہ واجب ہے کہ اُسکو توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ فیخفی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ ہم اور کاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنے والے مین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہین اگرچہ مملوک کا تابع ہو و شرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب یعنے بخشی ہوئی چیز مین
ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع ممیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا ہم کہتے ہین ہر کہ قبض تو صرف در ہی ثبوت ملک کیواسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہی قبل قبض کے
بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہو صحت ہبہ کی اور مصنف رحمہ کے کلام سے نکلتا ہی کہ قبض صحت کی شرط ہی اور باقی شرائط موہوب
کی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہی کہ موہوب موجود ہو ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کے پہل ہبہ کرے جو امسال پیدا ہونگے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال
معدوم ہین اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی ورکنہا ہو الایجاب والقبول کما سیجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع
والفسخ او ہی حکم یعنے اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کردینا جائز ہی یعنی سوا ان سات صورتون کے
جو مذکور ہونگی وعدم صحتہ خیار الشرط فیہا فلو شرطہ صحت ان اختار قبل تفرقہما ورکہا ہبہ صحیح ہونا شرط اختیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو
اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب کے کہ ہم بہتر تہا کہ مصنف رحمہ یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط بقرینہ تفریعہ کے والحاصل اسکا یہ ہی کہ ہبہ مطلقا صحیح ہی اور شرط باطل ہی وکذا الابراء
صح الابراء وبطل الشرط خلاصہ ولیسی الخ اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہی اور شرط باطل ہی کذا فی الخلاصہ علامہ حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا اصوب ہی چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی والاشبہ
غیر صحیح ہی وحکمہا انہا تبطل بالشروط الفاسدۃ ہبۃ عبد علی ان یعتقہ یصح وتبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ
آزاد کردے صحیح ہی اور شرط باطل ہی وتصح بایجاب کوہبت ونحلت او ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنے مین نے ہبہ کیا و نحلت یعنے مین نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک
ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح او مین نے یہ کہانا تیرے کہانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو م خلاصہ مین ہی کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے
بلا مزاح ہبہ تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا نہ تہا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کرلیا بالقول صحیح انتہی اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہی جسکو
مصنف نے متن کی دلیل سمجہا ہی اور جبکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف
اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا بحر بخلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیرے کہانے کو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور اطعام
ہی اسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر بووے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا او الاضافۃ الی ما ای الی جزء یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا
وجعلتہ لک لان اللام للتملیک یا ایجاب مین اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مین نے تجہکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے لیے
مقرر کردیا ٹہرادیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہی م طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا او کو بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک
فانہ لیس بہبۃ بخلاف اس قول کے کہ اسکو مین نے تیرے نام کے ساتھ ٹہرایا مقرر کردیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہی م یہ قول غیر اظہر ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین
خلاصہ سے منقول ہی کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنے مین نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹہرادیا تو یہ ہبہ ہی یہی قول اظہر ہی اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین
کذا فی الطحطاوی وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفیدہا ہبۃ خلاصۃ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجہکو حلال ہی مگر اسوقت ہبہ ہو جبکہ اسکے پہلے ایسا
کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ م قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہی یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت
فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجہکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا دل راغب ہی
اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجہکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجہپر یہ حلال ہی تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹہریگا واعمرتک ہذا الشیء
اور مین نے یہ چیز تجہکو بطور عمری دی یعنی عمر بہر کو دی م عمری یہ ہی کہ اپنے مال کا مالک کردے اور بعد موت موہوب لہ کے پہیر لے سو تملیک صحیح ہی
اور پہیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے یہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ

کی مملوک ہی اور اُسکے وارثون کی ہی بعد اُسکے کذا فی الزیلعی **وحملتک علی ہذہ الدابۃ** نادیا بالحمل الہبۃ کما مراور مین نے تجھکو اس جانور پر محمول کر دیا حال یہ ہی کہ نیت کرے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا ہم حمل کا ہے بمعنی ہبہ ادر کا ہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی **وکسوتک ہذا الثوب** اور مین نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا یا جبکہ اُسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اس طرح نہین بولتے **وداری لک ہبۃ** اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر ہم لفظ ہبہ منصوب ہی حال ہونیسے ضمیر لک سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر **او عمری تسکنہا** لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیر الاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمریٰ کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی لیاقت نہین رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اسطرح کہ اُسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے **لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ** بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبۃ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ ان اللفظ ان انباء عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ نوازل اور حاصل کلام یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہی کذا فی النوازل وفی البحر غرسہ باسم ابنہ الاقرب الصحۃ اور بحرالرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو جاتا ہون اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہین ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی **وتصح بقبول** ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل لا یحنث بر دلیلہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنے موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اُسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا بر خلاف بیع کے یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی **وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس** فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض بیان یعنی ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجائے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض مفید مجلسی ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی **وبعدہ** ای بعد المجلس **بالاذن** اور بعد انقضائے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعدہ اور محیط مین ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اُسکے بھی **والتمکن من القبض کالقبض** فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اُسکی طرف بانداز کیا یعنے سامنے کیا تو قبض نہوگا بسبب اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر **وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ** فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

سامنے کر دینے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں وفی الدرر والمختار صححہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا یا حوالہ کرنے سے ۱۲

اور درر میں ہے اور قول مختار یہ ہے کہ صحیح ہونا قبض کا بذریعہ تخلیہ کے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی التتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور تتف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ۱۲ عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد رح و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ بدل سلم میں جبکہ بعض بدل کھو گیا ہو تو اگر کھو گئے درموں کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصہ کے سلم باطل ہو گی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا کہ گیہوں کی بیع جو سے تو اسمیں تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمیں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی النحل لا ذی ۱ عن الحلبی عن المنح

ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اُسکا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہو گا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور ممانعت صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہاں جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہیں تو نہیں وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ۱۲ قبض کامل متقوم میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں قبض کامل بہ تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر **ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب لا مشغولا بہ** ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہو گا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہو گا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہو گا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہو گا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہو گی تو ہبہ کی صحت متحقق نہو گی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہو گی تو ہبہ بھی صحیح ہو گا کذا فی الدرر فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہو گا ۱۲ اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل الملک الواہب لا مشغول بہ اور اُسکے بالعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے نہ مشغول ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ۱۲ منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر میں ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اُسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے ۱۲ یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا یجوز

الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا گھر ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اُس گھر مین رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا لم تذہب لان المراۃ ومتاعہا فی ید الزوج فیصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی صورت اُسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمین رہتی ہی اور اُسکا اسباب اُسمین ہی اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر مین رہتا ہی تو یہ ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی اور مقابل مذہب ابویوسف رح کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا فصح المحرر اور مقرر مین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی اور وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی (ومن وہبت للزوج دارا لہا بہا متاع وہم فیہا فقولان یذکر) یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمین رہتے ہین تو دو قول اسمین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ اور جوہرہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنی جب شاغل ابطریق ودیعت موہوب لہ کے قبضہ مین آیا پھر مشغول پر تسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ہم مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا باینمعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع مین جو قسمت پذیر ہی ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور نہین تو قسمت پذیر ہی انتہی بحر الرائق مین ہی کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہی کہ جو چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نمانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اُسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ مین ہی تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ [illegible] کا [illegible] ناجائز ہونا مذہب مختار اہم درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہی ہم فقہا کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتمد ہی یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلےٰ کی طرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنے مانع قبض کامل

اشاعت تھی سو قسمت اور تسلیم سے زائل ہو گئی **ولو سلمه شائعا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه فيضمنه وينفذ تصرف الواهب درر** اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اُسکا تصرف اُسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اُسکا تاوان دیگا

در صورت تصرف اور واہب کا تصرف اُسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر **لكن فيها عن الفصول الهبة الفاسدة تفيد الملك بالقبض وبه يفتى ومثله في البزازية على خلاف ما صححه في العمادية لكن بلفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح كما بسطه المصنف مع بقية احكام المشاع** لکن درر مین ہی فصول سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اُسکے بزازیہ مین ہی برخلاف اُس قول کے جسکو صحیح کہا ہی عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ سلبی مین ہو اتقانی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے نہ اجنبی سے وعليه الفتوى اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ مستانفا جائز ہی والا جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی نہ محمد رح کے نزدیک اور بلا

خلاف محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہین اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی **وهل للقريب الرجوع في الهبة الفاسدة قال في الدرر نعم وتعقبه في الشرنبلالية بانه غير ظاهر على القول المفتى به من افادتها الملك بالقبض فليحفظ** اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہان جائز ہی اور شرنبلالیہ مین ہی اُسپر اعتراض کیا ہی کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مقید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے

والمانع من تمام القبض شيوع مقارن للعقد لا طارى كان يرجع في بعضها شائعا فانه لا يفسدها اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین ہبہ کو باطل کر دے **والاستحقاق شيوع مقارن لا طارى فيفسد الكل حتى لو وهب ارضا وزرعا وسلمها فاستحق الزرع بطلت في الارض لاستحقاق البعض الشائع فيما يحتمل القسمة** اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونون کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ مین ہم زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شی واحد کے مانند ہی پھر جب احدہما مستحق ٹھہرا تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ مین تو

ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی **ولان الاستحقاق اذا ظهر بالبينة كان مستندا الى ما قبل الهبة فيكون مقارنا لها لا طاريا كما زعمه صدر الشريعة وان تبعه ابن الكمال فتنبه** اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہوا تو استحقاق ما قبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہی اس قول مین سہو آگاہ ہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اُسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی **ولا تصح هبة لبن في ضرع وصوف على غنم ونخل في ارض وتمر في نخل لانه كمشاع** اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور روئین کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین بواسطے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہی **ولو فصله وسلمه جاز لزوال المانع** اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنے مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہی بسبب دور ہو جانے مانع قبض کامل کے **وهل يكفي فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم** اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے مُہر کا ظاہر یہ ہی کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی بر ودہن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لایصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید برخلاف
اُس آٹے کے جو گیہون مین بالقوۃ ہی اور اُس تیل کے جو تلون مین ہی اور اُس گھی کے جو دودھ مین ہی کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین ہوا سلیئےکہ وہ بالفعل معدوم ہی تو مملوک
نہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہین کذا فی الدرر
وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوکہ ہو جاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض
جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین موہبہ کے وقت اگر اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطےکہ اسوقت مین یعنی جبکہ موہوب لہ قابض ہے
ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہی یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہی جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہی چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف جدید ۱۲ واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ
دونون قبض ہم جنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنے کے اور ادنے اعلی کا نائب نہین ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہی کہ غصب سے
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہی اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے
اسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی نے الجملہ
ولایت صغیر پر ثابت ہی اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر
اُنکے عیال مین ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہی کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ
اور موت کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہی
عقد سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہی اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ مین اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہی
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہی والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہی کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے
تو اُسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن
فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون مین سے
ایک شخص ہی اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنے اُنکی پرورش اور حمایت مین نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام
ہوتا ہی اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لفوات الولایۃ اور ہبہ
اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہی اسکی مان کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر مان اور اجنبی کی پرورش مین ہو ورنہ اگر
پرورش مین نہو تو مان اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل
اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ
حتے لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہی صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے
کہ نابالغ نافع محض مین بالغ کے برابر ہی تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا
قبول کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز انتہی مین کہتا
ہون لیکن برجندی مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہی اور حالانکہ باپ موجود ہے

ملتقط اٹھانے والا شیٔ کا کہ پڑا پایا ہو ۱۲

تو بعضون نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہین اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ھم یہ استدراک ہے عند عدمہم کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام
وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اُس قول
کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ھم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ
کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغرا سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی

لکن عنہ تحمیلہ لوصل ولو بامہ والاجنبی ایضاً فتامل لیکن مصنف رح کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے ولو مع وجود ابیہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو
اُسمین تامل کر ھم یعنی جسطرح مصنف رح کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو ممیزا اسیطرح اگر اسکو امہ والاجنبی سے وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے
کہ مان اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح
ہے کذا فی السراجیہ وفیہا حسنات الصبی لہ وللابوین اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ مین ہے صغیر کی نیکیان اُسکے واسطے ہین یعنی اُسی کو ثواب ہے اُنکا اور اُسکے مان باپ کو تعلیم وغیرہ
کا ثواب ہے ھم بعضون کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اُسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہین کہ حسنات اُسکا کفارہ ہون لہذا
اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اُس
مال کا کھانا مباح ہے جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہین انتہی ما فی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہین مگر بضرورت
چنانچہ افلاس والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح للصبی کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب ومن معارف
الام فللام قال ہذا للصبی اولا لوگون نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے اور اگر ایسا
نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت دارون یا اُسکے دوستون سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا مان کے اقارب یا دوستون سے ہے تو
تحفہ اُسکی مان کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ مین نے باپ یا مان کو تحفہ دیا ہے
تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسیطرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ
لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اسکو جائز نہین جبتک
کپڑے بنانے کے وقت یون بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہین ھم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اُسکے
حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاطاً یہ ہے کہ بنانے کے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا
ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ
اور مبتغی مین ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ھم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ
تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت مین مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہو گیا
کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی
وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اُسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کے
زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُنمین برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر
رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ھم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہے
اُسکو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اُسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہ بہتر ہو اُسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمد کا قول عطیہ کے بارے مین ہے یعنی بیٹی کا دو بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز و اثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال کسی فرزند کو ہبہ کرے تو جائز ہو اور وہ گنہگار ہوگا ھم یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہو یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو مکروہ چاہیے اور بعضے مذہب مین یہ ہبہ بعد کو منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب وارث اسمین میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر میراث تا بموت قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیہا لا یجوز ان یہب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ باپ کو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلے لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتے لا یرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرے ویقبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لہا ما وہب لہا بعد الزفاف ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ وصح بقبض الاب کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح مین بہ سبب نائب ہونے زوج کے اُسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اُسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ھم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین نکاح کے بعد و قبلہ ای الزفاف لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے ولایت کے وہب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع دو شخصون یعنی دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ھم اسواسطے کہ دونون شخصون نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اُسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہین بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ مین ھم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور درد ہبہ کافی ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قید بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال کبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق ھم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون مین محیط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے و اذا تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جبکہ دس درم دو فقیرون کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضائے ذات اقدس الٰہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ھم زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہے خدائے تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتے لو قسمہا وسلمہا صح نہین صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بہ سبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر درہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ھم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے وہب لرجلین درہما صحیحا یعنی ایک شخص نے دو مردون کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہین کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

وہ درحکم اسباب کے ہے مسئلہ دو درہمان نقال لرجل وہبت لک احدہما فنصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہین سو اسنے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اُن دو درہمون سے ایک درہم تجکو ہبہ کیا یا اُن کا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درہم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ اسمین جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقاً اور اگر دونون درہم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درہم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسیواسطے اگر دونون درہمون کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقاً خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ لجارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواحد علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اُسکی صراحت نہین کلام مین فتاوی عالمگیریا مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مع جمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اسمین اور دوسرے مین جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبۃ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہے نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہین ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو ندیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اُسکو رجوع فی الہبۃ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریماً وقیل تنزیہاً نہایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایۃ ہم حدیث مین وارد ہے اسکے مثل جو دیتا ہے پھیر لیتا ہے اُس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے توقی کرتا ہے پھر اپنی قی کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ ترحقدار ہے جب تک اُسکا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہوگیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضاً عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہے کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہین ہم موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ مین جمع کیا ہے اور معنی ترکیب یہ ہے کہ آنسو نے اُسکو زخمی کر ڈالا خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب مین ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہو ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ مین

باب الرجوع فی الہبۃ

اُسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اُسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہی اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود
نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول مین محیط مین ہی کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع
جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور
بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسی طرح جمیع حیوانات مین اور اسی طرح فتاوی عالمگیری مین ہی اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہ از قبیل
زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی کیناء وغرس ان عدا زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین اسشرط سے کہ عمارت
اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت مین شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہی ولو عدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی
اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ اگر خالی
زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین کل
مین نہ بعض مین اور اگر یہ زیادت مین معدود نہو یا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دکان نہایت صغیر بنا دے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو
اُسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ
کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم والبصار اعمی واسلام عبد ومداواتہ وعفو جنایتہ وتعلیم قرآن وکتابۃ
وقراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور
جوان ہوجانے صغیر اور سماعت بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجے کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم
تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلا اور مانند امثلہ
مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر
موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہوکر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہی جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسی کا عمدا خون
کیا ہوا اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہی لہذا اُسکو
زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ مین ہی اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر
نقصان کرے تو مانع رجوع نہین ہم عورتون کا حال حاملہ ہونے مین مختلف ہوتا ہی بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہی اور بعض دبلی اور بدصورت تو
در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ ککبر القول للواہب وفی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ
خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی مالو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف
کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہوجانے مین واہب کا قول معتبر ہی اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول ہی کذا فی الخانیہ
والحاوی اور مانند اُسکے محیط مین ہی لیکن صاحب محیط نے اُس عمارت کو مستثنے کیا ہی جو بن نہین سکتی اسقدر مدت مین ہم توضیح اختلاف یہ ہی کہ مثلا موہوب لہ
نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہین مین نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف
مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع
نہین ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع کرے نہ زیادت مین ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا
اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہی موہوب سے جدا اور زیادت

منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہین لکن انما یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن مان کو واہب نہ پھیرے جب تک کہ اُسکا بچہ اُس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہی قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہی کہ وہ ابو یوسف رح کا قول ہی نہ امام رح کا تو اُس سے خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہی سراج مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہی وفی الجوہرۃ مریض مدیون بمستغرق وہب امۃ فماتت وقد وطیت ردہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ مین ہی مریض مدیون ہی جو سراپا مستغرق بدین ہی اُسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگئی اور حالانکہ موطوءہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اُسکے غیر سے تو موہوب لہ اُسکو پھیر دے اُسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہی م رد ہبہ بلحاظ حق غرما ہی والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہی بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہی ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ مین ہی تو وارث ہی کا قول مقبول ہی م اختلاف کی یہ صورت ہی کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اُسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اُسکی حیات مین مین نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہی کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہی وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال اشعار کفارۃ دیۃ خراج ورابع ٭ ضمان لعتق ہکذا النفقات ٭ کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا ٭ بموت لما ان الجمیع صلات ٭ اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہوجاتے مین موت سے تو یون کہا ہی کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسی طرح نفقات اور اسی طرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجاتا ہی موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین م سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہی ضمان عتق کی یہ صورت ہی کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کردیا اور اُسپر تاوان لازم آیا بسبب اُسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظاً یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہی بشرطیکہ موہوب لہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ وہ اُسکے تمام ہبہ کا عوض ہی م طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہی کہ عوض کی ونیت کافی ہی یعنی بلا ذکر موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اُسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا م اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہی ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل بہبتہ اور اگر موہوب لہ یون ذکر نہ کرے کہ وہ عوض ہی تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیرلے وکذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع ولو العوض مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہی اسیواسطے عوض مین ہبہ کی شرطین مشروط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخون مین بجا بدل الہبۃ کے بدل العقد ہی اور وہ تحریف ہی کاتبون کی م مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کی دلیل اسپر یہ ہی کہ موہوب لہ مالک ہی ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو اُسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین کہ عوض دے اُسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے م تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہی ولو وہبا العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اُسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہی کذا فی البحر م وجہ اسکی یہ ہی کہ غلام اہل تبرع سے نہین ہی پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بحر اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لا یکون العوض بعض الموہوب
فلو عوضہ ببعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو
واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب
دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقدمیں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر
ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں
ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ھم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جبتک
دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا
لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ھم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ عوض اسکی
صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض
میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ھم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب سیر بھر
ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا دوسری
چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اھ اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے
بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا
اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کی طرف سے عوض دے تو
صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی
علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر
جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض واجب نہونے کے سبب سے ہے بخلاف ادائے دین ھم
یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع
ثابت ہے اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے اتنا دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا اشترط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق
کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس وملازمت نہیں تو اسکے
ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ھم حبس اور ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ دینے کا
امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بالقضاء یرجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ
علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھر لیگا اگرچہ وہ دینے کا
ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیہ
مع انہ لا یطالب بہما لا بحبس ولا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے میں خرچ کر
یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کرے یعنی مال دیکر مجکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی یہ مطالبہ نہین بنا رہا اور استخلاص کا جسمین نہ ملامت سے سواسمین تامل کرو شاید وجہ رجوع یہ ہو کہ عرف مین اسکا ضمان لازم ہوتا ہو اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا مین نظر ہو کذا فی الطحطاوی **وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض** اور اگر نصف ہبہ مستحق یعنی ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے م جوہرہ مین ہو کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہو جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی مین ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی **وبعکسہ لا** مالم یرد مابقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ مین رجوع نہین جب تک کہ باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہو ابتداء تو بعض مین سو اسی طرح اسکی صلاحیت بقا مین بھی رکھتا ہو لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض مین بسبب نہ سلامت رہنے عوض کے **ومرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط فمبادلۃ کما سیجیء فیوزع البدل علی المبدل** نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہو جو غیر مشروط ہو عقد ہبہ مین سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہو یعنی درحقیقت وہ بیع ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق مین بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایۃ **کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ** چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ مین رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہین یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہو **کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع** خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ مین زیادت ہوگئی تو رجوع نہ کرے کذا فی الخلاصۃ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہو **وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ہالکا وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا** غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہو کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ **ولو عوض النصف رجع بمالم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طاری** اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض مین رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہو وہ مضرت نہین کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہو

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہو شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر **نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ** کما مر فتدبر مجتبی مین منقول ہو کہ عوض ہبہ مین یہ شرط ہو کہ عقد ہبہ مین عوض مشروط ہوا ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہین ہو انتہی اور مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کئے ہین چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے م منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہو کہ گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہو یعنی اور آٹا نہین ہوتا مگر بعد گیہون کے اور ازانجملہ وہ موہوب لونڈیاون سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہو کذا فی النخ **والخاء خروج الہبۃ عن ملک الموہوب لہ** اور خاء معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہو موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہو رجوع کا **ولو بہبۃ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان بقضاء او رضی کما سیجیء ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول** خروج عن الملک مانع ہو رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہو خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہو فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہین ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نکریگا **ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع** اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی مین رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع مین حاصل ہوا ہو نہ نصف باقی مین **وقید الخروج لقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجا عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ لقولہ** اور مصنف رح نے خروج مین بالکلیہ کی قید لگائی باین معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اسپر تفریع کی بقول آیندہ **فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہین م اسواسطے کہ قربانی کا

گوشت ملک مین داخل رہتا ہی تو خروج عن الملک ثابت ہنوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ قربانی نذر کورہ اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہین اور صحیح یہ ہی کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہی ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کے مانند متعہ [1] اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام مین نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت ہنوئی و فی المنہاج وان وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج مین ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف رح ہم جب تک فقیر نے خیرات نہین پائی تب تک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی لما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لغریمہ او لولی

الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع خانیہ ایک غلام جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہو گئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبۃ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکریگی اور امام رح کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہین کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والزاء الزوجیۃ وقت الہبۃ اور زا سے مجیسے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامراۃ ثم نکحہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہتی ولو وہب لامراتہ لا کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا

لتصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اولا بد للمحجور اما الوصی لہا بعد موتہ فتصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہین ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اسکی مرض الموت مین ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت ہنو جائیگا اسواسطے کہ محجور کو کچھ تصرف نہین اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جاے اپنی موت کے بعد یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہو گی بسبب اسکے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض [2] کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح ہنوا کہ شرط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہین رکھتی بسبب محجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی ہم محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی او لعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہین چنانچہ اپنی رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربیبہ [3] اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ہم ابن عمہ کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ مین رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ مین رجوع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع اور اگر دونون یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہون تو رجوع جائز نہین باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونون شخصون مین سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہی رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر ہم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیہ کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم وقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع در اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونون نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے مین رجوع جائز ہی بسبب ہنونے مانع کے کذا فی الدرر والہاء ہلاک العین

[1] یعنی تمتع کرا اول عمرہ حج کے مہینون مین کرکے حلال ہو چکے پھر آٹھوین ذیحجہ یا اس سے پیشتر احرام حج کا باندھے اور قران یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ مین حلال نہو ۱۲

[2] یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جاویگا

[3] یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہو اور ہمراہ عورت کے ہبہ کرنیوالے کے گھر مین آئی ہو ۱۲

الموہوبۃ اور واسطے ہونے عین شئ موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ذکر سے تلف ہوجانا عین کا یا اسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقاے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ
خروج عن الملک معنی ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ ذبح کذا فی الطحطاوی عن المکی
ولو ادعاہ ای الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ
پھیر دینے کا **فان قال الواہب ہی ہذہ العین حلف المنکر انہا لیست ہذہ خلاصہ** پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یون قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز
نہین ہے کذا فی الخلاصہ **کما یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی مسبب النسب لا النسب خانیہ** جیسے واہب یون
قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہین جبکہ بھائی دعوے کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ م یعنے جب واہب
رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ مین تیرا بھائی ہون تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب
پر تو یہان مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمین قسم جاری نہوتی امام رح کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف **ولا یصح الرجوع الا
بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ** اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا اگر دونون کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع مین م بعض
مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہین پھر جب اسمین اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لیگا بلا رضاے
موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو **فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ** تو موہوب لہ بعد
حکم حاکم موہوب کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم م جبتک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ تراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب مین ثابت ہے تو اسکا تصرف
اسکی بیع اور عتق مین نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اسکے پاس تلف ہوجاے تو اسپر تاوان نہین کیونکہ اسکی ملک ثابت قائم
ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہین اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح **واذا رجع باحدہما بقضاء او رضی
کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل و اعادۃ لملکہ القدیم لا ہبۃ للواہب** اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین مین سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ
ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا
بدون قبض کے اور جبکہ قبض کرایگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع **فلہذا لا یشترط فیہ
قبض الواہب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ** اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ ہوتا اسیواسطے شرط نہین رجوع مین قبض کرنا واہب کا
اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم **وللواہب ردہ علی بائعہ مطلقا
بقضاء او رضی** اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا م یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر وہی چیز دوسرے
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے **بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء** بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب کے
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع
ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی **لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا** رد بالعیب فقط
رضا بلا قضا سے اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا م چونکہ حق مشتری سلامتی مبیع مین ہے
لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور درصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لیگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃً لازم ہوگا
بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو درصورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جداگانہ تو افتراق

بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لایترتب علی العقد اثر فی المستقبل لابطلان اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعہ من الموانع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا الاتفاق منہما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اُس موضع میں جسمیں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لایجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمین اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے ولی الدر رقضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا مانع زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہوسکتا مگر خروج عن الملک میں ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اُسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھریگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اُسمین سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے مین جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوگیا پھر ایک مرد اُسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام مین اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے اور یہان غرور نہیں بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ مین عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوائے معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اُس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا ہے واذا وقعت الہبۃ بشرط العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم وبیع انتہاء فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ وتوخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتداء کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں مین تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ مین شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو بسبب عیب اور خیار الرؤیۃ پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اُس صورت مین ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ مین نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اُسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتداء کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں مین ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں مین ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتداء اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق مین ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہوگا اور قبض شرط نہ رہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداء وانتہاء

اور عوض میں مصنف رح نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو درصورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں
اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب الواقف ارضا شرط استبداله بلا شرط عوض لم يجز وان شرط كان كبيع ذكره الناصحي واقف نے
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے
اسکو ذکر کیا ہے وفي المجمع واجاز محمد هبة مال طفله بشرط عوض مساو ومنعاه قلت فيحتاج على قولهما الى الفرق بين الوقف ومال الصغير اور مجمع میں ہے اور
جائز کہا ہے محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے موہوب کے اور شیخین رح نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو
شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی **م** یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رح کے
نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے
استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے
تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً **فصل في مسائل متفرقة** یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں **وهب امة الا حملها او على**
ان يرد عليه او يعتقها او يستولدها او وهب دارا على ان يرد عليه شيئا منها ولو معينا كثلث الدار او ربعها **على ان يعوض في الهبة والصدقة شيئا منها**
صحت الهبة وبطل الاستثناء في الصورة الاولى **وبطل الشرط** في الصور الباقية لانه بعض او مجهول والهبة لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوائے اسکے حمل کے یا ہبہ کی
اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب له اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
چنانچہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط
باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرطوں سے **م** مجہول ہونا پچھلی دو صورتوں میں ظاہر ہے نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور
رابعہ میں تو ہدایہ کی تعلیل بہتر ہے کہ یہ شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومية
العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا **م** یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے
تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا في الطحطاوي **اعتق حمل امته ثم وهبها صح ولو دبره ثم وهبها لم يصح** لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولا به
بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی
ملک پر تو موہوبہ مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہے کہ موہوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی درصورت عتق حمل واہب کی
ملک پر جنین باقی نہ رہا تو موہوبہ مشغول بملک واہب نہ رہا **كما لا يصح تعليق الابراء عن الدين** بشرط محض كقوله لمديونه اذا جاء غدا او ان مت بالفتح التاء
فانت بري من الدين او ان مت من مرضك هذا او ان مت من مرضي هذا فانت في حل من مهري فهو باطل لانه مخاطرة وتعليق جیسے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین
کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آ دے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یوں کہنا
اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور
تعلیق ہے **م** مخاطرہ میں غد کو بقائے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا في الطحطاوي **الا بشرط كائن** ليكون تنجيزا كقوله لمديونه ان كان
لي عليك دين ابراتك عنه صح تعليق ابراء کی بشرط محض صحیح نہیں مگر بشرط موجود تو تعلیق صحیح ہے تا کہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر
میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے **كذا ان مت** بضم التاء **فانت بري منه او في حل جاز وكان وصية** خانية اور اسیطرح تعلیق کہ
اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا في الخانية **م** مرض مخصوص مشار الیہ سے مرنا

یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہان ومیت کہا جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط ہبہ بطریق
عمری جائز ہے اور موہوب اسکا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے عمری بضم اول یہ ہے کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب لہ مر جائے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اس طرح کے دینے سے موہوب لہ
اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے لا یجوز الرقبی لانہ التعلیق بالخطر رقبہ جائز نہین کیونکہ تعلیق ہے خطر پر رقبی بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہے
بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہے کہ یہ جائز نہین بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات واذا لم تصح کونہ
عاریۃ تمسکا لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی للمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لاترقبوا فمن ارقب شیئاً فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریۃً
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مال اسکی زندگی اور
موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہے یعنی رقبی لینے والے
کی میراث ہے بعث الی امرأتہ متاعا وبعثت لہ ایضاً ہدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج
انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضاً یسترد کل منہما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ
بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی
کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بھی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استہلکہ
احدہما بعث الاخر ضمنہ لان من استہلک العاریۃ ضمنہا خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم نہ
ہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو
جسپر دین ہے اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو
ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا
موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے قبض کے جو مستحق بالعقد ہے اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط
وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہے بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہے مجلس اور غیر مجلس مین رد کردینے سے اسواسطے کہ اسمین
معنی اسقاط ہے اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہے کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہے یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین
معنی اسقاط ہے اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہے لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح
لیکن صیرفیہ مین ہے کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہ ہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہے اسپر یہ استدراک ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہے لیکن دوسرا قول اصح ہے تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبی مین ہے

صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی وتملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اُس شخص کو جسپر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں مین باطل نہین حوالہ مین اور وصیت مین اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی م جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کی جانب سے واسطے ہبہ کے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلاوے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے مین دیون ہین تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے م یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہین مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو ایسا جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ مین ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین اور اس اصل پر جو متن مین مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہین اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہین ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث یصح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہین جبکہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک مین بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتاملہ اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا مین کہتا ہون اور یہ اقرار مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کر لے م جواب اشکال کا یون ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بسبب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر مین فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہین کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام معزیا لصلح البزازیۃ السلطان اذا کتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ مین ہے تصرف امام کے قاعدے مین بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصون نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونون شخصون مین سے ایک کا نام دفتر سلطانی مین لکھا جاوے تو عطا سلطانی اُسی شخص کے واسطے ہوگی جسکا نام دفتر مین لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یون ہے جس شخص کی عطا دفتر مین ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونون نے اسپر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر مین لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا مین کچھ نہین اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اسکو دیا جاویگا جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضا غیر کو اسمین دخل نہین کذا فی الطحطاوی والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطاے غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ ہے لہذا دونون احکام مین یکسان ہین وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت مین یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہین یعنی تام نہین اور نہ مشاع محتمل القسمت صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہین اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ مین مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا
ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیۃ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھو کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہی اور جب کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی
بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسیر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دونون مین
باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی تمام کی مغائرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے
تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق
چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان لیسالہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا لک ہل
یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السؤال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی
سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اُس زمین کا مین نے اُسکو مالک کردیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی
کہ ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کردیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہی
کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج
وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پاگیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا
جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تاکہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لابنہ مالا لیتصرف
فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے
تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہوگیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب
وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اُسی برتن مین مباح ہی یا نہین
جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اُسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو
اُسمین کھالینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو
مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا
مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعاہ قوم
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز
المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو
دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا نہین جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی
اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس
تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد خادم ہی

جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہی پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا تتمہ دین
ہو کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور
اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لاجبر علی الصلات اور اشباہ مین ہو کہ جبر نہین صلون پر ہم صلات جمع ہی صلہ
کی اور صلہ عبارت ہی ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ وعین موصی بہا ومال
وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہی شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال مین ہم تو مشتری پر
تسلیم عقار واجب ہی شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہی و لہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہی اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہی ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہی کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہی اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہی اگرچہ وہ صلہ محض ہی اگر مقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہی اور چھٹی
صورت اداے دیت ہی عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیاتنا الوہبانیۃ علے وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت شعر وواہب
دین لیس یرجع مطلقا ✤ وابراء ذی نصف یصح المحرر ✤ اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہی شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہی اور یہی قول ہرا اور محقق ہی ہم ابراے
نصف دین کی یہ صورت ہی کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہی اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی شعر علی جہہا او ترک ظلمہ لہا ✤ اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر ✤ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر
یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہی ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہی وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا ✤ ء النکاح اخری لم یرد یظفر ✤ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت سے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہی پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع
ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہی شعر وان قبض الانسان مال مبیعہ ✤ فابراء یوخذ منہ کالدین اظہر ✤ اور اگر آدمی نے اپنے
مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہی ہم ابراء ثمن کی یہ صورت ہی
کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہی اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اسکو بائع سے پھیر لے گا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھر لیگا شعر ومن دون ارض فی البناء صحیحۃ ✤
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ✤ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتاملہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہی تو اسمین تامل کر ہم اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے عمارت اُسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اوکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اُسے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہو گیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ انہ لا یرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر جو چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ یردہ للابرار البطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ یظفر اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا نچہ کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا نچہ گوشت اور مانند اُسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُسمین سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اُسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کے واسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اُس کے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اُسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے

کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علے سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو دُرمختار بار چہارم مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بعلو ہمتی منشی پراگ نراین صاحب مالک مطبع موصوف بماہ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۱۹۱۳ء چھپکر تیار ہوئی۔

نام کتاب	قیمت
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -	۲ پائی
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ -	۴ر ۳ پائی
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۴ر ۲ پائی
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -	عہ/
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -	عنہ/ ۸
قدوری -	۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی -	۱۵ر
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ -	۹
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -	۵ر ۳ پائی
شرح مختصر وقایہ کو رسیری از مولانا جلال الدین سمرقندی -	عنہ/
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف -	عہ/ ۲
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا	

نام کتاب	قیمت
ابی المنصور الحسن بن یوسف -	۱ر ۹ پائی
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ہے -	عہ/ ۲
کنز الدقائق -	
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -	عہ/ ۲
فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد تصحیح بتفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ -	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی -	[illegible]
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات بین بشرح ذیل -	
۱ - جلدین اولین عبادات -	عہ۵ ر ۲
۲ - جلدین آخرین معاملات -	عہ/ ۲
ہدایہ مع شرح الکفایہ از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل -	[illegible]
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -	۱۲ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید -	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -	[illegible]
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ و ذخیرۃ العقبیٰ از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح کاغذ سفید -	عہ/ ۲
ایضاً - کاغذ حنائی -	عہ/ ۲
شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -	۸ر ۲ پائی
ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -	عہ/ ۲
اشباہ و النظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -	[illegible]
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید -	[illegible]
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -	۸ر
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -	ع
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین	[illegible]
(۱) جلدین اولین عبادات میں -	۸ر
(۲) جلدین آخرین معاملات میں	۱۰ر
شرح الیاسی - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی -	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ	
درسی متداول۔	۹/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از	
مولوی تراب علی مرحوم۔	۶ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی	
متداول۔	۸/
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ	
جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم	
و مغفور کا چار جلدوں میں ہے حامل المتن	
یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ	
اسکا ترجمہ اُردو میں کاغذ سفید گندہ۔	عہ پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی و سفید معمولی۔	لعہ/ پ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار	
مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید و حنائی۔	عہ/ ۱۲ پ
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن	
جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری	
لاہوری کاغذ سفید و حنائی۔	۸/ پ
ایضاً۔ جلد دوم کاغذ سفید و حنائی۔	۸/ پ
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ	
از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار	
مجلد اتنے جیسا پوری شرح مع ترجمہ	
کاغذ سفید و حنائی۔	لعہ/ پ
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔	۸/ پ
جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسےٰ	
صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ	
اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید	۸/ پ
قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی	
شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری	
معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری	
شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	عہ عہ/ پ
سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل	
دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث	
داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع۔	۸/ پ
دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و	
اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنٰے معروف	۸/
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرۂ	
احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔	۸/
عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اُردو از	
حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط	
درود کا مجموعہ۔	۱۱/
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمن۔	۸/ پ
تفسیر مواہب الرحمن۔ پارۂ اول	
مؤلفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم	
فتاواے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دوم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ سوم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ چہارم۔	عہ/ پ

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمن۔ پارۂ پنجم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ششم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفتم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ نہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ یازدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ دوازدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ سیزدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ چہاردہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ پانزدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ شانزدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ نوزدہم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بستم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و یکم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و دوم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و سوم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و چہارم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و پنجم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و ششم۔	عہ/ پ
ایضاً۔ پارۂ بست و ہفتم۔	عہ/ پ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام	
از مولوی اکرام الدین۔	۲/